

قائدِ پاکستان

ترتیب و تدقیق

محمد طاهر رضا



لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدُ رَسُولُ اللَّهِ
پاکستان کا مطلب حیا



تحفظ ثقہ نبوت

ترتیب تحقیق
محمد امیر قادری

عالیٰ مجلس تحفظِ ثقہ نبوت
حضوری باغِ روڈ ملتان

النَّبِيُّ

- با وقار بھائی
- قابل اعتماد دوست
- مجاهد ختم نبوت
- محب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم

جناب شاہزاد اقبال

اور ان کے

والدین مرحومین

کے نام بصیر احمد

فہرست

9	محمد طاہر عبدالرزاق	زخم نمائی
15	کچھ تالیف اور صاحب تالیف کے بارے میں	محمد عطاء اللہ صدیقی
21	1965ء کی جنگ۔ جزل موئی پرداہ اٹھاتے ہیں	
24	امریکہ کی مشروط امداد۔ مسلمان کے مذہبی معاملات میں مخالفت ہے	
27	ایک خطرناک قادیانی چال	
31	کیا ربوہ کے قصرِ خلافت میں ایسی پلانٹ تحریر ہو رہا ہے	
39	انگریزوں کی نجیگی	
45	مرزا طاہر کی دیدہ دلیری	
49	قادیانی تھنچے میں بتلا ہیں	
52	مرزا ناصر کی دوسرا شادی	
56	سرسید کا خط	
57	احمدی اقبال کی نظر میں	
64	مرزا رفیع کے مرزا ناصر حمد سے اختلافات	

69	ڈاکٹر سام کا نمک خوارڈا کلم مظہر بھی بولا
72	جنوبی افریقہ کی پریم کورٹ نے بھی قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دے دیا
81	مرزا طاہر کے منہ پر جزل حزہ کا زناٹ دار تھر
85	قادیانی سازش بے نقاب
95	قادیانی ریشہ دوانیوں کا پس منظر
105	بن۔ افریقہ سے قادیانیوں کو دیس نکالا مل گیا
109	بغلہ دیش میں قادیانی سرگرمیوں کا ایک جائزہ
118	اسلام اور پاکستان کے خلاف قادیانیوں کی گھناؤنی سازش
128	قادیانی اور کھر تازعہ
133	بلوچستان میں 9 مئی کا واقعہ اور تحریک ختم نبوت پر ایک نظر
150	مرزا طاہر احمد کی پچاس لاکھ یتھیں
167	پاکستانی عشی تو اتنا تی کا نظام تباہ کر دیا گیا
172	تفصیل کشمیر ایک خطہ تاک سازش
176	خلافت، ملوکیت یا انسانیت پر ظلم
181	یہودی اخبار کی تصویر یونے مجھے حرمت زدہ کر دیا
185	ڈاکٹر عبد السلام قادیانی کا مسئلہ
188	کہو شہ پر بھارت، اسرائیل حملہ کا خطہ
191	پاکستان میں عظیم تر پنجاب تحریک اور قادیانی ٹولہ
193	مرزا نیوں کی خوفناک سیاسی چالیں

زخم نمائی

بانی پاکستان قائدِ اعظم محمد علی جناح کا جنازہ پڑا ہے۔ لاکھوں مسلمان غم و اندوہ کی تصویریں بننے کھڑے ہیں۔ آنکھوں سے آنسو برس رہے ہیں۔ ہنچکیوں اور سکیوں کا شور ہے۔ لوگ گلے مل کر رور ہے ہیں۔ بیرونی دنیا سے ہزاروں مسلمان جنازہ میں شرکت کے لیے آرہے ہیں۔ پوری فضا سوگ میں ڈوبی ہوئی ہے۔ نماز جنازہ کا اعلان ہوتا ہے۔ صفیں بندھ گئی ہیں۔ مولانا شبیر احمد عثمانی نماز جنازہ پڑھانے کے لیے کھڑے ہو گئے ہیں۔ اللہ اکبر کی ایک زور دار آواز اٹھتی ہے اور نماز جنازہ شروع ہو جاتی ہے اور حزیں قلب مسلمان نماز جنازہ پڑھ رہے ہیں اور ایک عجیب منظر ہے کہ پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ سر ظفر اللہ قادریانی غیر ملکی سفیروں کے جھرمٹ میں تالکیں پسارے بیٹھا ہے۔ وہ تنکھیوں سے جنازے کا سارا منظر دیکھ رہا ہے۔ اس کے ہونتوں پر ایک زہریلی مسکراہست اور اس کی آنکھوں میں ایک شرارت ہے۔ اپنے قائد کا جنازہ پڑھ کر مسلمان فارغ ہوئے۔ تو صحافیوں نے سر ظفر اللہ قادریانی سے پوچھا:-

”آپ نے بانی پاکستان حضرت قائدِ اعظم کی نماز جنازہ کیوں نہ پڑھی؟“

سر ظفر اللہ قادریانی نے جواب دیا۔

”آپ مجھے ایک کافر ملک کا مسلمان وزیر خارجہ یا ایک مسلمان ملک کا کافر وزیر خارجہ سمجھ لیں۔“

سر ظفر اللہ اس ذہنی جملے میں بہت کمک کہہ گیا۔ وہ قائدِ اعظم کو کافر کہہ گیا۔ وہ قائدِ اعظم کے کافر ہونے کا اعلان کر گیا۔ وہ اپنے اس عقیدے کی تشہیر کر گیا کہ جو مرتضیٰ قادریانی کو نبی نہ مانتے وہ کافر اور لپا کافر ہے۔ دنیا بھر کے قادریوں نے اس پر خوب بغلیں بجائی۔ کہ سر ظفر اللہ نے ڈٹ کر اپنے عقیدے کا اظہار کیا ہے۔

مسلمانو! سر ظفر اللہ قادریانی نے قائد اعظم و کافر کہا اپنے کن عقائد کی بنیاد پر کہا۔ وہ روح فرسا قادریانی عقائد ملاحظہ فرمائے!

خدا کے نامہ اور جہنمی

”جو شخص تیری چیزوی نہیں کرے گا اور تیری جماعت میں داخل نہیں ہو گا وہ خدا اور رسول کی نامہ کرنے والا جہنمی ہے۔“ (اشتہار مرزا غلام احمد قادریانی، مندرجہ تبلیغ رسالت، جلد نمبر ۵، ص 27)

رثیوں کی اولاد

”میری ان کتابوں کو ہر مسلمان محبت کی نظر سے دیکھتا ہے اور اس کے معارف سے فائدہ اٹھاتا ہے اور میری دعوت کی تصدیق کرتا ہے اور اسے قبول کرتا ہے مگر رثیوں (بدکار عورتوں) کی اولاد نے میری تصدیق نہیں کی۔“ (آئینہ کمالات اسلام، ص 547، مصنف مرزا قادریانی)

مرد سور عورتیں کتیاں

میرے مخالف جنگلوں کے سور ہو گئے اور ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ گئیں۔
(بجم الہدی ص 15، مصنفہ مرزا قادریانی)

حرام زادے

جو ہماری فتح کا قائل نہیں ہو گا تو سمجھا جائے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے اور حلال زادہ نہیں۔ (انوار اسلام ص 30، مصنفہ مرزا قادریانی)

مسلمان نہیں

ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں۔ (حقیقتیہ الوجی ص 163، مصنفہ مرزا قادریانی)

جہنمی ہے

جو شخص میری چیزوی نہ کرے گا اور بیعت میں داخل نہ ہو گا وہ خدا رسول کی

نافرمانی کرنے والا جہنمی ہے۔ (اشتہار معيار الاخیار ص 8، مصنف مرزا قادریانی)
اہل وطن ایسے ہیں وہ غدارانی اسلام و پاکستان جو قائد اعظم کو کافر کہنا اپنا نہ بھی فریضہ سمجھتے ہیں۔ جو بابائے قوم کو گانی دینا کار ثواب سمجھتے ہیں۔ جو قائد اعظم کی ماں، قائد اعظم کے والد، قائد اعظم کی بیٹی، قائد اعظم کی بہن اور قائد اعظم کو ان غلیظ جانوروں کا نام دیتے ہیں جن کا نام لکھنا میرے ضمیر کو گوارہ نہیں۔

قادیانی پوری ملت اسلامیہ کو کافر، جہنمی، رذیلوں کی اولاد، ولد الحرام، اور خنزیر کہتے ہیں اور خود کو مسلمان کہتے ہیں اس لیے وہ کسی مسلمان کا جنازہ نہیں پڑھتا۔

دجال قادریان مرزا قادریانی نے اپنے بیٹے مرزا فضل احمد کا جنازہ نہ پڑھا کیونکہ مرزا فضل احمد مرزا قادریانی کو نبی نہیں مانتا تھا بلکہ اسے کہتا تھا کہ ابا جھوٹی نبوت کا یہ دھنہ اور ڈرامہ چھوڑ دے۔ ظفر اللہ قادریانی نے اپنے محسن سرفصل حسین کا جنازہ بھی نہ پڑھا جس نے اسے واکسرائے کو نسل کا ممبر بنوایا تھا۔ اسی طرح قادریانیوں نے اپنے بہت سے پالن ہاروں اور محسنوں کے جنازے اس لیے پائے خواتر سے محکرا دیئے کہ وہ پوری ملت اسلامیہ کو کافر اور جہنمی کہتے ہیں۔ جنازے کے بارے میں قادریانیوں کے چند نہ بھی عقائد دیکھئے اور ہوش میں آئیے!

بیٹے کا جنازہ

”حضرت مرزا صاحب نے اپنے بیٹے (فضل احمد) مرحوم کا جنازہ مخصوص اس لیے نہیں پڑھا کہ وہ غیر احمدی تھا۔“ (اخبار افضل قادریان مورخہ 15 دسمبر 1921ء جلد 9۔ نمبر 47)

مخصوص بچے کا جنازہ

ایک صاحب نے عرض کیا کہ غیر مبالغ (لاہوری جماعت) کہتے ہیں غیر احمدی کے بچے کا جنازہ کیوں نہ پڑھا جائے وہ تو مخصوص ہوتا ہے اور کیا یہ ممکن نہیں کہ وہ بچہ جوان ہو کر احمدی ہوتا۔

اس کے متعلق (میاں محمود احمد خلیفہ قادریان نے) فرمایا کہ جس طرح عیسائی بچے کا جنازہ نہیں پڑھا جا سکتا اگرچہ وہ مخصوص ہی ہوتا ہے اس طرح ایک غیر احمدی کے بچے کا

بھی جنازہ نہیں پڑھا جا سکتا۔" (ڈائری میاں محمود احمد۔ خلیفہ قادریان، مندرجہ اخبار الفضل قادریان جلد 10، نمبر 32، ص 6، مورخہ 23 اکتوبر 1922ء)

جنازہ جائز نہیں

غیر احمدیوں کا جنازہ جائز نہیں حتیٰ کہ غیر احمدی میں کوئی سرستید جیسا صلح کل اور خادم طلت اور عکفیر وغیرہ کے طریق سے منتخب رہنے والا انسان بھی ہو مگر وہ احمدیت کا مصدق نہ ہوتا پھر بھی اس کا جنازہ جائز نہیں۔ (مسئلہ جنازہ کی حقیقت، ص 45)

اس کا بھی جنازہ جائز نہیں!

جو شخص کہتا ہے کہ میں حضرت مسیح موعود کا مقابلہ نہیں بلکہ آپ کو اچھا جاتا ہوں مگر وہ احمدیت کی تصدیق نہیں کرتا (یعنی مرزا کی ہونا نہیں چاہتا) اس کا جنازہ بھی جائز نہیں۔ (مسئلہ جنازہ کی حقیقت، ص 44)

ماں کا جنازہ نہ پڑھنے والے کوششا باش

تعلیم الاعلام ہائی سکول (قادریان) میں ایک لڑکا پڑھتا ہے۔ چماغ دین نام، حال میں جب وہ اپنے وطن سیالکوٹ گیا، تو اس کی والدہ صاحبہ فوت ہو گئیں متوفیہ کو اپنے بچے سے بہت محبت تھی مگر سلسلہ میں داخل نہ تھیں۔ اس لیے چماغ دین نے اس کا جنازہ نہ پڑھا۔ اپنے اصول اور مذہب پر قائم رہا۔ شاباش اے تعلیم الاسلام کے غیور فرزند کہ قوم (قادریانی) کو اس وقت تھجھ سے غیر بچوں کی ضرورت ہے۔ زندہ ہاش! (اخبار الفضل قادریان جلد 2۔ نمبر 129 مورخہ 2 اپریل 1915ء)

ایسا شخص

سوال: کیا کسی شخص کی وفات پر جو سلسلہ احمدیہ میں داخل نہ ہو یہ کہنا جائز ہے کہ خدا مرحوم کو جنت نصیب کرے۔

جواب: غیر احمدیوں کا کفر ہمیات سے ثابت ہے اور کفار کے لیے دعائے مغفرت جائز نہیں۔ (روشن علی، محمد سرور قادریان)۔ (اخبار الفضل قادریان جلد 8 نمبر 59 مورخہ 7 نومبر 1921ء)

دعاۓ استغفار

”جو شخص مرزا صاحب کا انکار کرتا ہے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اس کے لیے دعاۓ استغفار جائز نہیں۔“ (اخبار الفضل قادیان مورخہ ۱۷ راکٹوبر ۱۹۲۱ء جلد ۹۔ نمبر ۳۰۔ ص ۳)

تعلقات ختم

اس کے بعد حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے صاف حکم دیا کہ غیر احمد یوں کے ساتھ ہمارے کوئی تعلقات ان کی طمیٰ اور شاریٰ کے معاملات میں نہ ہوں جبکہ ان کے غم میں ہم نے شامل ہی نہیں ہونا تو پھر جائز کیسا۔ (اخبار الفضل قادیان جلد ۳ نمبر ۱۲۰ مورخہ ۱۸ جون ۱۹۱۶ء)

عزیز ہم وطن! پاکستان کا نوٹنا قادیانیوں کا مذہبی عقیدہ ہے اور اکھنڈ بھارت ان کا ایمان ہے۔ قادیانیوں کا پاکستان میں رہنے کا کوئی حق نہیں کیونکہ یہ آئین پاکستان کے ہाफی اور اس ملک کے خدار ہیں۔ دنیا کے کسی بھی ملک میں کسی خدار کے لیے کوئی مجکہ نہیں ہوتی۔ ان کا پاکستان میں رہنا جن وطن میں سانپوں کا میں ہانا ہے اور ملک کی شرگ قائل کے پرد کرنا ہے۔ انہیں انھا کر اسرائیل کی جھوٹی میں پھیک دیا جائے یا ملکہ دکنوریہ کی شیطانی اولاد کو ان کے نھیاں الگستان بیچ دیا جائے۔

خاکپائے مجاہدین ختم نبوت: محمد طاہر عبدالرزاق

بی ایس سی۔ ایم اے (تاریخ)

فَاللَّهُمَّ تَعَالَى فِي الْقُرْآنِ الْمُجِيدِ



اَبَا اَحَدٍ مِنْ رِجَالِ الْكُمْ

وَلَكَ سُلْطَانُ اللَّهِ عَلَى الْجَنَّاتِ النَّبِيِّينَ

محمد بپئی کی کا تھا مزول میں، لیکن مولے اللہ کا اور ہبھوئیں

Muhammad is not the father of any one of your men, but the Messenger of ALLAH (God) and the Seal upon all the Prophets.

ثَالِثُ الْبَيْعَلِيَّةِ وَالْمَدِيَّةِ

اَنَّا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا بَعْدَنَا

میں "خاتم النبیین ہوں، میسے بعد کوئی نبی نہیں

کچھ تالیف اور صاحب تالیف کے بارے میں

رد قادیت کی بلیغ ترین اور نہایت مؤثر صورت یہ ہوگی کہ مرزا غلام احمد قادریانی کے ملعون چہرے سے جعلی غلاف نبوت نوچ کراس کا کریہہ المنظر چہرہ عین چورا ہے پر لا کر خیخ دیا جائے۔ اب یہ بات لوگوں کے ”ذوق جمال“ پر چھوڑی دی جائے کہ وہ اس چہرے کا کیا ہاڑ قبول کرتے ہیں۔ ہمارے بعض مسلمان مرزا قادریانی کی سخت الفاظ میں نہ مت سن کر سخت تاک بھوں چڑھاتے ہیں۔ ان کے خیال میں دشمن کا ذکر بھی نرم الفاظ میں کرنا چاہئے۔ اس ”تہذیب اور شاستری“ کے معصوم مبلغین عموماً وہ سادہ ذہن، کم علم اور منجان مرنج فقہ کے افراد ہوتے ہیں جنہوں نے مرزا قادریانی کے مغلظات کو پڑھا ہوتا ہے نہ ہی ان کے سینوں میں آتش تمیت کبھی بھڑکتی ہے۔ اسلامی تاریخ میں انہیں حسان بن ثابت کا چہرہ کبھی دکھائی نہیں دیتا جسے خود آقاۓ دو عالم ﷺ نے کفار پر لفظوں کے تیر بر سانے کا حکم دیا تھا۔ وہ بھی بھی نہیں سوچتے کہ آخ رمکد کا سب سے بڑا اور قابل احترام سردار عمر بن ہشام تاریخ میں آج محفوظ ”ابوجہل“ کے نام سے کیوں زندہ ہے۔ وہ یہ بھی نہیں دیکھتے کہ ”ابوجہل“ کا لقب اسے کس ذات اقدس نے عطا کیا تھا؟ یہ وہی ذات با برکات تو تھی جس کے لیے ”کانہ طلق القرآن“ کے الفاظ کہئے گئے۔ انبیاء کرام اور صحابہ کرام تو ایک طرف، خود خلق کائنات نے قرآن مجید میں بار بار جن طبقات پر لعنت بھیجی ہے، وہ ایک درجن سے کم کیا ہوں گے۔ فرمایا: ﴿لَعْنَتُ اللَّهِ عَلَى الْكَذَّابِينَ﴾ وغیرہ۔ کہا جاتا ہے کہ مرزا قادریانی کو ”ملعون“ کہنا بری بات ہے۔ حالانکہ وہ لوگ اسے ”ملعون“ کہتے ہیں، وہ ”سنت اللہ“، ”سنت رسول“ اور سنت صحابہ پر عمل چیز ایسا ہے۔ ایک ایسا خبیث آدم زاد جو کروڑوں مسلمانوں کو ”کنحریوں کی اولاد“ جیسی گالی اپنی تجیریوں میں دیتا ہو، اس کے لیے ”ملعون“ کا لفظ میرے خیال میں بے حد نرم ہے۔ اور یہ لفظ میرے حق میں ”گالی“ ہرگز نہیں ہے، اس روئے زمین پر شاید ہی گذشتہ ۱۲ سو برسوں میں مسلمانوں کے گروہوں میں سے ایسا کوئی بدجنت نکلا ہو، جو مرزا

قادیانی سے زیادہ احت اور پہنچا کر کا مستحق ہو۔ جب کوئی شخص کسی لفظ کا مستحق ہوتا ہے تو پھر وہ ایک گالی نہیں رہتی۔ ایک شخص اگر صادق ہے اسے کذاب کہہ دیا جائے تو یہ اس کے حق میں یقیناً گالی تصور ہوگی۔ مگر ایک شخص جو سراسر جھوٹا ہو، اسے ”کذاب“ کہنا یقیناً ”گالی“ تصور نہیں کیا جاسکتا۔ مرزا قادیانی نے جب تمام مسلمانوں کو ”بنجربیوں کی اولاد“ کہا تھا یہ ایک بدرین گالی تھی کیونکہ یہ بات خلاف حقیقت ہے۔ مگر جب محمد طاہر عبدالرزاق یاد گیر غیور قلم کار مرزا قادیانی کو لعنتی، ملعون یا کذاب کہتے ہیں، یہ اس کے خلاف گالی گلوچ ہرگز نہیں ہے۔ بعض لوگ وہ حدیث مبارک پیش کرتے ہیں جس میں کہا گیا ہے کہ تم دوسروں کے خداوں کو برا بھلا مت کہو، کیونکہ ان کے پوجنے والے آپ کے خدا کو برا بھلا کہیں گے، مگر یہاں وہ یہ بات بھول جاتے ہیں کہ اس حدیث میں کسی مذہب کے پیروکاروں کے خدا کو برا بھلا کہنے سے منع کیا گیا ہے۔ مثلاً اگر ہندو رام کو خدا مانتے ہیں، تو رام کو برا بھلا کہنا اس حدیث کی رو سے درست نہیں ہے۔ مرزا قادیانی نے بہت دعویٰ کیے تھے کہ اپنے خدا ہونے کا دعویٰ بھی کیا۔ وہ ایک گمراہ آدم زاد تھا جس کا مشن ہی دوسروں کو گمراہی کی طرف بلانا تھا۔ ایسے شخص کی نہ مرت اور بھجو بیان کرنا حسان بن ثابت کی سنت کو زندہ کرنے کے مترادف ہے۔

پھر ذرا غور فرمائیے پاکستان میں مرزا قادیانی کے ”انسانی حقوق“ کی جو لوگ بات کرتے ہیں، یہی وہ طبقہ زنا遁 ہے جو سلمان رشدی کے ”شیطانی خرافات“ کو انہمارائے کی آزادی کا حق بھی عطا کرتا ہے۔ مرزا قادیانی کے خلاف کوئی بات کی جائے تو اسے وہ خلاف انسانیت حرکت کہتے ہیں، مگر ایک بد بخت اور سور طبع دوپائے نے محض انسانیت کے خلاف جو بکواس کی ہے، اس پر ان کی رگ انسانیت نہیں پھر کتی۔ حق ہے ہمیشہ اس شخص کی توہین پر دکھ اور قلت ہوتا ہے، جس سے محبت اور عقیدت کا رشتہ ہو۔ یہاں تفصیلات کی گنجائش نہیں ورنہ صلیب پرست پارہیوں نے اور ”روشن خیال“ والغیر جیسے مغربی دانشوروں نے چینی بر اسلام مقلّۃ اللہ کے خلاف جو زبان درازیاں کی ہیں وہ بھی تاریخ کے صفحات سے لفظ کر کے دلھائی جاسکتی ہیں اور پھر امریکی صدور، سیاستدانوں اور صحافیوں نے صدر صدام حسین اور پھر طالبان کے امیر ملا عمر اور کرمانی شخصیت کے مالک اسامہ بن لادن کے بارے میں جو جو کلمات خوبی کہے اور لکھے ہیں، اس کو بھی نگاہ میں رکھنا چاہئے اور پھر اس تناظر میں محمد طاہر عبدالرزاق کی قلمی کا وشوں کا جائزہ لیا جائے تو کسی احساس شرمندگی کی بجائے احساس تفاخری کے وہ حق دار نہ ہوتے ہیں۔

جو لوگ آج بھی مرزا قادیانی کو "مرزا صاحب" کے الفاظ کے بغیر خطاب نہیں کر سکتے، ان کے لیے ہمارا مشورہ یہ ہے کہ وہ مرزا کے بارے میں جناب الیاس برٹی اور مولانا رفیق دلاوری کی لکھی ہوئی کتابوں کا مطالعہ کریں، محمد طاہر عبدالرزاق کی تالیفات و تصنیفات ایسے "مہذب" انسانوں کے ذوق تہذیب کو بھی مطمئن نہیں کر سکتیں۔ جو لوگ آتش دل کو بخانے کے لیے برف کے گولوں جیسے لفظوں کی تلاش میں سرگردان ہیں، ان کو کسی اور وادی کی سیر کرنی چاہئے۔ مولانا محمد طاہر عبدالرزاق کا قلم تو آتش کا الاؤ چھوڑتا ہے جو انسان گلیشیر کو پچھلا کر رکھ دیتا ہے۔

اگر کسی کا دل مکمل را کہ نہیں بن چکا اور اس میں حب رسول ﷺ کی معمولی سی چنگاری بھی موجود ہے، تو محمد طاہر عبدالرزاق کی نگارشات اس چنگاری کو ایسا شعلہ جواہر بنا دیتی ہیں جس کی پیش میں انسان دل و جان کو اس آگ میں جھوٹنے پر تیار ہو جاتا ہے۔ محمد طاہر عبدالرزاق اب "قیمی جہاد" کی منزل سے گزر کر "قیمی قیال" کی منزل میں داخل ہو گئے ہیں، جہاں الفاظ کی انبیوں کو نیزے کی اپنی کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے، جو ہدف میں کھب کر اسے تڑپا کے رکھ دیتی ہے۔ ان کا قلم اس قیال کے دوران بکھی غزوہ واحد والے حضرت طلحہؓ کی شکل اختیار کر لیتا ہے جو آخر حضرت ﷺ پر برستے ہوئے تیروں کو اپنے سینے پر روکتے ہیں۔ حضرت طلحہؓ خدا کے محبوب پیغمبر ﷺ کے جسد مبارک پر برستے والے تیروں کو روک رہے تھے، اور مولانا طاہر کا قلم ناموس رسالت کے تحفظ کے لیے دیوانہ وار لفظوں کے گولے بر سارہا ہے۔ بس فرق اتنا ہے۔ جسد مبارک ارو ناموس مبارک کا تحفظ بیاندی طور پر ایک ہی فریضہ کی دو صورتیں ہیں، قادیانیت باشبہ اسلام کے خلاف دور حاضر کا بہت بڑا انتہا ہے۔ بقول مرزا آنجھانی اس قتو کا "پودا انگریزوں کا کاشت کر دے" ہے۔ انگریزی استعمار کی سر پرستی نے برصغیر کی زمین پر اس کی آب یاری کی۔ دیکھتے ہی دیکھتے یہ "پودا" ایک تناور شجر خبیث کی شکل اختیار کر گیا۔ اس قتو کی سرکوبی کے لیے اسلامی حمیت سے سرشار مسلمانوں نے مختلف حکومت عملیاں اختیاری ہیں۔ نامور علماء کی ایک جماعت نے قرآن و سنت کی روشنی میں قادیانی کذب کو بے نقاب کیا۔ علامہ اقبال جیسے فلسفیوں نے فلسفہ منطق کی زبان میں قادیانی اسراری قائمی کھول کر رکھ دی۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے تلوار خطابت سے قادیانیت کے چیختے اڑا کر رکھ دیئے۔ الیاس برٹی جیسے محققین نے نہایت دیدہ ریزی سے قادیانی ذرہوں کو جمع کر کے ان کی بھیاں کے تصوری لوگوں کو دکھائی۔ پیر مہر علی شاہ صاحب جیسے صوفیا، کرام نے نعرہ ہائے معرفت و

حقیقت سے قادریانی ایوانوں کو لرزہ براندام کیے رکھا۔ ختم نبوت کے پروانوں نے قادریانی آتش کدے کو اپنے خون کے فواروں سے بجھانے کی لا زدال داستان رقم کی۔ مولانا مفتی محمود اور شاہ احمد نورانی اور مولانا عبدالحق حقانی جیسے اکابرین ملت نے پارلیمنٹ میں آواز حق بلند کر کے قادریانیت پر کفر کی قانونی مہربنت کرادی۔ صدر رضاء الحق نے رد قادریانیت آواز یقین جاری کر کے قادریانیوں کی اسلام دشمن سرگرمیوں کو قاتوںی جذبہ بندیوں میں کئے کی کوشش کی رد قادریانیت کی اس پوری مہم میں شمع رسالت کے پروانوں کا ایک غیور و جسور گرد ہمیشہ قائم رہا ہے جس نے مرزا المعون کے کرتوتوں اور اس کی شخصیت کے شیطانی پہلوووں کو اجاگر کرنے کی دیوانہ وار جدوجہد کی ہے۔ ان کی کاوشوں کا اصل ہدف یہی رہا ہے کہ اس جھوٹے مدعی نبوت کے اندر پھیپھی ہوئے سور کو عام پبلک کے سامنے نگاہ کر کے کچھ اس انداز میں کھڑا کیا جائے کہ اس کے پاس سے ہرگز رنے والا اسے نفرت اور حقارت کی نگاہ ڈال کر گزرے۔ شاید ہی کوئی لطیف مذاق رکھنے والا ایسا ہو جو کچھ میں لمحہ ہوئے ہوئے سور کو دیکھئے اور اس کی طبیعت متفق نہ ہو۔ اپنے بچوں کو کتوں اور سانپوں کے اشرار سے محفوظ رکھنے کے لیے ماں میں انہیں صرف یہی نہیں بتاتی کہ یہ بچوں کو کاٹ لیتے ہیں۔ بلکہ ان کے بارے میں ان کے دل میں نفرت اور خوف کے جذبات کچھ اس طرح ابھارتی ہیں کہ بچے اعلیٰ میں بھی ان انسان دشمن جانداروں کے قریب نہ بھکیں۔ یہی ”اپروچ“، رد قادریانیت مہم میں بھی اپنانے کی ضرورت ہے۔ جو لوگ اس ”اپروچ“ کو اپنارہ ہے ہیں، میں سمجھتا ہوں ان میں محمد طاہر عبدالرزاق کا نام سرفہرست ہے اور وہ اس میں بہت کامیاب جا رہے ہیں۔ آج قادریانیت اگر نفرت اور اشتعال کا ”سمبل“ بن کر رہ گئی ہے تو اس کا بنیادی سبب انہی حضرات کی یہی اپروچ ہے۔ انہوں نے انسانی نفیات کے اصولوں کو رد قادریانیت کے مقاصد کے حصول کے لیے بروئے کارا کر دیں اسلام کی نمایاں خدمت انجام دی ہے۔

ابھی تک میں نے مؤلف موصوف کے متعلق چند باتیں لکھی ہیں، زیر نظر کتاب ” قادریانی کرتوت“، محمد طاہر عبدالرزاق صاحب کی ۲۳ ویں کتاب مگر تازہ تالیف ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے ماہنامہ ختم نبوت، نقیب ختم نبوت، روزنامہ جنگ، روزنامہ اوصاف سفت روزہ عکسیں اور دیگر اخبارات و رسائل میں چھپنے والے ۲۷ مضامین کو مؤلفانہ رشتہ میں پروکر تالیفانہ شیعج کی محلہ دی ہے۔ یہ مضامین اگرچہ مختلف وقتوں میں مختلف افراد کی طرف سے لکھے گئے ہیں، ان کا مرکزی موضوع قادریانی کرتوتوں کے گرد ہی گھومتا ہے۔ مؤلف چونکہ دشت

قادیانیت میں ایک عمر گذار چکے ہیں، اسی لیے ان کا انتخاب قارئین کے لیے چونکا دینے والا اور معلومات افزا ہے۔ تلمیس کوٹی، دیسیس کاری، فریب انگریزی، سازشی چالیس اس قوم دجال کی محنتی میں پڑی ہوئی ہیں جو دجال موعود کا ٹریلر ہے۔ فاضل مؤلف نے تجھے کتنی ہنسی مشقت اٹھائی ہوگی، تب ہی وہ قادیانی کرتو توں کا یہ جھونپڑا اٹھانے میں کامیاب ہوئے ہوں گے جسے انہوں نے ”قادیانی کرتوت“ کا نام دیا ہے۔ اس کرتوتی جھونپڑے میں ڈراجماں کر دیکھئے گا، تو آپ پر چودہ طبق روشن ہو جائیں گے۔ یہ جو جماعت مرزا یہ اعتمادی انتہی نیشنل، اقوام متعدد اور انسانی حقوق کمیش کے دروازوں پر سر نکلا انکرا کر دھائی دیتی ہے کہ پاکستان میں ان پر ظلم ہو رہا ہے، ان کی حقیقت مظلومی کا پروہ اس آئینہ کرتوت میں دیکھیں تو حیرت ہوتی ہے کہ یہ ذریت دجال موعودہ کیا کیا فریب کاریاں کر رہی ہے۔ ان ”مظلومان دادخواہ“ کے اثر دروغ کا پول بھی زیر نظر کتاب کھول کر رکھ دیتی ہے۔

اس کتاب کے موضوعات میں کتنا تنوع، اور اس میں قادیانیوں کی کم کم گردہ چالوں کا تذکرہ کیجا کر دیا گیا ہے، اس کو اگر اختصار سے بھی بیان کرنا چاہوں تو طویل مضمون درکار ہے۔ ارقم الحروف نے قادیانیت پر بہت کچھ پڑھ رکھا ہے، پھر بھی قادیانیوں کے بعض ”کرتوت“ اس کی نگاہ سے اوچھل تھے، اب اس تالیف میں دیکھا ہے تو درحیرت واہوا ہے۔ چند مضامین کا یک سطہ تذکرہ اگر کر دیا جائے تو شاید قارئین اس کتاب کی افادیت کا ایک سرسری خاکہ ہن میں اسکیں۔

قارئین کرام! ”جزل موسیٰ پرودہ اخھاتے ہیں“ تو آپ پر دے کے چیچے جھاںک کر حیران رہ جائیں گے کہ ۱۹۶۵ء کی جنگ میں قادیانی جرنیلوں نے اپنے نام عزائم کی تیکیل کے لیے کیا کیا سازش کی۔ ایک خطرناک قادیانی چال ”پڑھ کر آپ پر منشاف ہو گا کہ کس طرح مسلمانوں کو قادیانی و وزر ایک فہرست میں شامل کر اکر ایک قادیانی دغabaز سرحد اتمبلی کارکن منتخب ہوتا ہے۔ روہ کے نام نہاد ”قرerà غلافت“ کے اندر کے ہوش ربا حالات کی اصل کہانی راشد چودہ ہری کے قلم سے درج کی گئی ہے۔ بلوجستان میں قادیانی سرگرمیاں بھی انکشاف کا درج رکھتی ہیں۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ قادیانیوں کے خلیفے نے اپنے پیروکاروں کو بلوجستان کے سادہ اوح عوام کو قادیانی بنانے کا ناٹک سونپا تھا؟ انکر نہیں جانتے تو ”بلوجستان میں قادیانیت کے عزم“ کا مطالعہ ضرور کیجئے۔ پھر بھی مسلمانوں سے مگل کیا جاتا ہے کہ ان میں تلبیتوں کے متعلق رواداری نہیں ہے۔ ”قادیانی کرتوت“ میں مرزا منور احمد ملک کا مضمون بھی

خاصل کی چیز ہے۔ ملک صاحب خود چالیس برس تک قادیانی رہے، خدا انہیں خلقت سے چھینچ کر فور کی طرف لا یا۔ انہوں نے جس طرح جہلم کے متعلق اعداد و شمار دیے ہیں، اگر پاکستان کے تمام ضلعوں میں محققین اس طرح اعداد و شمار جمع کر دیں، تو قادیانی پر اپنیگندہ کے غبارے سے ہوا نکل جائے گی۔ قادیانی اپنی تعداد کے بارے میں بے حد مبالغہ آرائی سے کام لیتے ہیں، منور احمد ملک نے باقاعدہ، حقائق کی بنیاد پر ان کا دعویٰ جتنا ایسا ہے۔ پاکستان کے انہی پروگرام تو جاہ کرنے میں قادیانیوں نے کس قدر لگھنا نے مصوبہ بنانے اس پر بھی دو مظاہر شامل کتاب کیے گئے ہیں۔ ڈاکٹر عبدالستار جو ابھی تک قادیانی میں، ان پر ہونے والے مظاہر کا تذکرہ بھی پچشم کشا ہے۔

روزنامہ جنگ کے صحافی قبلہ ندیہ ناجی صاحب کا ”روشن خیال“ چھروڑ تو آپ آئے روڈ جنگ کے صحافات پر دیکھتے ہی رہتے ہیں۔ یہ ان کا دوسرا جنم ہے۔ آپ ان کے پہلے جنم کی بھلک، لکھنا پسند کرتے ہوں تو یہودی اخبار میں پاکستانی قادیانیوں کی تصویر دیکھ کر انہوں نے جو حیرت انگیز مضمون لکھا تھا، اسے یک نظر ضرور دیتے ہیں۔ ذرا غور فرمائیجے یہ صاحب کل کیا تھے اور اب کیا ہو گئے ہیں۔ ”بگد دلیش“ میں قادیانی سرگرمیوں کا جائزہ، بھی معلومات افزا، ہے۔ ایک جوان سال روشنیہ کو آنھوں یہوی کے طور پر حال ہی میں دام نکاح (یاداں تزویر) میں چھاننے والے سابق گورنر پنجاب نام ”مصطفیٰ کھر“ کے ساتھ قادیانیوں نے کیا کیا؟ یہ جاننے کے لیے ”قادیانی اور کھر تازمہ“ فاضل مؤلف نے آپ کے ذوق مطابع کی نذر کیا ہے۔ جنوبی افریقہ میں قادیانی ”اشاعت اسلام“ کا عزم لے کر گئے تھے اور پھر قدرت کو یوں منظور تھا کہ اپنے اعلیٰ چہرے پر کفر کا تمذبہ جما کر نمونہ غیرت بن گئے۔ اس پورے مقدمہ کی تفصیل سید عبیب الحق ندوی کے مضمون میں موجود ہے۔ غرض کیا کیا بیان کروں اور کے مرفوع المقام سمجھ کر نظر انداز کروں۔ اب میں آپ کی انگلی پکڑ کر قادیانیوں کے ہر بر کرتوت پر پھرانت سے تو رہا، کچھ تو آپ بھی فاضل مؤلف کو دادتا لیف دیں اور جن مضامین کا تذکرہ میں نہ مدد انہیں کیا، ان کا مطالعہ بھی آپ اتنا ہی مفہیم پائیں گے۔

فاضل مؤلف کوئی پیشہ، رقمم کا رخیں ہیں، مگر جوش ملی اور دینی غیرت نے انہیں جس ”قہقہی قیال“ کے لیے اپنی عمر مزیز واقف کر دیئے پر مجبور کر دیا ہے، خدا کرے ان کے جذبات کا اداویہ نہیں البتا رہے اور ان کا قلم یونہی جواہر پارے انگلیاں رہے۔ ہم ان کے ”شغل قیال“ میں استقامت کے لیے دعا گو ہیں۔

۱۹۶۵ء کی جنگ

جزل موسیٰ پرده اٹھاتے ہیں

جنگ ستمبر میں پاکستان کی بڑی فوج کی قیادت کے ذمہ دار کمانڈر اچیف جنگ محمد موسیٰ نے اس جنگ کے پندرہ سال بعد ۱۹۸۰ء میں لکھی گئی اپنی کتاب "ماںی ورثون" میں اپنے دور کے واقعات قلم بند کرتے ہوئے بعض تخفیق خاکن کو بے نقاب کیا ہے جن سے رن کچھ اور رکھنے کے ساتھ ۱۹۶۵ء کی جنگ میں بھٹو کے سازشی کردار کی بعض مربوط کریڈیٹ ہمارے سامنے آئی ہیں۔ ان کے ساتھ اگر ۱۷ء کی جنگ کو بھی ملک کر کے بھٹو کے مجموعی کردار کا جائزہ لیا جائے تو وہ ہمارت کے ایک ابجٹ کی صورت میں ہمارے سامنے آتے ہیں۔ آئیے ریکھیں جزل موسیٰ کیا کہتے ہیں:

جزل موسیٰ اپنی کتاب مائی ورثون (My Version) میں لکھتے ہیں کہ جنگ کی پیشگی سنو یہ بندی یا فوجی حکمت عملی کے تحت نہیں ہوئی گئی تھی بلکہ یہ اس وقت کے دریے خارج ذوالتفاری علی بھٹو اور سیکریٹری خارجہ عزیز احمد قادریانی نے مجرم جزل اختر حسین ملک (قادریانی) کے ٹھہر جوڑتے ہو اس وقت آزاد کشمیر میں ہماری کمپنی اج کے کمانڈر تھے، ہم ہر سلطنت کی تھیں۔ انہوں نے حکومت پاکستان پر دباؤ ڈالا کہ وہ متبوعہ ریاست میں ہوئے والی گروپ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے فوج کو بدایت کرے کہ وہ ہمارتی متبوعہ کشمیر میں بھی مدت کی

تخریبی کارروائیوں کی خاطر اپنے گورنمنٹ سے داخل کرے جو مقامی آبادی کو عاصب بھارتی فوج کے خلاف تحریک آزادی چلانے میں مدد فراہم کریں۔ ان افراد کے مطابق اس وقت تک ڈائریکٹر آف اٹیلی جس یورونے جو اقدام کیے تھے، وہ نہ صرف غیر موثر ہے تھے بلکہ قابض فوجوں کو چونکا کرنے کا باعث بھی بنے تھے جس کے نتیجے میں دشمن کی فوجوں نے اپنے حفاظتی انتظامات کو نہایت سخت کر دیا تھا۔

جزل موئی کتاب کے پہلے باب "جنگ سے قبل کے سیاسی حالات" میں لکھتے ہیں "میں نے جی اچ کیوں اپنے عملے کے ہمراہ اس تجویز کا جائزہ لیا اور ہم اس نتیجے پر پہنچنے کے شکریہ کے مسئلے کو متھک کرنے کے لیے کچھ ثابت اقدام ہوئے چاہیں اور اس نظریہ کے تحت مقبوضہ کشمیر کے عوام کو احتجاجی مسم چلانے کے لیے مدد فراہم کی جائے۔ اگرچہ نظریاتی اور بنیادی طور پر یہ ایک جائز طریقہ تھا لیکن اس کا دائرہ کار مدد و ہوتا چاہیے اور ہماری حکومت کو جلد بازی میں ان احتجاجی سرگرمیوں کے لیے کسی اشتغال انگیز اقدام اور باقاعدہ امداد کا وعده نہیں کرنا چاہیے۔ جون ۱۹۴۷ء میں عجیب کو دیے گئے انٹرویو میں جزل موئی نے کہا یہ عجیب جنگ تھی۔ ہم تو جنگ کرنا ہی نہیں چاہتے تھے۔ پاکستان کی پالیسی عدم جاریت کی تھی اور ہے۔ تمام دنیا کو پتہ ہے کہ ہمارے کبھی بھی جارحانہ عِزانم نہیں رہے۔ جب کشمیر میں کارروائی کرنے کے منصوبے کا مجھے علم ہوا تو میں نے بتایا کہ وادی کے لوگ ہمارے ساتھ تعاون نہیں کر سکیں گے۔ وہاں بھارتی فوج کے پانچ چھوڑ دیڑن موجود ہیں اور مقامی لوگوں کے تعاون کے بغیر گورنمنٹ آپریشن کامیاب نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جانے والوں کو غذا، ہتھیار گولہ، بارود اور طبی امداد کی فراہمی ممکن نہیں ہو گی۔ لیکن یہ مرحوم بھٹو صاحب کا منصوبہ تھا۔ ہماری بات نہیں سنی گئی۔

جزل محمد موئی بیان کرتے ہیں "حکومت پاکستان کے وزیر خارجہ ذوالفقار علی بھٹو جوں و کشمیر کی صورت حال پر تبادلہ خیال کے بہانے اکٹھو پیشتر یہ سمجھ جزل اختر حسین ملک اور میرے دیگر افسران سے اپنی رہائش گاہ پر ملاقاتیں کرتے رہتے تھے جبکہ در حقیقت وہ ان موقوع پر اپنا سارا ازوریہ ثابت کرنے پر صرف کرتے تھے کہ مقبوضہ ریاست میں جلد از جلد فوجی مملوکوں کا آغاز کرنا اشد ضروری ہے۔ مجھے بھی شرکت کے لیے مدد عوکیا جاتا تھا لیکن میں سوائے ایک مرتبہ کے دوبارہ کبھی نہیں گیا اور وہ بھی میں صرف یہ جانے کے لیے گیا تھا کہ

ان پس پر وہ سرگرمیوں کے اصل مقاصد کیا ہیں۔ چنانچہ میں نے خود کو ان ملاقتوں سے الگ رکھنے کا فیصلہ کیا اور جس ماحول میں یہ نام نہاد تبادلہ خیال جاری تھا، اس نے مجھے مجبور کیا کہ میں یہ تمام صورت حال صدر پاکستان کے علم میں لاوں۔ بحیثیت فوجی کمانڈر میں نے محسوس کیا کہ زمینی جنگوں کے ذمہ دار کی حیثیت سے میرے ان ماتحتوں کو یہ یاد دلانے کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ اس قسم کی بیرین واٹنگ سے ہوشیار رہیں۔ اس کے بر عکس مجھے یقین تھا کہ ان میں سے بیشتر افراد ایسے ہیں جنہیں کسی صورت گمراہ نہیں کیا جاسکتا۔ ادھر صدر ایوب نے میری اس بات سے اتفاق کیا کہ اس قسم کے حساس نوعیت کے معاملات میں غیر متعلقہ افراد کی مداخلت ایک ناپسندیدہ فعل ہے۔ انہوں نے مجھ سے وعدہ کیا کہ وہ وزیر خارجہ بھٹو کو فوج کے متعلقہ افراد کے ساتھ خفیہ ملاقتوں سے منع کریں گے۔ میری اس کوشش کا ثابت نتیجہ نکلا۔

جنگ تحریر کے آغاز سے تمل بھٹو صاحب نے اگرچہ اس بات کو بہت کثرت سے اچھا لاء کہ پاکستان کے ساتھ بھارت کی جنگ کے نتیجے میں وہ چین سے مادی امداد حاصل کر سکتے ہیں لیکن ہم فوجیوں نے کبھی اس پر یقین نہیں کیا تھا۔ ۱۹۴۷ء کی انتخابی ممکن کے دوران لاهور کے موچی گیٹ کے جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے بھٹو صاحب نے چینی امداد کے اس دعوے کو میرے ساتھ گفتگو کے حوالے سے دہرا�ا جس سے ان کی مراوغانہ بایہ تاثر پیدا کرنے سے تھی کہ میں اس جنگ میں خخت پریشان ہو گیا تھا اور پیروں فوجی امداد کے لئے دہائی دے رہا تھا لیکن میں نے اس سے اس لئے درگزر کیا کہ وہ اسوق محض سیاہی فواز مدد حاصل کرنے کے لئے اس قسم کی باتیں کر رہے تھے۔ جو کہ انہیں نہیں کرنی چاہئیں تھیں۔
(ب) مکمل یہ ہفت روزہ "بھتیر" کراچی

امریکہ کی مشروط امداد مسلمانوں کے

ندہبی معاملات میں مداخلت ہے

روزنامہ جگہ ۵ نومبر ۱۹۸۷ء میں ارشاد احمد حقانی کے قلم سے یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ امریکی بیسٹ کی طرف ارکنی خارجہ تعلقات کی کمپنی نے پاکستان کی فوجی و اقتصادی امداد کے لیے اپنی قرارداد میں جو شرائط شامل کی ہیں ان میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ امریکی صدر ہر سال اس مفہوم کا ایک سریعیت جاری کریں گے کہ حکومت پاکستان اقتیتوں مثلاً احمدیوں کو مکمل شہری اور ندہبی آزادیاں نہ دینے کی روشن سے باز آرہی ہے اور انکی تمام سرگرمیاں ختم کر رہی ہے جو ندہبی آزادیوں پر قدغن عائد کرتی ہے۔ قابل غور بات یہ ہے کہ امریکہ نے قادیانیوں کے لیے پاکستانی امداد کو کیوں مشروط کیا ہے۔ اس کی وجہ وجوہ ہو سکتی ہیں۔ یا تو نسل انسانیت کے لیے یا پھر ان درونی سازش کے لیے۔ اگر نسل انسانیت کے لیے یہ اقدام ہے تو کیا پاکستان میں بننے والے عیسائیوں، ہندوؤں کی حمایت میں بھی کبھی ایسا فصلہ کیا، یقیناً نہیں کیا۔ پاکستان کے بانی اور واضح اکثریت پر مشتمل مسلمانوں کی آبادی میں مٹھی بھر قادیانیوں نے جو تباہی مچائی ہے، اس وقت حقوق انسانی آپ کو نظر نہیں آتے تھے۔ مولانا محمد اسلام قریبیؒ کو قادیانیوں نے شہید اور اغوا کیا، ساہیوال میں غیر مسلمانوں کو شہید کیا، بلوچستان میں مولانا محسن الدین کو شہید کیا یہ انسانی بھروسہ کیوں پیدا نہ ہوئی، راولپنڈی میں عیناً کاڑہ قادیانی شخص چلا رہا تھا اور حکومت نے چھاپے مارا اور گرفتار کیا

گیا۔ جو فحص نسل انسانی کو تباہ کر رہا تھا، اس وقت امریکیوں کی غیرت کیوں بیدار نہ ہوئی۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ سارا اکھیل نسل انسانیت کے لئے نہیں ہے بلکہ اکفر ملت واحدہ کے پیش نظر اندر ورنی سازش بول رہی ہے اور پاکستانی امداد رذک کر مسلمانوں کو بلیک میل کیا جا رہا ہے لفڑا ہم تمام اسلامی ممالک بالخصوص حکومت پاکستان سے اپیل کرتے ہیں کہ امریکہ و روس اور غیر مسلم مالک کی امداد اس محیرے کی ہی ہے جو پھر کو پکڑنے کے لئے کائن پر لا دال گاتا ہے۔ اس کی مراد پھر کو خوراک پہنچانا نہیں ہوتا بلکہ پھر کو ہڑپ کرنا ہوتا ہے۔ لہذا تمام اسلامی ممالک کو چاہیے کہ کفار کی مدد پر سارانہ رکھیں۔

بماہی اتحاد کے ساتھ اپنے پاؤں پر کھڑے ہو کر قرآن کے حکم اعدول ہم ماستطعتم پر عمل کریں۔ مسلمان قوم غیرت مند ہے اور مادی و سائکل پر بھروسے نہیں کرتی۔ بلکہ احکم الحاکمین کی مدد کامل پر یقین رکھتی ہے اور ہم زام اقتدار سنجھانے والوں سے اپیل کرتے ہیں کہ ان کا کل بھیڑوں پر کڑی نظر رکھیں اور اس بیان کی تھیں متعین کراصل حرکات سے آگاہی حاصل کریں، کہ امریکہ نے قادیانیوں کی حمایت کے ساتھ پاکستانی امداد کو کیوں مشرود کیا ہے۔ اس بات سے مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیک پہنچتی ہے اور مسلمان بختی کے ساتھ اس کی مدد کرتی ہے۔ امریکہ شروع سے قادیانیوں کی پشت پناہی کر رہا ہے۔ امریکہ کے بغلی بچہ، اسرائیل کے اہم ترین عدوں پر قادیانی فائز ہیں اور رہ چکے ہیں۔ ان کے فسادات و شرپسندی کے منصوبے اسرائیل میں تیار ہوتے ہیں۔ اسی گھب جوڑنے امریکہ کو مجبور کیا کہ پاکستانی امداد کو قادیانیوں کی آزادی کے ساتھ مشرود کر دیا۔ جبکہ قادیانی آزاد دن ماتے پھر رہتے ہیں۔ پاکستان کے کلیدی عدوں پر فائز ہیں لیکن مگر پچھے کے آنسو بہا اُن کا جدی پیشی شیوه ہے۔ ان کا عقیدہ اکھنڈ بھارت ہے۔ انہوں نے نہ پاکستان کو تسلیم کیا ہے اور نہ تباہی کر سکتے ہیں۔ بلکہ انہوں نے اپنی میتوں کو امامتاء دفن کیا تاکہ بعد میں قادیانی لے جائیں۔ یہ خواب انشاء اللہ شرمندہ تعمیر نہیں ہو گا۔ امریکہ کی مشرود امداد مسلمانوں کے مذہبی معاملات میں مداخلت ہے جو ناقابل برداشت ہے۔

جن لوگوں نے آج تک پاکستان کو اپناملک ہی تسلیم نہیں کیا، ان سے اچھائی کی کیا توقع کی جاسکتی ہے بلکہ ان کی جماعت کی پوری کوشش و محنت اس بات پر ہو رہی ہے۔ کسی طرح پاکستان کو تباہ کر دیا جائے اور اسے اکھنڈ بھارت بنا دیا جائے۔ اسی مقصود کے لئے

انہوں نے امریکہ میں زمام اقتدار سنبھالنے والوں کی مدد چاہی ہے۔ اگر ان کو پاکستان سے محبت ہوتی تو یہ ملک پاکستان کے خلاف یا وہ گوئی نہ کرتے۔ امریکہ کی اس مکروہ شرط سے اندازہ ہوتا ہے کہ قادیانی ملک کو نقصان پہنچانے کا جال بن چکے ہیں۔ زمام اقتدار سنبھالنے والوں پر فرض عائد ہوتا ہے کہ اس قادیانی نواز امریکی پالیسی کے پیش نظر کمل تحقیق کرائی جائے کہ امریکہ کو اس شرط پر آمادہ کرنے والے کون کون اشخاص ہیں۔ آئئے دن کے دھماکے، فسادات، ہندوستان کی گیدڑ بھیکیاں، بکاؤ لیڈر ووں کے پیاتاں، ان سب باتوں کے ذائقے قادیانی ذریت اور یہودیت کے ساتھ ملتے ہیں۔ حمرانوں کو چاہیے کہ نوٹس لے اور ملک کے خلاف کام کرنے والوں کو آئین پاکستان کے تحت غداری کا مرکب گردان کر غدار کی سزا لاگو کی جائے۔ یہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے بھی غدار ہیں اور ملک و ملت کے بھی غدار ہیں۔ غداروں کو چھوڑ دینا ہر طرح مفزوں ملک ہے۔ امریکہ کے ارباب بست و کشاور کو چاہیے تو یہ تھا کہ قادیانیوں کو ناپسندیدہ، تحریک کار اور پراسرار سمجھتے ہوئے اپنے تمام حواری ممالک میں ان کے داخلے پر پابندی لگائی جاتی اور ایسے گروہ کا عرصہ حیات نک کر دیا جاتا تاکہ نسل انسانی کو ان کے ہاتھوں نقصان نہ پہنچ سکے جبکہ پوری امت اسلامی کا اس بات پر اجماع ہے کہ قادیانی کافروں مرتداوں را ازہر اسلام سے خارج ہیں۔ امریکی حکومت کو چاہیے کہ اجماع امت کے پیش نظر ان کو دہشت گرد نولہ قرار دے کر (د۔ف۔ع) کر دے۔ لہذا امریکہ کے ارباب حل و عقد کو ہم خبردار کرتے ہیں کہ قادیانیوں کی حمایت سے دستبردار ہو جائیں ورنہ پوری امت مسلم امریکہ کے خلاف بائیکاش کی تحریک چلائے گی۔

(ہفت روزہ "ختم نبوت" جلد ۶، شمارہ ۱۲، ستمبر ۱۹۸۷ء)

ایک خطرناک قادریانی چال

ختم بوت دین کا بتنا بنیادی اور اہم مسئلہ ہے۔ ہماری پاکستانی حکومتیں اسے ہیشہ اتنا عی نظر انداز اکرتی چلی آرہی ہیں۔ یہ ایسا عظیم حادثہ ہے کہ اس پر بتنا بھی انوس کیا جائے، کم ہے۔ اس کی ایک تازہ مثال ذیل کی خبر سے ملاحظہ ہو۔

پشاور (جنت زادہ یوسف زئی) سرحد اسلامی کی قادریانی اقیانی نشت پر مسلسل تین مرتبہ رکن اسلامی منتخب ہونے والے رکن اسلامی اور وزیر اعلیٰ سرحد کے خصوصی معاون ملک قیم الدین خالد نے صوبہ سرحد کی قادریانی نشت پر رکن اسلامی منتخب ہونے کے لئے صوبہ سرحد کے مختلف علاقوں سے تعلق رکھنے والے ۱۵۵ سے زائد سادہ لوح اور راجع العقیدہ مسلمانوں کو قادریانی اور احمدی بنایا۔ ملک قیم الدین خالد ۱۹۹۰ء سے مسلسل قادریانی نشت پر رکن سرحد اسلامی منتخب ہو رہے ہیں۔ ایکش کیش آف پاکستان کے تیار کردہ قادریانی انتخابی فرست میں شامل افراد کے نام ولدیت اور رہائش پتے متعلقہ علاقوں کے مسلمان و درہڑوں کے انتخابی فرستوں میں بھی موجود ہیں۔ جبکہ ملک قیم الدین خالد نے محض اسلامی کی رکنیت حاصل کرنے کے لئے سادہ لوح اور راجع العقیدہ مسلمانوں کو قادریانی اور احمدی بنے پر مجبور کیا۔ تفصیلات کے مطابق صوبائی ایکش کیش آف پاکستان کی دستاویزات انتخابی فرستوں اور دوسرے شواہد میں سننی خیز امکشافتات سامنے آئے ہیں۔ جس کے مطابق اچھروہ لاہور سے تعلق رکھنے والے ملک قیم الدین قادریانی نشت پر سات و نوں سے رکن سرحد اسلامی منتخب ہو گئے اور بعد میں سابق وزیر اعلیٰ مرحوم میر افضل خان کے معاون خصوصی بھی ہیں گئے۔ تاہم ۱۹۹۳ء کے انتخابات میں ملک قیم الدین خالد کے

ووزروں کی تعداد حیرت انگیز طور پر بڑھ گئی اور ملک قیم الدین خالد اس مرتبہ ۸۳ ووٹوں سے رکن سرحد اسلامی منتخب ہو گئے۔ جبکہ ۱۹۹۷ء کے انتخابات میں ملک قیم الدین خالد نے ۸۵ ووٹ لے کر حیثیتِ ٹرک مکمل کی۔ ایکش کمیشن آف پاکستان کے ۱۹۹۳ء کی قادیانی ووٹر لٹوں میں جو شنسی خیز حقائق سامنے آئے ہیں، اس کے مطابق ملک قیم الدین خالد نے ایک مربوط منصوبہ بندی اور وسیع پیمانے پر بڑی رقم خرچ کر کے صوبے کے مختلف علاقوں سے تعلق رکھنے والے ۱۹۳ افراد کے نام قادیانی ووٹر لٹ میں شامل کیے۔ اس انتخابی فہرست میں شامل ۱۹۳ افراد کو پشاور کی جدید ترین اور پوش رہائش علاقوں حیات آباد کے سکونتی اور شری درج کیا گیا ہے۔ جبکہ ۱۹۹۳ء کے بعد ملک قیم الدین خالد نے نو شرہ کے مضاناتی بستی خو-سیکلی پایاں اور چار سدہ سے تعلق رکھنے والے افراد کے اندر اراج، انتخابی نہرستوں کے نام نمبرے کے ذریعے پر کر کے انہیں نو شرہ کینٹ کے وارڈ نمبر ۹ اور نمبرا کے شری اور رہائشی درج کیا ہے۔ سب سے حیرت انگیز اکٹھاف یہ ہوا ہے کہ خود ایکش کمیشن کی تیار کردہ مسلم ووٹر لٹوں میں جو خو-سیکلی پایاں اور چار سدہ کے ایک موضوع ماروزی کی انتخابی فہرستیں ہیں، قادیانی ووٹر لٹوں کے تمام نام ان مسلم ووٹر لٹوں میں بھی شامل ہیں۔ ایکش کمیشن کی تیار کردہ مسلم اور قادیانی ووٹر لٹوں میں جو نام دونوں جگہ شامل کیے گئے ہیں۔ ان میں خو-سیکلی پایاں کے شین خان ولد اول خان، نڈھب احمدی، رہائش حیات آباد، پیشہ ملازمت، عمر ۳۰ سال درج ہے۔ جبکہ خو-سیکلی پایاں تحصیل و ضلع نو شرہ کی مسلم ووٹر لٹ میں شین خان ولد اول خان کو عمر ۲۳ سال، نڈھب اسلام اور رہائش شیخ شباز بابا درج ہے۔

اسی طرح رضوان اللہ ولد غلام سرور کے کوائف قادیانی ووٹر لٹ کے مطابق نڈھب احمدی، عمر ۳۰ سال، رہائش حیات آباد، پشاور، پیشہ ملازمت اور انتخابی حلقة وارڈ نمبر ۲۳ شاہین ٹاؤن، پشاور درج ہیں۔ جبکہ مسلم ووٹر لٹ کے اندر اراج کے مطابق رضوان اللہ ولد غلام سرور خان، عمر ۳۲ سال، نڈھب اسلام، پیشہ ملازمت، رہائش محلہ جمند خیل خو-سیکلی پایاں ضلع نو شرہ درج ہے۔ فضل ہادی، ولد غلام اکبر نڈھب احمدی عمر ۳۲ سال رہائش حیات آباد، پشاور، انتخابی حلقة وارڈ نمبر ۲۳ شاہین ٹاؤن جبکہ مسلم ووٹر لٹ کے مطابق فضل ہادی، ولد غلام اکبر، پیشہ مزدوری، عمر ۲۴ سال نڈھب اسلام، رہائش محلہ جمند

خیل خو-سکلی پایاں ضلع نو شرہ درج ہیں۔ مقصود علی ولد بدیع الزماں نہ ہب احمدی رہائش حیات آباد، پشاور، انتخابی حلقة وارڈ نمبر ۲۳، شاہین ٹاؤن، پشاور جبکہ مسلم ووڑاٹ کے مطابق مقصود علی ولد بدیع الزماں، عمر ۲۲ سال، نہ ہب اسلام، رہائش محلہ جنڈ خیل خو-سکلی پایاں ضلع نو شرہ۔

محمد عالمگیر ولد نشین جان، عمر ۲۲ سال، نہ ہب اسلام، رہائش محلہ جنڈ۔ مدت خان ولد نذر محمد ہب قادیانی، عمر ۳۲ سال، رہائش دار وارڈ نمبر ۳، نو شرہ کینٹ اور مسلم ووڑاٹ کے مطابق مدت خان ولد نذر محمد، عمر ۳۲ سال، نہ ہب اسلام، رہائش ضلع چار سدہ۔ ایرا ایم ولد شامل خان، نہ ہب قادیانی، عمر ۲۹ سال رہائش حیات آباد، پشاور، انتخابی حلقة وارڈ نمبر ۲۳، شاہین ٹاؤن، مسلم ووڑاٹ کے مطابق ایرا ایم، ولد شامل خان، نہ ہب اسلام، عمر ۲۲ سال، رہائش شیخ شہباز بابا خو-سکلی پایاں ضلع نو شرہ۔ مدٹ خان ولد مزمل خان نہ ہب قادیانی، عمر ۲۶ سال رہائش دار وارڈ نمبر ۳، نو شرہ کینٹ، جبکہ مسلم ووڑاٹ میں مدٹ خان ولد مزمل خان، عمر ۳۰ سال، نہ ہب اسلام، رہائش ماروزی ضلع چار سدہ، لحاظ گل ولد فیض گل، نہ ہب قادیانی عمر ۲۲ سال، رہائش دار وارڈ نمبر ۳، نو شرہ کینٹ جبکہ مسلم ووڑاٹ میں لحاظ گل ولد فیض گل، نہ ہب مبارک شاہ، عمر ۲۵ سال، پیشہ زمینداری، رہائش ماروزی، ضلع چار سدہ۔ مریان شاہ، ولد لشکر خان، نہ ہب قادیانی، عمر ۲۸ سال، پیشہ تجارت رہائش دار وارڈ نمبر ۳، نو شرہ کینٹ۔ مسلم ووڑاٹ میں رحیم اللہ ولد لشکر خان، نہ ہب اسلام، عمر ۲۸ سال، پیشہ تجارت، رہائش دار وارڈ نمبر ۳، نو شرہ کینٹ۔ فیصل خان ولد حمید خان، نہ ہب قادیانی، پیشہ تجارت عمر ۵۰ سال، رہائش دار وارڈ نمبر ۴، نو شرہ کینٹ، مسلم ووڑاٹ میں فیصل خان، ولد حمید خان، نہ ہب اسلام، پیشہ زمینداری، عمر ۳۰ سال، رہائش خو-سکلی پایاں، ضلع نو شرہ۔ رب نواز خان، ولد امیر نواز خان، نہ ہب قادیانی، پیشہ ملازمت، عمر ۷۲ سال، رہائش حیات آباد، پشاور۔ انتخابی حلقة وارڈ نمبر ۲۳، شاہین ٹاؤن اور مسلم ووڑاٹ میں رب نواز خان، ولد امیر نواز خان، پیشہ ملازمت، عمر ۳۳ سال، محلہ عمرزی خو-سکلی پایاں ضلع نو شرہ اور نور الدین ولد مومن خان، نہ ہب قادیانی، پیشہ ملازمت، رہائش حیات آباد انتخابی حلقة وارڈ نمبر ۲۳، شاہین ٹاؤن پشاور۔ مسلم ووڑاٹ کے مطابق نور الدین ولد مومن خان، پیشہ ملازمت، عمر ۲۳ سال،

رہائش محلہ نور احمد بابا لالی خیل خو-ستگی پایاں ضلع نو شرہ درج ہیں۔ اس سلسلے میں جب صوبائی ایکشن کشنز سے رابطہ کر کے پوچھا گیا تو انہوں نے "روزنامہ اوصاف" کو بتایا کہ مجھے ذاتی طور پر اس تھیں اور حساس نوعیت کے مسئلے کا کوئی پتہ نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں جو ووڈر لیں صوبائی حکومت فراہم کرتی ہے۔ ہم اس کے بنیاد پر انتخابی عمل اور ذمہ داریاں پوری کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میرے علم کے مطابق رکن صوبائی اسمبلی ملک قیم الدین خالد محلہ قصائی پشاور کے اصل باشندے ہیں، ۱۹۹۰ء تک صوبہ سرحد کے کسی علاقے میں ملک قیم الدین خالد کا نام کسی بھی انتخابی حلقوں میں درج نہیں تھا۔ اور نہ یہ وہ صوبہ سرحد میں کسی منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد کے مالک تھے۔ ذرائع کے مطابق اس خاندان کے چار بھائی ملک بشیر الدین خالد قادریانی نشت پر رکن قوی اسمبلی، ملک قیم الدین خالد صوبہ سرحد کی واحد قادریانی نشت پر رکن سرحد اسمبلی ہیں۔ ملک قیم الدین خالد، بخارباد اسمبلی کی قادریانی نشت پر رکن، بخارباد اسمبلی ہیں اور ان کے بھائی ملک سعید الدین خالد سندھ اسمبلی کی قادریانی نشت پر رکن سندھ اسمبلی چلے آرہے ہیں۔ ذرائع کے مطابق رکن سرحد اسمبلی ملک قیم الدین کا تجویز کننده اشفاق احمد ولد غلام ربانی جو حیات نظر پر چک ہپتاں کے میڈیکل اولی ڈی میں ڈپرنسکی نیٹیٹ سے خدمات انجام دے رہا ہے۔ وہ نہ تو قادریانی ہے اور نہ احمدی اور قادریانی ووڈر لسٹ میں ان کا نام درج نہیں ہے۔ ذرائع کے مطابق ملک قیم الدین خالد کو سب سے پہلے نو شرہ سے تعلق رکھنے والے بال ولد فضل کریم نے صوبہ سرحد میں متعارف کرایا۔ جبکہ اس خاندان کی سیاسی سرپرستی لاہور سے تعلق رکھنے والا مسلم لیگ (نوں) کا ایک کلیدی راہنماء حاجی جبار کر رہا ہے۔

(روزنامہ اوصاف، اسلام آباد، فروری ۱۹۹۹ء)



کیا ربہ کے قصر خلافت میں ایٹھی پلانٹ تعمیر ہو رہا ہے

ایک اخبار نویس کی رو داد--- جو قادریانیوں کے سختے چڑھ گیا

تحریر: راشد چودھری

قادریانی فرقے کے سربراہ مرزا ناصر احمد کی دل کے دورے کی وجہ سے موت اور پھر مسئلہ جانشینی پر آنجمانی کے بھائیوں میں بھیں اختلافات کی خبریں سن کر ہماری اخبار نویس کی مخصوص حصہ تجسس ہمیں بے جھن کرنے لگی اور جب یہ تاقابلی برداشت محسوس ہونے لگی تو ہم نے ربہ جا کر خود حالات کا جائزہ لینے کا فیصلہ کیا۔ ۲۳ جون کو صبح نوبجے کے قریب جب بس کے اڈے کے قریب واقع گول بازار میں داخل ہوا تو وہاں مند شہنشی کے بعد مرزا طاہر احمد کی پہلی تقریر کے ٹس کی آوازیں سنیں، تقریر کی آوازیں متعدد دکانوں سے اٹھ رہی تھیں اور بظاہر ایسے لگتا تھا کہ اس سلسلے میں باقاعدہ پروگرام کے مطابق عمل کیا جا رہا ہے کیونکہ یہ آوازیں مناسب فاصلوں سے اٹھ رہی تھیں۔ ایک دکان کا مالک تباہی خامہ ہم آواز میں کسی شخص کی شیپ سن رہا تھا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ آنجمانی مرزا ناصر کی تقریر سن رہا ہے۔

مسلسل دو ٹھنے تک میں نے ربہ میں گھوم پھر کر لوگوں کی آراء معلوم کیں جن سے صاف پتہ چلتا تھا کہ اگرچہ اس شہر میں مرزا رفیع احمد کے حامیوں کی بھی اچھی خاصی تعداد موجود ہے مگر مرزا طاہر اور ان کے حامیوں کو حالات پر کنٹرول حاصل ہے۔ جب مرزا رفیع کے ایک حامی سے اس کی توجیہ طلب کی گئی تو اس نے کہا کہ ابھی لوگ مرزا ناصر احمد کی موت کا سوگ منار ہے ہیں۔ اس لیے اصل صورت حال چند روز تک کھل کر سامنے آئے گی۔

ایک ملخص قادریانی نوجوان سے پوچھا کہ آیا وہ مرزا رفیع احمد کو پسند کرتا ہے تو اس نے جواب دیا، "کیوں نہیں، وہ بہت نیک آدمی ہیں۔" تو پھر آپ نے مرزا طاہر احمد کی بیت کیوں کی؟" میں نے دریافت کیا۔ جس پر اس نے کہا:

"در اصل جماعت کی انتظامیہ بہت بد عنوان ہو چکی ہے۔ مرزا رفیع احمد بہت دیانتدار اور با اصول ہیں اگر وہ خلیفہ بن جاتے تو انہوں نے تمام پیور و کرسی کی چھٹی کروادی تھی۔ جس سے پارٹی میں زبردست انتشار پیدا ہوتا۔ لذا امیرے خیال میں مرزا طاہر احمد کا انتخاب زیادہ موزوں ہے۔"

جانشی کے بارے میں مرزا طاہر احمد کے حامیوں کی متفقہ رائے یہ تھی کہ خلفاء خدا ہتھا تھا ہے اور اگر انتخاب کا مطرب غلط بھی ہو تو بھی مرزا طاہر احمد خدا تعالیٰ کے منتخب کریو ہیں۔ جب میں نے اس سلسلے میں مرزا رفیع احمد کے ایک حاوی سے رائے پوچھی تو اس نے جواب دیا:

"اگر خلیفہ خدا بناتا ہے تو پھر انتخابات کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے۔ وہ شخص جو جماعت کی مشینی میں سب سے زیادہ مضبوط ہو، خودی اپنی خلافت کا اعلان کر دیا کرے۔"

بہر حال مرزا رفیع احمد کے حامیوں کو شکایت ہے کہ بیعت کر لیتے کے باوجود ان کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا جا رہا۔ ایک ستر سال سے زیادہ عمر کے قادریانی نے بتایا کہ وہ آنہ ہمانی مرزا ناصر احمد کے آخری دیدار کے لئے مگری تو اسے یہ کہ کرمیت کے قریب جانے سے روک دیا گیا کہ بجا بڑی نے حکم دیا ہے کہ مرزا رفیع سے تعلقات رکھنے والوں کو جنازے کے قریب نہ پھٹکے دیا جائے۔

بیرون ربوہ سے آئے والے ایک نوجوان جو مرزا رفیع احمد کے واک آؤٹ اور پھر دونوں بھائیوں کے حامیوں کے درمیان ناخوشگوار صورت حال اور مرزا رفیع احمد پر دست درازی سے پریشان تھے۔ انہوں نے مرزا طاہر احمد کی بیعت کر لی تھی اور ان کے نزدیک یہ انتخاب حالات کی مناسبت سے نحیک ہوا تھا۔ مگر اپنے تاثرات کا الحصار کرتے وقت وہ بار بار اپنے لئے خلافت سے وابستگی کی دعا مانگ رہے تھے۔ جب وہ مجھ سے علیحدہ ہونے لگے تو انہوں نے بتایا کہ وہ آج کوئندہ والپس جا رہے ہیں اور پھر بڑی لجاجت کے ساتھ کہا۔

”آپ بہت شریف انسان معلوم ہوتے ہیں، میرے لیے دعا کریں کہ خدا تعالیٰ مجھے خلافت سے وابستہ رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔“

”خلافت“ خلافت دعا میرے لیے یہ سب اجنبی سے لفظ تھے۔ میں نے اس کا کوئی جواب نہ دیا اور سکراتے ہوئے خدا حافظ کہہ کر بات چیت کے لیے کسی اور شخص کو علاش کرنے لگا۔

مرزا طاہر احمد کے حامیوں کی یہ بات درست ہے کہ ان کے فرقے میں ”منافقین“ صورت حال کو منزدہ بگاڑ رہے ہیں۔ تاہم ذاتی طور پر میں ”منافق“ اور مصلحت میں تیز نہیں کر سکا۔ مثال کے طور پر ایک شخص جو قاریانی تنظیم کے اہم عمدوں پر فائز رہ چکا ہے اور ان دونوں زیر عتاب ہے، وہ درجن کے قریب الی خانہ کا کفیل ہے، اس شخص نے اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے کہا:

”آپ کی یہ رائے درست ہے کہ مرزا طاہر احمد بہت ذین و فلین انسان ہیں مگر دنیا میں فقط ذہانت ہی کام نہیں آتی۔ حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کتنے عظیم انسان اور خود کو کتنے بلند مقام و مرتبہ پر خیال کرتے تھے۔ مگر قدرت نے صرف ایک جھٹکے سے ان کے تمام منصوبے ختم کر دیے۔ میں نے مرزا طاہر کی بیعت کی ہے اور یہ جانتے ہوئے کی ہے کہ وہ ”بہت کچھ آدمی ہے۔“

میں نے متعدد لوگوں سے مرزا رفیع کے بارے میں دریافت کیا کہ وہ اس وقت کماں ہیں اور کس حال میں ہیں؟ مگر اس سلسلے میں مجھے کوئی تسلی بخش جواب نہ مل سکا۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ آیا ان سے ملاقات ممکن ہے؟ تو اس پر مخفی جواب ملا۔ بلکہ ایک دو افراد نے تو یہاں تک کماکہ اسی (۸۰) کنال کے رقبے پر مشتمل اس ”Walled City“ میں جانا میرے لئے کسی مصیبت کا پیش خیس بھی بن سکتا ہے مگر چونکہ ان کے بارے میں متضاد خبریں تھیں، لہذا میں نے ان کی رہائش گاہ پر جا کر حالات کا جائزہ لینے کا ارادہ کیا۔

اس مقصد کے لئے میں نے گول بازار کے ایک دکاندار سے تعاون حاصل کرنے کی کوشش کی۔ اس کا کہنا یہ تھا کہ مرزا رفیع احمد کے گھر جانے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے اور اگر میں چاہوں تو وہاں جا کر خود حالات کا مشاہدہ کر سکتا ہوں۔ میں نے اس سے کہا کہ وہ مجھے کیس سے سائیکل فراہم کر دے تو شدید دھوپ میں پیدل چلنے سے بچ جاؤں گا۔ جس پر اس

نے ایک نوجوان سے کہا کہ انہیں ناگہنہ لارو۔ تھوڑی دیر میں نائگے پر بینہ کر مرزا رفیع کے گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔ نائگے والے کوئی نہ ہدایت کی کہ وہ غیر مانوس راستے سے جائے۔ دوسری سواری نہ بٹھائے اور بلا وجہ راستے میں نہ رکے۔ تھوڑی دیر میں میں ایک بستہ بڑے گیٹ کے دروازے پر گھرا تھا۔ سڑک پر موجود یہ واحد گیٹ مرزا ناصر احمد کے خاندان کی کوٹھیوں میں لے جاتا تھا۔ کسی زمانے میں عام شروں کی طرح ان کو ٹھیوں کے، رہیان گھیاں اور سڑکیں تھیں۔ اور ان گھروں تک پہنچنے کے لئے متعدد راستے تھے مگر کچھ عرصہ قبل تمام راستے بند کر دیے گئے۔ میری معلومات کے مطابق چند برس قبلى جب یہ کام ہوا تو نادین کمپنی والوں نے اس بنیاد پر ان راستوں کو بند کرنے کے لئے نو قیر دریواریں گردائیں کہ اس طرح ان کو ٹھیوں میں آنے جاتے والوں کو دقت کا سامنا کرنا پڑے گا مگر تازہ ترین صورت حال کے مطابق مجھے ایک ایسے گیٹ میں سے گزر کر جانا پڑا۔ جس کی وقت بھی بند کر کے کوٹھیوں کے اندر جانے کا راستہ بند کیا جاسکتا تھا۔

جب میں گیٹ کے قریب پہنچا تو میں نے دیکھا کہ خلاف قلع وہاں کوئی پھرہ نہیں تھا۔ لہذا میں آگے بڑھتا گیا اور اس چھوٹی سی سڑک پر پہنچ گیا، جہاں مرزا رفیع کی رہائش گاہ ہے۔ اس سڑک پر چڑھتے تھی میں نے ایک درخت کے نیچے دو نوجوانوں کو گھرے ہوئے دیکھا جو واضح طور پر قادری نوجوانوں کی "تم" "خدا مالا حمیہ" سے تعلق رکھتے تھے اور ہوناصلے پر گھرے ہو کر مرزا رفیع کے گھر کی گذرانی کر رہے تھے۔ انہیں دیکھتے ہی میرے دل میں یہ خوف پیدا ہوا کہ شاید یہ لوگ تعریض کریں۔ مگر کسی قسم کی رکاوٹ کے بغیر ہی میں مرزا رفیع کی کوٹھی کے گیٹ پر پہنچ گیا۔ گیٹ کھلا ہوا تھا اور سامنے ایک کار کے پاس بیٹھا پچھے کھیل رہا تھا۔ میں نے اس سے دریافت کیا:

آپ کے ابو کماں ہیں؟

مجھے نہیں پتہ۔

بیٹا اپنے ابو کو میرے آنے کی اطلاع تو کر دو۔

”آپ اندر چلے جائیں۔“

”آپ اندر جا کر میری آمد کا بتائیں۔ اگر وہ اجازت دیں گے تو پھر ہی میں اندر جا سکتا ہوں۔“

میں نے کہا ہے تاکہ آپ اندر چلے جائیں۔

سانے ایک جالی دار دروازہ تھا۔ میں اسے کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ پاس ہی ایک کمرے میں کچھ لوگوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ چند لمحے توقف کے بعد میں اس کمرے میں داخل ہو گیا۔ دروازے کے عین سانے بیٹھ پر ایک نوجوان لیٹا ہوا تھا۔ وہ شخص کرسیوں پر تھے اور دو فرش پر بیٹھی ہوئی دری پر بیٹھتے تھے۔ مگر یہ چاروں افراد تیزی سے کچھ لکھنے میں مصروف تھے۔ کرہ پھونٹا سا تھا۔ لہذا مجھے دروازے کے قریب ہی کھڑا ہوا پڑا، اتنی دیر میں ایک نوجوان ٹھیم قدی پانی کا ایک جگ اور گلاس لیے ہوئے کمرے میں داخل ہوا۔ اس نے مجھے بیٹھ جانے کے لیے کہا۔ میں دری پر بیٹھ گیا۔ میرے پاس ایک شخص تیزی سے کچھ لکھ رہا تھا۔ غالباً وہ کسی اخبار کے لیے خبری مضمون تھا۔ اس نے تحریر کو میری نظروں سے بچانے کے لیے دیوار سے نیک لگائی اور فاصلہ بڑھا دیا۔ ٹھیم قدی و تلقے و قفے سے کمرے میں آتا رہا اور میں ہر بار اس سے مرزار فیع احمد کے بارے میں دریافت کرتا رہا۔ مگر ہر بار اس کا ایک ہواب تھا۔ ابھی بیٹھ رہیں۔ جب کچھ دیر گزر گئی تو میں نے ایک بار پھر ٹھیم قدی کو مخاطب کیا اور اسے کہا کہ مجھے میاں صاحب سے ملتا ہے۔ جس پر اس نے کہا کہ ”ان سے ملاقات نہیں ہو سکتی“۔ اور وہ یہ کہہ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔ اس کے باہر نکلنے کے میں بیٹھے ہوئے لوگوں نے میرا تعارف حاصل کرنا چاہا۔ میں نے اپنا نام وغیرہ بتا دیا۔ جس پر ان میں سے ایک شخص نے بیٹھ پر لیٹے ہوئے لڑکے سے کہا۔

”مدد انسیں لے جائیں اور اس نے فوراً اٹھتے ہوئے مجھ سے کہا کہ فوری طور پر میاں سے نکل جائیں اور پھر ایک جست کے ساتھ میرے قریب بیٹھ گیا اور پھر بڑی درشتی سے کہا۔“

”آپ میرے والد کا انٹرویو لینا چاہتے ہیں؟“

”نہیں، صرف ملاقات کا خواہش مند ہوں؟“ میں نے ہواب دیا۔

آپ میاں فتنہ اور انتشار برپا کرنے کے لیے آئے ہیں۔ فوری طور پر چلے جائیں۔ ابھی میں اس کمرے سے نکلا ہی تھا کہ انتہائی ذرا مالی طور پر سامنے والے کمرے سے مرزار فیع احمد کا دوسرا صاحب جزا د نمودار ہوا۔ وہ بڑے بھجے میں تھا اور جیخ جیخ کر کہہ رہا تھا: ”یہ لوگ ہمیں تباہ کرنا چاہتے ہیں۔ ہمارے اندر فتنہ ڈالنا چاہتے ہیں۔“

اب میں مرزا رفیع کے دونوں لڑکوں میں گمراہ اگیٹ کی طرف جا رہا تھا۔ گیٹ پر پہنچنے کے بعد میں حیران رہ گیا کیونکہ اندر آتے ہوئے جن دونوں بچوں کو میں نے کوئی سے کچھ فاصلے پر درخت کے نیچے دیکھا تھا، اب گیٹ کے میں سامنے کھڑے تھے۔ مزید برآں اب یہ دونوں تھے، بلکہ ان میں ایک اور پہلوانوں جیسی شخصیت کا اضافہ ہو چکا تھا۔ مجھے گیٹ سے نکلنے کے بعد مرزا طیب احمد نے ان لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا "اے لے جائیے"۔

وہ لوگ بھلی کی سی تیزی سے آگے بڑھے اور مجھے اس طرح اپنے بازوؤں میں جکڑایا جیسے کوئی انتہائی خطرناک قسم کا مجرم پاکستانی پولیس کے ہتھے چڑھ جاتا ہے۔ یہ لوگ انتہائی نازیبا اور دھمکی آمیز زبان استعمال کر رہے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ گزشتہ روز نوائے وقت میں شائع ہونے والی خبریں نے فراہم کی ہے اور آج مجھے اس جرم کی تحقیق سزا بھکتنی ہو گی۔ جس پر میں نے یہ وضاحت کرنے کی کوشش کی۔ آپ کے بارے میں اخبارات میں یہ جو خبریں شائع ہو رہی ہیں۔ ان کی ذمہ داری مجھ پر عائد نہیں ہوتی بلکہ یہ خبریں اخبارات کے مقامی نمائندے بھجواتے ہیں۔ مگر وہ اس سے مس ہونے کے لئے تیار نہیں تھے بلکہ اپنے گرد ایسے دیکھ رہے تھے جیسے کسی کے انتظار میں ہوں۔ اتنی دیر میں مرزا طاہر اور ان کے خاندان کا ایک شخص نمودار ہوا اور ان لوگوں نے اس سے مخاطب ہو کر کہا: "یہ شخص مرزا رفیع سے ملا چاہتا ہے"۔

"اے مرزا غلام احمد کے پاس پہنچاؤ" اس شخص نے یہ جواب دیا۔

پہلوان نما آدمی غالباً گیٹ کے پاس ہی بینچ گیا اور دوسرے دونوں بچوں نے قرباً گھینٹنے ہوئے مجھے قصر خلافت کی طرف لے جانا شروع کر دیا۔ گھینٹنے کے لفظ سے قارئین یہ خیال نہ کریں کہ شاید میں ان کے ساتھ جانے کے لئے تیار نہیں تھا۔ بلکہ بات یہ تھی کہ دونوں بچوں بڑے جذباتی انداز میں چلتے ہوئے میرے بازوؤں کو اپنی اپنی طرف کھینچ رہے تھے۔ جس کی وجہ سے میرے لئے توازن برقرار رکھنا مشکل ہو گیا تھا۔ بالآخر وہ مجھے قصر خلافت میں لے گئے۔ یہاں یہ بتانا خالی از دلچسپی نہ ہو گا کہ قصر خلافت شخص ایک عمارت کا ہاں نہیں ہے بلکہ یہ ایک کپلیکس ہے، جس میں متعدد عمارتیں اور دفاتر موجود ہیں۔ میرے گرفتار کنندگان مجھے ایک عمارت کے اندرنس پر لے گئے اور بدستور مجرموں کی طرح

اپنی گرفت میں لئے ہوئے وہاں کھڑے ہو گئے۔ پیچھے سے دونوں جوان آگے بڑھے۔ ان سے یہ کہا گیا کہ وہ اندر جا کر بتائیں کہ ایک اخبار نویس مرزا رفیع کا انتزاع یوں لینے کے لئے آیا تھا۔ ہم اسے پکڑ کر لائے ہیں۔ تھوڑی دیر میں ایک جوان میرا کمل تعارف دریافت کرنے کے لئے اندر نہ پ آیا۔ جس پر میں نے اسے بتایا کہ میرا نام راشد چودھری ہے۔ میں نوائے وقت کے ایگزیکٹو ایئر کی اجازت سے صحیح صحیح حالات معلوم کرنے کے لئے آیا ہوں۔ مجھے حرast میں لینے والے دونوں جوان اس شخص کے ساتھ اندر چلے گئے اور میرا مگر ان کا کام دو اور نوجوانوں نے سنبھال لیا۔

کچھ دیر کے بعد یہ لوگ باہر آئے اور آتے ہی مجھے کہا کہ:

آپ نے صحیح حالات کا جائزہ لے لیا ہے تا۔ اب ہمارے ساتھ آئیں، ہم آپ کو عمارت سے باہر چھوڑ آتے ہیں۔

اس کے بعد انہوں نے مجھے ایک گاڑی میں بیٹھنے کے لئے کما اور پھر وہ گول بازار کی طرف روانہ ہو گئے۔ راستے میں ایک درخت کے سامنے میں انہوں نے گاڑی کھڑی کر دی اور ان میں سے ایک نے میری طرف مخاطب ہو کر کہا:

”اگر آپ کو مرزا رفیع احمد کے لڑکوں سے دوبارہ ملاقات کی خواہش ہو تو ہم آپ کو واپس ان کی کوئی پلے جانے کے لئے تیار ہیں مگر اس شرط پر کہ نتائج کی ذمہ داری خود آپ پر ہو گی۔“

جس پر میں نے جواب دیا کہ ”میں گناہ بے لذت کا عادی نہیں ہوں۔ میں تو صرف یہ جانتا چاہتا ہوں کہ مرزا رفیع احمد اس وقت کماں ہیں، کس حال میں ہیں اور ان کا تازہ ترین موقف کیا ہے۔ اگر مجھے اس کے حصول کے لئے مرزا رفیع احمد کے پاس پہنچا دیں تو پھر میں ہر قسم کے نتائج کی ذمہ داری قبول کرنے کے لئے بھی تیار ہوں۔“

میرے گرانوں نے جواب دیا ”ہم آپ کو مرزا رفیع کے صاحبوں سے ملا کتے ہیں۔ اس سے زیادہ خدمت ممکن نہیں ہے۔ اور ہاں یہ بات یاد رکھیں کہ ہم نے جو کچھ بھی کیا ہے، آپ کی حفاظت کے نقطہ نظر سے کیا ہے۔“

جس پر میں نے ان سے کہا ”آپ نے جس حفاظت کے ساتھ مجھے مرزا رفیع کے گیت کے باہر دبو چا، جس حفاظت کے ساتھ تمھیں ہوئے آپ لوگ مجھے قصر خلافت میں لے گئے

اور راستے میں دھمکی آئی زبان میں آپ نے مجھے جس حفافت کی بار بار پیش کی، میں اسے فراموش نہیں کر سکتا۔ مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کے علاقے میں ایک اخبار نویں کی حیثیت سے آیا تھا، دشمن کی حیثیت سے نہیں اور اس طبقے میں مروجہ آداب کو ملحوظ رکھنا آپ کا اغلاطی فرض تھا۔ میرے خیال میں اب بہتر ہو گا کہ آپ مجھے اجازت دیں کہ میں یہیں اتر جاؤں۔“

”نہیں اہم آپ کو کم از کم گول بازار تک چھوڑ کر آئیں گے۔“

گول بازار پہنچنے کے بعد انہوں نے مجھے سے کہا کہ ان کی خواہش ہے کہ میں کھانا کھا کر جاؤں۔ جس پر میں نے پیشکش کو محنتی سے مسترد کر دیا۔ ان کے اصرار پر میں نے کہا: صرف پانی پلا دو۔ پانی پینے کے بعد میں ان سے الگ ہو گیا۔ جاتے ہوئے ان میں سے ایک نے تقدیر لگایا اور کہا: ”ربوہ آپ کا اپنا گھر ہے۔ آپ یہاں مزید گھوم پھر سکتے ہیں۔ آپ سے کوئی تعریض نہ کیا جائے گا۔“

یہ ذرا سہ تو ختم ہو چکا تھا مگر مجھے کہیں ذرا اپ سین نظر نہیں آ رہا تھا۔ جس پر اصراریت کے پردے چاک کرنے کے لیے میں یہاں آیا تھا، وہ ابھی بدستور موجود تھے۔ اب بھی میں سکھلش میں تھا کہ ربہ ایک کھلا شہر ہے یا منی ائیٹ؟ اس سکھلے شہر اور پھر ۸۰ کنال کے روپے میں تعمیر نام نہاد ”خاندان نبوت“ کی رہائش گاہوں پر مشتمل اس قلعہ نما کیلئیں میں داخل ہونے کے بعد کوئی شخص اپنے آپ کو مجبوس کیوں کیوں تصور کرتا ہے؟ اگر مرزا فیض احمد آزاد ہیں تو پھر انہیں لوگوں سے منہ کی اجازت کیوں نہیں؟ اگر وہ آزاد نہیں ہیں تو پھر ان کے بیٹوں کا یہ عجیب و غریب طرز عمل اس الزام کی نظری کیوں کرتا ہے۔ یہ لوگ باہر سے آنے والوں کو تحفظ کی فراہمی کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اگر درست ہے تو پھر یہ بد سلوکی اور تشدید ائمہ رویہ چہ متنی دار ہو؟ مجھے تو ایسے لگ رہا ہے ہیسے تحریکات میں کوئی ائمہ پلانٹ تعمیر ہو رہا ہے اور غلطی سے انہوں نے مجھے مار کر یہیں سمجھا یا۔

(ب) شکریہ نوائے وقت، کراچی ۱۶ جون ۱۹۸۲ء)

انگریزوں کی پسیری

محمد اکرم، اریاض

انگریز بہادر نے بر صیرپر اپنی حکمرانی کی طباہیں مضبوطی سے قائم رکھنے کے لئے ہندوستان کی قوموں میں "لڑاؤ اور حکومت کرو" کی پالیسی اختیار کی۔ اس کے ساتھ ساتھ انوں نے مسلمانوں میں نئے نئے فتنے کھڑے کیے۔ ان فتنوں میں مرزا بیت کا خود ساختہ مذہب بھی انگریزوں کی ایک گھٹیا سازش تھی۔ جس کا مقصد مسلمانوں کی قوت کو منتشر اور پارہ پارہ کرنا تھا۔ قادیانی خاند ان کی بیانیا کچھ اس طرح پڑی تھی کہ ۱۵۳۰ء میں باہر کے عمد میں ہادی بیگ، سرقند سے نقل مکانی کر کے گور داسپور میں رہائش پذیر ہو گئے۔ ہادی بیگ باعلم آدمی تھے۔ وہ اپنی قابلیت کے مل بوتے پر قاضی اور محضیت کے عمدے پر فائز ہو گئے اور قادیان کے علاقے میں ان کا سکھ چلنے لگا۔ ان کے بعد ان کا خاند ان نسل در نسل علاقے میں عزت و تکریم کا حامل ٹھرتا رہا۔ انہیوں صدی کے شروع میں سکھوں نے اس خاند ان سے جائیداد حسین لی تو یہ سکھ حکومت کے کار لیس بن گئے۔ نوہاں سنگھ اور شیر سنگھ کے عمد میں غلام مرتضی نے ان کی گراں قدر خدمات سرانجام دیں اور مسلمانوں کے خون سے ہاتھ رکھنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ صوبہ سرحد کے غیور پہمانوں نے سکھوں کو کٹنے نہ دیا تو ان حریت پسندوں کے خلاف جنگی کارروائیوں میں غلام مرتضی نے سرگرم حصہ لیا۔ مرزا غلام مجی الدین نے بھی بھائی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے سکھوں کے شانہ بشانہ مسلمانوں کے خون سے ہاتھ رکنے لگے۔ جب بھائی مہاراج سنگھ نے دیوان ساون مل کی مدد کے لئے مہان کی طرف مارچ کیا تو غلام مجی الدین نے دوسرے جائیداروں کے ساتھ مل کر حریت پسندوں کے خلاف سکھوں کی معادنت کی۔

ان خدمات کے عوص سکھوں نے غلام مجی الدین اور اس کے خاندان کو جاگیروں سے مالا مال کر دیا۔ قادریان میں وسیع جاگیر کے حقوق ملکیت دیے گئے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں اس خاندان کاریکارڈ سکھوں کے تعاون سے زیادہ روشن اور بھاری تھا۔ غلام مرتضی نے سینکڑوں آدمی اور اپنا بیٹا غلام قادر حسٹ پسندوں کی سرکوبی کے لئے نکلنے کے حوالے کیے۔ جنہوں نے مسلمانوں کے خون سے ہاتھ رنگے اور انہیں گرفتار کر کے اذیت ناک سزا میں دلوائیں۔ اس غداری کے صلے میں جزل نکلنے غلام قادر کو تعریفی سرٹیفیکیٹ عنایت کیے۔ غلام مرتضی کے بھتیجے انعام الدین، جو غلام مجی الدین کے بھی تھے، رسالدار کی حیثیت سے برلنی فوج میں خدمات سرا جام دیتے رہے۔ خاص طور پر محاصرہ دہلی کے دوران وفاداری کے حوالے سے کسی اور خاندان کو نمایاں نہ ہونے دیا۔ ان کی دی ہوئی اطلاعات گوردا سپور کے ضلع میں حرست پسندوں کو کچلنے کے لئے بے حد معافون ثابت ہوئیں۔

مرزا غلام مرتضی ۱۸۷۶ء میں فوت ہو گیا تو اس کا بیٹا غلام قادر خاندان کا سربراہ بنا۔ اس نے مقای انتظامیہ سے تعاون کرنے کے تمام ریکارڈ توڑ دیے۔ وہ کچھ عرصہ گوردا سپور ڈسٹرکٹ آفس میں سپرنسنڈنٹ کے عمدے پر بھی کام کرتا رہا۔ اس کا بیٹا لڑکہنہی میں فوت ہو گیا۔ تو اس نے اپنے بھتیجے اور مرزا غلام احمد کے بیٹے سلطان احمد کو مشتبہ بنالیا۔ سلطان احمد نے نائب تحصیلدار کے عمدے سے اپنے کیریز کا آغاز کیا اور ترقی پاتے پاتے وہ ایکشرا اسٹنٹ کشنز بنا۔ وہ قادریان کا نمبردار بھی تھا۔ انگریز بھادر نے انہیں خان بھادر کے خطاب کے علاوہ ٹنکری (حال سا ہیوال) میں ۵ مریخ زمین بھی دی۔ اس کی موت ۱۹۳۰ء میں ہوئی۔ اس کی موت کے بعد اس کے بڑے بیٹے مرزا عزیز کو اسٹنٹ کشنز بنا دیا گیا۔

مرزا غلام قادر کا بھائی مرزا غلام احمد قادریانی جو انگریزی فتحہ "احمدی تحریک" کا بانی تھا۔ ۱۸۳۰ء میں پیدا ہوا۔ اس نے اعلیٰ انگریزی تعلیم حاصل کی اور ۱۸۹۱ء میں پبلی مجدد اور پھر مسیح موعود اور (نحوذ باللہ) نبی ہونے کا اعلان کیا اس کے بعد اس نے اپنے ماننے والوں کی ایک فوج تیار کی اور اس خود ساختہ ندہب کی تحریک انگریزوں کی میساکھیوں اور مفادات کے سارے چلتی رہی۔ مرزا غلام احمد قادریانی نے فارسی، عربی اور اردو میں کئی

کتابیں لکھیں، جن کا مقصد مسلمانوں کے جذبہ جہاد کو مختنڈ اکرنا تھا۔ جو انگریزوں کے خلاف بر صیر کے مسلمانوں میں اہل رہا تھا۔ جب مسلمانوں نے مرزا غلام احمد قادریانی کے فریب کو سمجھ لیا اور مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد اس کی جانی دشمن ہو گئی تو انگریز نے اس کی حفاظت اپنے ذمہ لے لی۔ اس جھوٹے نبی نے زندگی کی آخری سانس تک انگریزوں کی طرفداری کی۔

غلام احمد کے بعد حکیم مولوی نور الدین کشمیری کو احمدیہ تحریک کا سربراہ نامزد کیا گیا۔ وہ بہت بڑا طبیب تھا۔ وہ کئی برسوں تک مہاراجہ کشمیر کی خدمات بھی سرانجام دیتا رہا اور مرزا غلام احمد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے، انگریزوں کے ہر نیٹلے کے سامنے سرتسلیم خم کرتا رہا۔ مولوی نور الدین کے بعد مرزا بشیر الدین جو کہ مرزا غلام احمد قادریانی کا بیٹا تھا، احمدی تحریک کا خلیفہ نامزد ہوا۔ مرزا بشیر الدین کی قیادت میں احمدی تحریک نے بہت زور پکڑا اور تنظیمی حوالے سے ہندوستان کی ایک قوت بن گئی۔ انگریزوں کے خلاف عدم تعاون کی تحریک شروع ہوئی تو مرزا بشیر الدین نے بھرپور مالی امداد دی اور ان کے نیجے انگریزوں کو ضروری معلومات فراہم کرتے رہے۔ ۱۹۱۹ء تک پنجاب میں آنے والے تمیں گورنرزوں اور تمیں داتسراؤں نے مرزا ایم خاندان کی وفاداری اور ان کے عملی تعاون کی تحریکی تعریف کی جو ریکارڈ میں محفوظ ہے۔ انہی خدمات کے صلے میں انہیں ۱۵۰۰ ایکڑا دنے پونے اور ۱۲۵۰۰ ایکڑا تعلق داری میں دیے گئے۔ علاوہ ازیں انہیں ضلع ٹکری میں ۱۵ امریع اور ۵ ہزار ایکڑ سنده میں دیے گئے۔ یہ سب انعامات مسلمان قوم کو گمراہ کرنے کے صلے میں سرکار برطانیہ کا تحفہ تھے۔

آخر کار مرزا ایم تحریک میں بغاوت پھوٹ پڑی۔ خواجہ کمال الدین اور مولوی محمد علی نے بشیر الدین محمود احمد خلیفہ مانی کے خلاف بغاوت کر کے ” لاہوری پارٹی“ کی بنیاد رکھی جو مرزا غلام احمد کے احکام کی اطاعت تو کرتی ہے لیکن وہ انہیں نبی مانتے کے بجائے صرف مجدد مانتی ہے۔ تاہم مسلمانوں کے عناد میں دونوں جماعتیں یکساں ہیں۔ اکابر دیوبند سے مولانا شید احمد گنگوہی اور مولانا محمد یعقوب نے عالمی سطح پر فتنہ مرزا یت کا مقابلہ کیا۔ ۱۹۳۲ء کے بعد قادریانیوں کو احرار کی طرف سے شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ اکتوبر ۱۹۳۳ء میں سید عطا اللہ شاہ بخاری نے قادریان میں احرار کا نفرنس منعقد کر کے ایک عظیم

جدوجہد کا آغاز کیا۔ ۱۹۳۱ء میں قادریانی جماعت نے مسلمانوں کی سیاسی قیادت حاصل کرنے کا ایک نیا منصوبہ بنایا۔ ڈگرہ مسماں اجہے نے کشیر کے مسلمانوں پر جو مظالم ڈھائے تھے۔ ان کا کوئی موثر جواب مسلمانوں کی طرف سے نہیں دیا جا رہا تھا۔ چنانچہ ۲۵ جولائی ۱۹۳۱ء کو مرزا بشیر الدین محمود نے بعض مسلمان اکابر کو جمع کر کے آں انڈیا کشیر کمیٹی قائم کی جس کا سربراہ وہ خود تھا۔ اس میں علامہ اقبال بھی شامل تھے۔ جلدی علامہ اقبال اور ان کے احباب نے صوس کر لیا کہ انگریزوں کے پھو، مسلمانوں کی قیادت اور تربیتی نہیں کر سکتے۔ ان کے نزدیک کشیر کمیٹی کا مقصد قادریانیت کی تبلیغ سے زیادہ پکھنہ تھا، لذ انسوں نے مطالبہ کیا کہ اس کمیٹی کا سربراہ کسی قادریانی کو نہیں ہونا چاہیے۔ اس طرح علامہ اقبال نے سربراہ اپنے۔ تب قادریانوں نے انگریزوں کے ایماء پر علامہ اقبال کے خلاف سازشوں کا جال پھیلا دیا اور اپنی دو سال کے اندر اندر مستعفی ہونے پر مجبور کر دیا۔ پنڈت نرسو قادریانیت سے بت متاثر تھا اور اس نے قادریانوں کی حمایت میں "ماڑن رویو ہلکت" میں لکھنا شروع کیا تو علامہ اقبال نے اس کا بھرپور جواب دیا۔

قادیریانوں نے تقسیم ہند کے خلاف ہر آن انگریزوں اور کانگریس کے موقف کی تربیتی کی۔ ان کے تربیتی "الفضل" (۱۶ مئی ۱۹۳۷ء) نے تقسیم پر اگر ہم رضامند ہوئے ہیں تو وہ خوشی سے نہیں بلکہ مجبوری سے، تقسیم ہو بھی گئی تو ہم یہ کوشش کریں گے کہ کسی نہ کسی طرح جلد تحد ہو جائیں۔"

قیام پاکستان کے بعد مرزا نیوں نے کلیدی عمدوں پر قبضہ کرنے کا منصوبہ بنایا۔ اس غرض سے انہوں نے فوج اور بیوڑ کیسی میں پلانگ کے تحت بے شمار افراد بھرتی کرائے۔ مسٹر ظفر اللہ خان پاکستان کا وزیر خارجہ تھا۔ اس نے اپنی اس حیثیت سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے پاکستانی سفارت خانوں میں سرزائی افسر تعینات کیے اور ان کی مدد سے اور اپنے اڑو رسوخ سے بیرونی ممالک میں قادریانی مشن قائم کرائے۔ حساس اور باشور لوگ ان چیزوں کو محوس کر رہے تھے۔ گرے بس تھے۔ قائد اعظم کی وفات اور ولیاًت علی خان کی شادت کے بعد سر ظفر اللہ خان نے خواجہ ناظم الدین کی کمزوریوں سے بست فائدہ اٹھایا۔ ۷ مئی ۱۹۵۲ء کو جہاں گیر پارک کراچی میں قادریانوں کا جس ہوا۔ جس میں انہوں نے وزیر اعظم کا مشورہ قبول نہ کرتے ہوئے شرکت کی۔ اس طرح قادریانیت کی تبلیغ و اشاعت

کے لیے سرکاری اثر و رسوخ کے استعمال کا الزام ثابت ہو گیا۔ قادریانی خلیفہ کے بیٹے مرزا منظور احمد نے ساہیوال کے ڈپنی مشنری کی حیثیت سے اپنے اختیارات سے تجاوز کرتے ہوئے قادریانی مشنوں کی سرگرمیوں کی پشت پناہی کی۔ عوام میں آئے دن قادریانیت کی پراسرار سرگرمیوں کے بارے میں بدگمانیاں پیدا ہو رہی تھیں اور اس نے مذہب کے ماننے والوں کو کافر قرار دینے کی تحریک جو ۱۹۵۳ء میں شروع ہوئی تھی، پنجاب میں خوفناک صور تھاں اختیار کر گئی اور یہاں امن و امان کا مسئلہ پیدا ہو گیا جس کو کنشوں کے لیے پنجاب میں مارشل لاءِ نافذ کرنا پڑا۔ مولانا مودودیؒ اور مولانا عبد اللہ نیازی کو مرزا یوں کے خلاف تحریک چلانے کے جرم میں پھانسی کی سزا نہادی گئی جس نے عوام کے جذبات کو اور مشتعل کر دیا۔ مسلم لیگ کی حکومت اس تحریک کے دوران عوام کا اعتماد کھو چکی تھی۔ میاں متاز دولانہ اور خواجہ ناظم الدین دونوں ایک دوسرے کو نیچا دکھا کر مرزا یوں کے خلاف چلنے والی تحریک کی ذمہ داری ایک دوسرے پر ڈال رہے تھے۔ غلام محمد دونوں سے چھٹکارا چاہتے تھے۔ چنانچہ بخار کی بد امنی کی ذمہ داری دولانہ پر ڈال کر ان سے استغفاری لے لیا گیا۔ پھر ایک ۱۹۳۵ء کے اختیارات کے تحت خواجہ ناظم الدین کو بر طرف کر دیا گیا۔ یوں قادریانیت کو غیر مسلم قرار دینے کی تحریک مٹھنڈی پڑ گئی۔ محمد علی بوگرہ، سروردی، آئی آئی چند ریگ اور فیروز پور خان نون وزارت عظمیٰ کی گدی پر آتے جاتے رہے۔ لیکن قادریانیت کی تحریک کا اثر و نفوذ برقرار رہا۔

ایوب خان نے کنوشن مسلم لیگ کی بنیاد رکھی تو قادریانی تحریک نے اس میں بھی اثر و نفوذ پیدا کر لیا۔ ان دونوں مرزا ایم ایم احمد منصوبہ بندی کمیشن کا چیزیں میں تھا۔ ۱۹۷۱ء میں جب ذوالفقار علی بھٹو بر سر اقتدار آئے تو اس کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کا سرا جہاں ملک کے کروڑوں غربیوں کے سر تھا، دہاں مرزا یوں نے بھی دارے خند بھٹو کی مدد کی۔ بھٹو دور میں قادریانیوں کے جو سطے بڑھ گئے تھے اور رسول یوروکریسی میں ان کے نمائندے اعلیٰ عمدوں پر پہنچ گئے تھے۔ ۲۹ ستمبر ۱۹۷۲ء کو نشرت میڈیا کالج کے طلبہ تفریحی نور پر تھے۔ جب وہ ربوہ اشیش سے گزرے تو قادریانیوں نے ان پر حملہ کر دیا۔ اس پر سارے ملک میں قادریانیوں کے خلاف ایک تحریک اٹھ کھڑی ہوئی اور معاملہ قوی اسلامی تحریک جا پہنچا جہاں، ۲۷ ستمبر ۱۹۷۳ء کو قادریانیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا۔ احمد رضا قصوری کے واک آؤٹ سے قطع

نظریہ فیصلہ قوی اسکلی نے اتفاق رائے سے منظور کیا تھا۔ قادیانی مسئلہ کے حل کے مسئلے میں پیپلز پارٹی میں آخر وقت تک اختلاف رائے تھا۔ لیکن حزب اختلاف کی جماعتوں کی طرف سے دباؤ، ملک گیر تحریک اور نازک مذہبی جذبات کے پیش نظر ذوالفقار علی بھونے تحریک کو ختنی سے دبائے کے بجائے اس مسئلہ کو دستوری طور پر حل کر دیا۔

پیپلز پارٹی کے دور حکومت کے اس تاریخ ساز فیصلہ کے بعد مرزا میوس کی کمرٹوٹ گئی۔ ربوہ کو کھلا شر قرار دے دیا گیا جو قیام پاکستان کے بعد قادیانی کی طرز پر خفیہ سرگرمیوں کا اڑا تھا۔ مرزا ناصر جو اس وقت خلیفہ تھا، اس کے لئے یہ فیصلہ صدمتے کا باعث بنا۔ مرزا ناصر کے بعد مرزا طاہر خلیفہ نامزد ہوا۔ صدر نیاء الحق شہید نے اس کی خفیہ سرگرمیوں کو ناممکن بنا دیا تو اس نے اپنا مرکز لندن کو بنالیا اور وہاں سے خیاء الحق شہید اور پاکستان کے خلاف معاندانہ پروچینڈا کرنے لگا اور آج بھی کر رہا ہے۔

(ہفت روزہ "ختم نبوت" جلد ۱۲، شمارہ ۲۰)



مرزا طاہر کی دیدہ ولیری

ڈش انٹینا فروع قادریانیت کا ذریعہ

سندھ کا وسیع و عریض علاقہ صحرائے تھر ہندوؤں، عیسائیوں کی تھی نہیں قادریانیوں کی سرگرمیوں کا بھی اہم مرکز بنا ہوا ہے۔ اس علاقہ کی غربت، سکپری اور تعلیم میں کی کافائدہ اٹھاتے ہوئے یہ اقلیتوں کی خدمتِ خلق کے حوالے سے اور اپنے اثر و رسوخ کی بدولت علاقہ کے لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے بھاری وسائل خرچ کر رہی ہیں۔ اس سلسلہ میں لڑپیر، تبلیغی اجتماعات کے ساتھ ساتھ جدید نیکنالوجی کا بھی سار الیا جا رہا ہے۔ ڈش انٹینا کے ذریعہ براہ راست مرزا طاہر احمد کا خطاب جمعرات اور جمعہ کو ۲۵ سے ۵ بجے لوگوں کو جمع کر کے نیایا جاتا ہے۔ ربوبہ سے اس قسم کی سرگرمیوں کے لئے ڈش انٹینا لوگوں کو رعایتی قیمت پر فراہم کیا جاتا ہے اور ہر ذمہ دار قادریانی ہر جگہ پابند ہے کہ وہ ڈش انٹینا کے ذریعہ قادریانی تعلیمات کو عام کرنے کا بندوبست کرے۔ یہ اشار چینل ہائک کامگ کے ذریعہ نشر ہوتی ہیں جو قادریانیوں کا خریدا ہوا ہے۔ قادریانیوں نے خصوصی طور پر چندہ کر کے ۲۰ ہائی پاور ڈش انٹینا جو لالائی ۱۹۹۳ء میں تھر بھجوائے جن میں ۳ گوا لارچی، ۳ شادی لارچ اور ربیعہ چورہ نو کوٹ فضل بھبھرو، نیس گنگ، بنی سراور گپنامیں نصب کیے گئے۔ یہ ڈش انٹینا خاص قسم کے بتائے جاتے ہیں۔ ان کو جب آن کیا جاتا ہے توئی وی کی نشریات جام ہو جاتی ہیں اور تقریباً دو ہزار فٹ کے اندر ہرٹی وی سیٹ پر یہ ڈش انٹینا سی اشار یہ میٹل اسٹ کے ذریعے مرزا طاہر کا پروگرام نشر کرتا ہے۔ اس طرح ہر فرد کو جمعرات اور جمعہ کو چار سے پانچ بجے تک اس رشی میں یا توئی وی بند رکھنا پڑتا ہے یا پھر یہ خطاب سننا پڑتا ہے اور اس خطاب میں مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لئے باقاعدہ اسلامی انداز کو اپنایا جاتا ہے۔ جب مرزا طاہر خطاب کرتا ہے

تو اس کے ایک مرف مسجد نبوی اور دوسری طرف خانہ کعبہ کی تصویر آؤ جاں ہوتی ہے اور اس طرح سپریم کوثر کے تاریخ ساز فیصلے کا سر عالم نماق ازا یا جاتا ہے جس میں کما گیا تھا کہ قادریانی اپنی رسم، طریق عبادت، عبادت گاہوں، کلہ اور دیگر مذہبی فرائض کے نئے نام رکھ لیں۔ جس طرح ہندو، سکھ، عیسائی اور دیگر اقلیتیں اپنی تمام مذہبی رسمات اور عبادت گاہ کا جد اگانہ انداز رکھتے ہیں۔

حاس سرحدی علاقہ تحریر میں اسلام دشمن سرگرمیاں

گولارچی ضلع بدین میں قادریانی ہیڈ کوارٹر خالی قادریانی نکروں کرتا ہے۔ یہ قادریانی اسکواڑ کا کمانڈر بھی ہے۔ کھوسکی شر ضلع بدین میں اس کی زیر نگرانی بیشتر قادریانی کے گھر میں عبادت خانہ قائم ہے جس میں ہر جمعہ کے روز تحصیل ٹنڈو باؤ کے قادریانی جمع ہوتے ہیں اور اپنی عبادت کرتے ہیں۔ یہ لٹاٹ کے ذریعہ مرزا طاہر کی تقریر سنتے اور انہن سے آنے والی نئی ہدایت و صول کرتے ہیں۔ ایک شخص نصیر قادریانی لڑپچھ تقسم کرتا ہے جو اس کے پاس بذریعہ ڈاک آتا ہے۔ کھوسکی اور شادی لا رج کے درمیان پی۔ اے۔ ایف چک میں قادریانیوں کا سالانہ سہ روزہ جلسہ ہوتا ہے۔ جس کے انچارج سلیم اور احمد نای ہیں۔ اس جلسے میں سادہ لوح مسلمانوں کو پھانس کر لایا جاتا ہے اور ان کو صراط مستقیم سے ہٹانے اور بھٹکانے کے لیے تمام اہتمام ہوتے ہیں۔ شادی لا رج کا ایک باشندہ منصور قادریانی ہے جو چند سال قبل یہاں آیا تھا۔ اس وقت بالکل غریب تھا اور اب لاکھوں کی جائیداد کا مالک ہے۔ ایک اطلاع یہ ہے کہ یہ سیاکلوٹ کی سرحد پار کر کے بھارت سے پاکستان آیا اور نواب شاہ کے بعد شادی لا رج چلا گیا۔ شادی لا رج کے جنوب میں تمیں کلو میٹر پر واقع ایک ریناڑہ فوجی افسر کا فارم ہے جو بے روزگار افراد پر کام کرتے ہیں اور اچھے مستقبل اور سنرے خواب دکھا کر قادریانیت کا جاں بھیستے ہیں۔ انہوں نے ایک شخص نثار کو اسی طرح قادریانیت کے جاں میں چھسنا چاہا مگر وہ والد کے دباؤ کی وجہ سے نجٹ نکلا، نو کوٹ میں قادریانی مرکز چودھری محمود احمد جیسے بااثر کی زیر نگرانی ہے۔ کسی بھی افسر اور زمیندار کی جرات نہیں کہ اس کے آگے دم مار سکے۔ اس کے خطرناک افراد سے راہ و رسم بتائے جاتے ہیں۔

ایک خاتون صرفت شاہین جو قادریانیت سے تائب ہو کر مسلمان ہو گئی اور اس کی

شادی اصرار و لد منیر مسلمان سے ہو گئی تھی۔ مینہ طور پر اسی با اثر شخص نے ایک اے ایں آئی پولیس افسر سے مل کر اس مسلمان نوجوان اصرار کو جیل بھجوادیا اور سرت شاپنگ کو بزور اغوا کر کے واپس اس کے قاریانی والدہ اکٹھنڈیر احمد کے پاس نصرت آباد فضل بھجواد بھجواد دیا۔ سرت شاپنگ چجہ ماہ کی حاملہ تھیں۔ ان کا حمل ضائع کروادیا گیا۔

صحراۓ تحریم قادیانیوں کا سب سے بڑا مرکز نبی سرروڈ تحصیل و ضلع عمر کوٹ میں ہے۔ قاریانی خوبصورت لڑکوں کے ذریعے مسلمان نوجوانوں کو پھانس کر قادیانی بناتے ہیں۔ اس طرح وہ ان کے پورے خاندان کو اپنا زیر اثر بنانے کی کوشش کرتی ہیں۔ نبی سرروڈ میں قادیانیوں کا سرپرست چودھری احسان اللہ ہے جو ایک جاگیردار ہے۔ قادیانی نوکریاں تعلیمی اداروں میں سرگرم عمل رہتی ہیں۔ احسان اللہ کی لڑکی مبارکاں، جو طالبہ تھیں اس نے کھوسہ قبلیے کے شادی شدہ نوجوان خیرو سے اپنی بیوی کو طلاق دلوائی اور خود شادی کر لی اور خیرو کھوسہ کو قاریانی بنایا۔

خیرو کو اس کے والدین نے گھر سے نکال دیا تو چودھری احسان اللہ نے جو قادیانیوں کا معلم ہے۔ خیرو کھوسہ کو بھی مرتدی کے صلبے میں مرزا طاہر سے معلم قادیانیت کا سرٹیفیکیٹ دلایا۔ سکنری پارک میں طارق معلم قادیانی ہے۔ یہ سرمایہ دار تاجر ہے۔ اس کو قادیانی معتبر نہ ہی ہستی سمجھتے ہیں۔ اس کی ہربیات کے آگے قادیانی سرتسلیم ٹم کرتے ہیں۔ اس کے ہاتھوں پر قادیانی ہونے والے مرتد کو بیعت کروائی جاتی ہے۔ چودھری اللہ رکھانزدہ نبی سرروڈ اور ڈنبر اکاز مینڈ ار مالی و سائل قادیانی تنظیم کو فراہم کرنے کی شریت رکھتا ہے اور ہر قادیانی اپنی آمدی کا درس فیصلہ ربوہ بھجواتا ہے۔ اس سے مرتد ہونے والوں کی مدد کی جاتی ہے۔ یہ قادیانیوں سے چندہ جمع کرتا ہے اور الماک ربوہ کے لیے وقف کرتا ہے۔ چودھری محمود ساکن نامی تحصیل ڈگری بھی زمین کی فصل کا فیصلہ ربوہ کے نام پر بھیجا ہے اور اس کے پاس نوجوان لڑکوں کا ایک وہشت گرد اسکواڑ بھی بتایا جاتا ہے۔ جوان کو ڈھارس بند ہواتا ہے اور تحفظ دیتا ہے۔ چودھری شریف شریف ضلع عمر کوٹ کا زمیندار ہے۔ جو مخصوص ذرائع سے رقم جمع کر کے قادیان بھجواتا ہے۔ ڈاکٹر نصیر تحصیل و ضلع عمر کوٹ قادیانی لابی کا صدر ہے۔ اس کے بغیر عمر کوٹ ضلع میں کوئی قادیانی معلم کسی پر فیصلہ یا کوئی بات تھوپ نہیں سکتا۔ باہمی تنازعات اور اہم نیٹیں یہ کرتا ہے۔

ان کے علاوہ قادریانیوں نے تحریر کے علاقہ مگر پار کر، چیلور، ڈیلو، مٹی میں بھی اپنے پنجے گاڑ رکھے ہیں۔ مسلمانوں کو پھانسے کے ساتھ کوئی "بھیل، میگواز" اور عیسائیوں میں بھی ان کی سرگرمیاں جاری ہیں۔ یہ ان کو طرح طرح کالائج دے کر پھانسے ہیں۔ سادہ لوح اور دینی تعلقات سے عاری افراد ان قادریانیوں کو بھی مسلمانوں کا ایک فرقہ سمجھے کر ان کے جال میں پھنس جاتے ہیں اور جو کوئی ان کے قریب ہوا، اس کو مزید پختہ کرنے کے لئے ربودھے لے جایا جاتا ہے اور جو ربودھے یا تراکر آئے اور مزید پختہ ہو کر اسلام سے مرتد ہو جائے اس کو پھر قادریان بھجوایا جاتا ہے اور وہاں کے سالانہ جلسے میں جس علاقہ سے جتنے نئے قادریانی جو قادریانی معلم بھجواتا ہے وہ اتنا ہی قادریان میں قابل احترام سمجھا جاتا ہے۔ "صحراۓ تحریر" پانی کی قلت کا ہی شکار نہیں، زینی تعلیمات کی قلت کا بھی شکار ہے۔ دین کی تعلیم سے بے بہرہ افراد جب ان قادریانیوں کی قرآن و سنت کے حوالے سے چکنی چڑھی باقی میں سنتے ہیں تو پھر وہ ان کے اسیہ ہو جاتے ہیں اور اس طرح کمزی کے جال یعنی قادریانیت میں پھنس کر رہ جاتے ہیں۔ کچھ لوگ قادریانیت کے جال کو ایمانی حربت سے توڑ کرو اپس نکل آتے ہیں ایسے ہی لوگوں میں صحراۓ تحریر کے دو افراد عبد جو نیجو اور شہزاد پھنان ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے پھر ہدایت کی راہ پر گامزن کیا۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حکومت کیا کر رہی ہے؟ اور علمائے کرام کب خواب غفلت سے بیدار ہوں گے اور صحراۓ تحریر میں عیسائیوں، ہندوؤں اور قادریانیوں کی تنظیمیں جو ہمارے ملک اور ایمان پر نق卜 لگارتی ہیں۔ سرحدی صورتحال کی روشنی میں اس کی روک تھام کے لئے ہر ایک کب احساس زمد داری سے سرگرم ہو گا۔

(بیکری، "ہفت روزہ" "بیکری" کراچی - ۲ دسمبر ۱۹۹۳)



قادیانی مختصر میں مبتلا ہیں

ایک تجزیہ۔۔۔۔۔ ایک فخر

تحریر: بشیر طاہر (سابق قادیانی و سابق رکن بیشل اسمبلی) ترجمہ شفیق احمد خان

قادیانیوں کے تیرے سربراہ آنجمنی مرزا ناصر احمد کی موت کے بعد قادیانیوں میں جوان مشاہر کی لمبڑی ہے، اس کا کچھ حصہ ہم اخبارات کے حوالے سے قارئین کے لئے نقل کرتے چلے آ رہے ہیں۔

حال ہی میں ایک سابق قادیانی جناب بشیر طاہر کا اسی موضوع پر "ایک اہم ترین جائزہ" انگریزی جریدہ هفت روزہ "میگ" کراچی نے شائع کیا۔ اس کی اہمیت کے پیش نظر اس کے بعض حصے ذیل میں میگ و ملکی کے ٹکریہ کے ساتھ شائع کر رہے ہیں۔

ذکورہ مضمون میں اپنے الفاظ کا استعمال کیا گیا ہے۔ مثلاً مرزا نیوں کے سربراہ کے لئے خلیفہ، قادیانیوں کی جگہ احمدی اور مرزا نیوں کی عبادت گاہ کے لئے "مسجد" اس سے ہمیں شدید اختلاف ہے لیکن اس کے باوجود ادارہ من و عن اس کو شائع کر رہا ہے۔

خلافت کے معاملے کا حال ہی میں جو تازع پیدا ہوا ہے، اس سے قادیانی جماعت ایک بار پھر افتراق کا شکار ہو گئی ہے۔ اس افتراق کے باعث کچھ ایسے چونکا دینے والے اور سننی نیز حقائق سامنے آئے ہیں، جن سے اس جماعت کے انتہائی خفیہ اور مکاری پر مبنی نظام کا پتہ چلتا ہے۔

ربوہ جو قادیانیوں کی سرگرمیوں کا مرکز ہے، حال ہی میں زبردست انتخابی

سرگرمیوں کا محور رہا ہے۔ اس لیے کہ مرزا ناصر احمد کے انتقال کے نتیجے میں ایک نئے خلیفہ کے انتخاب سے ان کی جگہ پر کرنا تھی۔ کافی جوڑ توڑ کے بعد انتخاب خلیفہ کمیٹی نے مرزا طاہر احمد کو قادریانوں کا چوتھا خلیفہ منتخب کر لیا، جن کو اسلامی جمیوری پاکستان کے آئین کی رو سے غیر مسلم قرار دے دیا گیا ہے۔

لیکن اس انتخاب سے بجائے اس کے کہ جگہ پر ہوتی، جماعت میں شدید اختلاف پیدا ہو گیا ہے۔ نئے خلیفہ مرزا طاہر احمد نے اپنے سوتیلے بھائی مرزا رفیع احمد اور ان کے مریدین اور حامیوں کو جماعت کے دائرہ سے اور ربودہ سے خارج کر دیا ہے اور غیر ممالک میں احمدیوں کی تبلیغی جماعتوں شدید نوعیت کی بے چینی اور خلفشار میں جلا ہو گئی ہیں۔

ایک متاز احمدی مسٹر ایم ایم احمد اور ایک دوسرے احمدی جوانانام ظاہر کرنا نہیں چاہتے، کئے کے بموجب ربودہ میں ایک متوازی تنظیم قائم کرنے کے لیے ضروری اقدامات کر لیے گئے ہیں اور اس کے متعلق ایک پاسا بلط اعلان جاری کیا جائے گا۔ اس سلسلے میں معلوم ہوا ہے کہ مرزا رفیع احمد کے اپنی ملک کے مختلف علاقوں میں لوگوں سے رابطہ کر رہے ہیں، جن کا رد عمل "ثبت" ہے۔

انہی ذرائع نے یہ انکشاف کیا ہے کہ ربودہ میں ہزاروں عقیدت مندر رفیع احمد کی رہائش گاہ کے سامنے بڑی بے چینی سے ان کا انتظار کرتے ہیں۔ ان کی سربراہی کو قبول کرنے اور ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا اعلان کرتے ہیں۔ لیکن "خیرہ عاذ" جنہیں ربودہ کی مذہبی انتظامیہ نے مقرر کیا ہے، ان کو اس بنا نے چلا کر دیتے ہیں کہ رفیع احمد کا کچھ پتہ نہیں ہے کہ کہاں ہیں۔ یہ لوگ ناامیدی اور راہبوسی کے عالم میں واپس چلے جاتے ہیں۔ یہ صورت حال اس وقت اتنا تسلیم ہو گئی تھی جب مرزا رفیع احمد کو مرزا ناصر احمد کے جنازہ میں شرکت سے روک دیا گیا تھا۔ ربودہ کی تمام مساجد میں بھی ان کے داخلہ پر پابندی عائد ہے۔ ترجمان کے کئے کے بموجب رفیع احمد کے ساتھ اس قسم کا رویہ اسال سے بر تاجراہا ہے۔

ربودہ میں احمدیوں کو یقین ہے کہ رفیع احمد کو قصر خلافت میں زبردستی حرast میں رکھا گیا ہے۔ جن احمدیوں کو حالیہ واقعات کا علم نہیں ہے، ان کی معلومات کے لیے ایک تحریری بیان جاری کیا گیا تھا جس سے انتخاب خلیفہ کمیٹی کی ریشنہ دو ایسا نام ظاہر ہو گئیں۔ اس

لئے کہ اس بیان کے مطابق خلیفہ کے انتخاب کے لیے جو اجلاس ہوا تھا اس میں ۱۹۸۸ء کا ان
نے شرکت کی تھی۔ جبکہ ۲۰۰۰ سے زائد بزرگ اور کان و شرقاء کو اجلاس میں شرکت کی
دعوت نہیں دی گئی تھی۔

اجلاس میں جو کچھ ہوا وہ خاصاً پچپے ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ اجلاس کے شروع میں
یہ ایک ضعیف احمدی نے جو مرتضیٰ احمد کا ساتھی رہا ہے، مرتضیٰ احمد کا نام تجویز کیا۔
اس کی تائید ایک دسرے احمدی نے کی۔ لیکن اس پر شور برپا ہو گیا۔ اس موقع پر مرتضیٰ
ارفع احمد نے اجلاس سے خطاب کرنا چاہا لیکن ان کی کوشش کو مرتضیٰ اطahir احمد کے حامیوں نے
نکام ہادیا اور لاؤ دا پیکر کے تارکات دیے۔ خدام احمد یہ نے رفع احمد کو اجلاس سے باہر
نکال دیا۔ مرتضیٰ احمد نے اس کے بعد چوک گیست ہاؤس میں ایک بڑے اجتماع سے خطاب
کرنا چاہا۔ ہزاروں حامیوں کی موجودگی میں جوان کے حق میں نفرے لگا رہے تھے۔ رفع احمد
نے طاہر احمد کو نیا خلیفہ بنانے کے لیے ارباب اقتدار کی چالوں کے پردہ کو چاک کیا۔

ایک روز قبل مرتضیٰ احمد کے حامیوں نے پنفلٹ تقسیم کیے تھے، جن میں ان کی
حمایت کا اعلان کیا گیا تھا اور انتخاب کمیٹی سے مرتضیٰ احمد کو منتخب کرنے کی درخواست کی
تھی۔ رفع احمد نے اپنی تقریر میں الزام لگایا تھا کہ طاہر احمد اور ان کے حامی جماعت کو بتاہ کر
رہے ہیں اور کلہ کی بھی بے حرمتی کر رہے ہیں۔

جس وقت یہ اجلاس جاری تھا، مرتضیٰ احمد کے حامیوں نے زبردستی اجلاس میں گڑبوڑ
پیدا کی۔ مرتضیٰ احمد کے ساتھ ہاتھ پائی کی۔ ان کو زبردستی ایک کار میں ڈال کر لے گئے۔
ان کو ان کے مکان میں محبوس کر دیا اور سخت حفاظتی پرہواں کے مکان پر لگوادیا۔ مکان کو
جانے والے سارے راستے بند کر دیے اور اس طرح معتقدین کو ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے
سے روک دیا گیا۔

ذرائع کے مطابق ربوہ خوف وہ رہا کہ گرفت میں ہے اور جماعت کے بہت سے
ارکان کو جس میں الباطن جو سیلز کا خاندان اور مقبرہ بہشتی کے انچارج مولوی بشارت
الرحمٰن شامل ہیں، غیر احمد وجود کی ہے اور جماعت سے خارج کر دیا گیا ہے۔ یہی حال مرتضیٰ احمد
اور اس کے حامیوں کا ہے۔ جماعت سے نکالے جانے کے بعد ان کو سخت معاشرتی بائیکاٹ کا
بھی سامنا ہے۔ ترجمان کا کہتا ہے کہ جماعت کا ایک نیاد فتر ربوہ میں قائم کیا جائے گا لیکن اگر

حالت نے اجازت نہ دی تو پھر یہ دفتر لا ہو رہا میں قائم کیا جائے گا۔

مرزا ناصر احمد کی دوسری شادی

پہلی یہودی منصورہ بیکم کے انتقال کے بعد مرزا ناصر احمد کو شادی کی کئی تھوڑی زیز موصول ہوئیں، مرزا ناصر نے اس سلسلہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے رہنمائی کے لئے چالیس روز تک دعا میں مانگیں۔ انہوں نے مولانا عبد المالک اور فیصل آباد کے امیر جماعت شیعہ مظہر احمد سے بھی دعا مانگنے کے لئے کہا۔ ان لوگوں نے کماکر پیش رفت کرنے کی اجازت مل گئی ہے۔ اور مرزا ناصر احمد کے لئے مرزا اللقمان احمد کو ان کی مرحومہ والدہ نے خواب میں کہا کہ اس کے والد شادی کا پیغام عبد الجید خان کی لڑکی اور اُنی آئی کافل ربوہ کے پر مل پر دفتر نصیر احمد خان کی ہمیشہ طاہرہ کے گھر بھیجیں۔ پیغام بسیج دیا گیا۔ طاہرہ کی والدہ نے اس کی مرضی معلوم کی۔ طاہرہ نے اعشار کیا کہ اس نے حال ہی میں ایک خواب دیکھا ہے جس میں اسے مطبع کیا گیا تھا کہ ایک بادشاہ حیثیت انسان اس سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ طاہرہ کی عمر اس وقت چھ بیس سال تھی اور اسے یقین نہیں تھا کہ مرزا ناصر احمد کی عروج حیثیت کا انسان اسے قبول کر لے گا۔

بہر حال مرزا ناصر کی دوسری شادی ربوہ میں ایک سادہ ہی تقریب میں ہو گئی۔ برات میں صرف چار اشخاص شامل تھے۔ جن میں مرزا مبارک احمد، ان کی بہن ناصرہ بیکم اور لڑکے انس احمد اور لقمان شامل تھے۔ ایک ہزار روپے متر مقرر ہوا اور بار ایتوں نے ولمن کے گھر پہنچے یا مصنڈ انوش نہیں کیا۔ ایک گھنٹہ کے اندر مرزا ناصر طاہرہ کو قصر خلافت میں لے آئے لیکن ولیم میں کافی لوگوں نے شرکت کی۔

طاہرہ اب یہود ہو چکی ہے۔ وہ ربوہ میں موضوع گفتگوئی ہوتی ہے۔ لوگوں کو یقین ہے کہ وہ دوبارہ شادی نہیں کر سکتی، اس لئے کہ وہ ایک خلیفہ کی یہود ہے۔ لیکن ایک امکان ہے۔ اگر جماعت کے کچھ معراج افراد کو بھارت ہوتی ہے کہ طاہرہ احمد جن کے کوئی بُر کام نہیں ہے، دوسری شادی کر لیں تو طاہرہ کی دوسری شادی ہو سکتی ہے ورنہ طاہرہ یہود کی حیثیت

سے باقی زندگی گزاریں گی۔

خلافت کے تازعہ سے متعلق یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ عالمی شرست یافتہ سائنس دان ڈاکٹر عبد السلام اور پلانگ کمیشن کے ایک سابق ڈپنی چیئرمین ایم ایم احمد نے ابھی نے خلیفہ کے ساتھ عدم وفاداری نہیں کیا ہے۔

بچھے احمدیوں کو یاد ہے کہ جب مرزا صاحب احمد کو تیرا خلیفہ مقرب کیا گیا تھا تو انہیں جو بشارتیں ہوئی تھیں اور انہوں نے جو خواب دیکھے تھے، ان کو انہوں نے بشارت ربانیہ کے عنوان سے ایک کتابی محل میں شائع کرایا تھا۔ ایک خواب میں انہوں نے دیکھا تھا کہ مرزا رفیع احمد، مرزا صاحب احمد سے دس قدم پہنچے کھڑے ہیں اور کتنے کے سائز کے کئی پھجوں، ان دونوں کے درمیان ہیں۔ انہیں یقین ہے کہ اس حلم کے خواب موجودہ صورت حال کی نشاندہی کرتے ہیں۔

گزشتہ جمعہ کو مرزا طاہر نے ربوہ میں اعلان کیا کہ اب جماعت کافی مفربط اور پرانی ہو چکی ہے۔ اس نے ان تمام خطرات کا بڑی کامیابی سے مدارک کر دیا ہے جو خلیفہ کا عمدہ سنبھالتے وقت انہیں درپیش تھے۔ انہوں نے یہ بھی اعلان کیا کہ آئندہ "خلافت" کو کوئی خطرہ درپیش نہیں ہو گا۔ انہوں نے سامنیں کو مطلع کیا کہ انہوں نے مرزا طاہر احمد سے کما تھا کہ وہ اپنی جان بھی ان کے لئے قربان کر سکتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ انہیں یقین ہے کہ وہ اس اعلیٰ مرتبہ پر اپنی خدمات کی وجہ سے پہنچے ہیں جو انہوں نے جماعت اور مرزا صاحب احمد کے لئے سرانجام دی ہیں۔

قادیانی "نبوت و خلافت" اور اس کا تنازعہ پس منظر

مغل دربار کے ایک جزل کے پوتے مرزا غلام احمد نے قادیانی مذہب کی بنیاد رکھی تھی۔ وہ فروری ۱۸۳۵ء میں شرقی ہنگامہ کے ایک گاؤں قادیان میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کا خاندان قادیان گاؤں کا مالک تھا۔ ۱۸۶۳ء میں مرزا غلام احمد کو سیالکوٹ کی ایک عدانت میں ملازمت مل گئی اور وہ وہاں چار سال تک رہے۔ اپنے والد کے انتقال کے بعد مرزا غلام احمد نے اسلامیات کے مطالعہ کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا اور لاہور ہلی کورٹ کے ریکارڈ کے مطابق انہوں نے ایک کتاب لکھی جو چار جلدوں پر مشتمل تھی۔ یہ زمانہ

مناقرات اور مناقشات کے لئے خاص مشور تھا۔

اسلام پر دو اطراف سے حملے کیے جا رہے تھے۔ ایک طرف تعمیلی مبلغمن کی جانب سے اور دوسرے آریہ سماج کی تحریک کی جانب سے۔ برطانوی حکمران ”نفاں ڈالا اور حکومت کرو“ کی پالیسی پر گامز ن تھے۔ ۱۸۸۲ء میں مرزا غلام احمد پر پہلی ”وہی“ نازل ہوئی جس میں ان کو ”مامور من اللہ“ کے لقب سے نواز لیا۔

لہٰ حیانہ میں انہوں نے تمام مسلمانوں سے کہا کہ وہ اس کے ساتھ اپنی وفاداری کا اظہار کریں۔ بعد میں ۱۸۹۰ء میں ان پر اعکشاف ہوا کہ وہ مددی موعود اور سعیج موعود ہیں۔ ان کے عقیدہ کے مطابق حضرت سعیج کی روح ان کے جسم میں دوبارہ لوٹ کر نہیں آئے گی۔ اس لئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ایک دوسرے سعیج پیدا ہونا تھا۔ مرزا غلام احمد کے کہنے کے بوجب یہ چیز پایہ سمجھیل کو پہنچ گئی اور اب وہی سعیج اور سعیج موعود ہیں۔ سعیج کی جیشیت میں انہوں نے اعلان کیا کہ جہاد فتحم کر دیا گیا اور یہ کہ وہ ایسے مددی نہیں ہیں کہ اپنے ساتھ کشت و خون کو لاتے۔ ان کے کہنے کے مطابق یہ وہی ان پر قتلہ زبانوں یعنی اردو، عربی، فارسی، انگریزی اور بخاری میں نازل ہوئی۔

وہی کے نزول کا نظریہ مسلمانوں کے عقیدہ کے بر عکس تھا۔ آخر کار مرزا صاحب نے ۱۹۰۱ء میں اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ اس دعویٰ سے مسلمانوں میں اشتعال پیدا ہوا۔ ۱۹۰۳ء میں انہوں نے اپنے آپ کو کرشن کہا، جس کی وجہ سے ہندو بھی ان کے مقابلہ ہو گئے۔

مرزا کے خلاف مسلمانوں کی مخالفت اس درجہ پر ہو گئی کہ علماء نے انہیں کافر کہا اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا۔ تمام دنیا نے اسلام سے ان کے خلاف فتوے آئے لیکن قادریانی جماعت ۱۹۰۸ء میں قائم ہو گئی۔ مرزا غلام احمد کا انتقال ہو گیا۔ انہوں نے خلیفہ کے انتخاب کا معاملہ معتقدین پر چھوڑ دیا۔

غلام احمد کے انتقال کے بعد حکیم نور الدین بھیروی ان کے جائشیں ہوئے۔ وہ چند سال تک یعنی ۱۹۱۳ء میں اپنی موت تک خلیفہ رہے۔ ان کے انتقال کے وقت تک قادریانی جماعت متعدد مقام رہی۔ حکیم نور الدین بھیروی کے انتقال کے بعد ان کی جائشیں تازعہ کا باعث بن گئی۔ بہر حال مخل غاند ان کی جیت رہی اور مرزا غلام احمد کے لڑکے مرزا بشیر

الدین محمود احمد کو سربراہ جماعت بنا دیا گیا۔ ان کی اس وقت عمر ۲۵ سال تھی اور مولوی محمد علی اور خواجہ کمال جیسے سینزروگ بھی قادریانی جماعت کے اعلیٰ ترین عمدہ کے لئے کوشش تھے۔ چونکہ مثل خاندان جائیداد کے باعث جو اس کو انگریز حکمرانوں سے ملی تھی، کافی طاقتور تھا اس لئے مولوی محمد علی نے اپنے حامیوں کے ہمراہ جماعت کو خیریاد کر دیا اور لاہوری گروپ کے نام سے ایک دوسرا گروپ بنایا۔ ان کا ہدید کوارٹر احمدیہ بلڈنگ لاہور میں ہے، جہاں مرزا غلام احمد کا انتقال ہوا تھا۔

لاہوری گروپ کا ایمان ہے کہ غلام احمد نبی نہیں تھے بلکہ مجددیا محدث تھے۔ دونوں پارٹیوں نے حمایت حاصل کرنے کے لئے انھیں کوشش کی ہے۔ وہ اس کام میں اب بھی معروف ہیں اور اپنی برتری ثابت کرنے میں ملکے ہوئے ہیں۔ یہاں یہ تباہی دلچسپی کا باعث ہوا کہ جس وقت بر صیر کے عوام غیر ملکی حکمرانوں کے ساتھ بر سر یکار تھے اس وقت مرزا غلام احمد کے دادا مرزا امراضی خان انگریزوں کی حمایت کر رہے تھے اور آدمیوں اور گھوڑوں کے ذریعہ ان کی امداد کر رہے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ انگریزوں کی حکومت خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک نعمت ہے اور مسلمانوں کو لازمی طور پر اس کی حمایت کرنی چاہیے۔ غلام احمد کی "نبوت" کی وجہ سے انگریزوں کو بر صیر میں اپنی حکومت سختکم کرنے میں مدد ملی لیکن آزادی کے حصول میں کامیابی اور پاکستان کے قیام نے قادریانی سازش کو ناکام بنا دیا۔

قیام پاکستان کے بعد قادریانی عارضی بنیاد پر ہجرت کر کے پاکستان آگئے۔ ان کو یقین تھا کہ ایک روز آئے گا جب وہ آخر کار قادریانی واپس ہو جائیں گے۔

ہجرت کے وقت مرزا بشیر الدین محمود نے اعلان کیا تھا کہ قادریانی پاکستان میں جائیدادوں کے کلمی داخل نہیں کریں گے لیکن احمدیہ ایسوی ایشون روہے نے ہندوستان میں چھوڑی ہوئی جائیداد کے کلمی داخل کیے۔ قادریانیوں کو سندھ میں محمود آباد، بشیر آباد اور نصیر آباد میں وسیع و عریض اراضی ملی۔ یہ علاقہ ۲۵ ہزار ایکڑ اراضی پر مشتمل ہے۔

مرزا بشیر الدین محمود کو ان کے والد غلام احمد نے خواب میں یہ ہدایت کی کہ مغل خاندان کے سارے افراد کو جن کا انتقال پاکستان میں ہوا، عارضی طور پر پاکستان میں دفن کیا جائے۔ جب کبھی بھی ممکن ہو سکے گا، ان لاشوں کو قادریان تدفین کے لئے لے جایا جائے گا۔ اس قدر جان لیتا ان خفیہ نظریات کے جاننے کے لئے کافی ہے جو قادریانیوں کے پاکستان کے

حقیقت ہیں۔

قادیانی جماعت نے اب تک پاکستان کو اپنا وطن نہیں مانتا ہے۔ انہیں حقیقی ہے کہ آخر کار عظیم تر ہندوستان کا نظریہ عملی شکل اختیار کرے گا اور پاکستان اس کا ایک حصہ ہو گا۔

مرزا بشیر الدین محمود کا انتقال ۱۹۶۳ء میں ہوا۔ تب نئے خلیفہ کے انتخاب کا مسئلہ پھر اٹھا۔ جماعت کی سربراہی کو مثل خاندان میں رکھنے کے لئے اور مرزا بشیر الدین محمود کے نوکے کو منتخب کرنے کی غرض سے مغل خاندان نے عوام الناس کی رائے کے نظام کی بجائے انتخاب کا ایک مختلف طریقہ اختیار کیا۔ خلیفہ کے انتخاب کے لئے ایک منتخب کمیٹی بنائی گئی۔ خلافت کے لئے دو امیدوار تھے۔ یعنی مرزا ناصر احمد اور مرزا ریفع احمد۔ لیکن مرزا بشیر کی طویل علاالت کے باعث اس کے نوکے مرزا ناصر کو اپنے صلة اڑ کو دست دینے اور اپنی پوزیشن مسحکم کرنے کا موقع مل گیا۔ اس صورت حال میں بنیادی جموروں کے نظام سے بھی بدتر ایک انتخابی نظام اختیار کیا گیا اور مرزا ناصر کو تیسرا "خلیفہ" منتخب کرانے کے لئے ہر قسم کا دیباوڈا لایا گیا۔ یاد ہو گا کہ مرزا بشیر الدین محمود نے پیشیں گوئی کی تھی کہ مرزا ناصر کی خلافت کا زمانہ احمدیہ جماعت کی قیم اور تو سیع کا زمانہ ہو گا لیکن اس پیشیں گوئی کے بر عکس مرزا ناصر کے زمانہ میں احمدی اور ان کے سارے گروپوں کو پاکستان میں غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا۔ اس کے علاوہ ایک حقیقت پسند پارٹی ابھری ہے جو بڑی سرگرمی سے زمین دوز سرگرمیوں میں معروف ہے اور یہ سرگرمیاں احمدیہ جماعت کے حکمران گروہ کے خلاف ہیں۔

سرسید کاظم

اس خط کا اس سال سے تعلق ہے جب مرزا خلام احمد اور اس کے گروہ کے لوگ لاہور، لدھیانہ اور دہلی میں مذہبی مناقبروں میں حصہ لینے کے بعد قادیانی والپس آئے تھے۔ علامہ اقبال کے بزرگ امتداد مولانا سید میر حسن نے سرید احمد خان کی رائے مرزا خلام احمد کے متعلق اس کے اعلانات کی روشنی میں معلوم کی تھی۔ یہ خط سرید کے ان بستے خلوط میں سے تھا جو ان کے پوتے سر راس محمود نے شائع کیے تھے۔

محترم ا

آپ کے خط اور پائی رودپیہ کے چندہ کا شکریہ۔ مجھے افسوس ہے کہ تفسیر لکھنے میں کبھی دیر ہو جاتی ہے لیکن میں لکھتا رہتا ہوں۔ تفسیر سورہ یوسف مکمل ہو جگی ہے اور زیر طباعت ہے۔ مرتضیٰ غلام احمد کی جانب لوگ کیوں مائل ہوتے ہیں؟ اچھا ہے اگر اس کے پاس وحی آتی ہے۔ ہمیں اس سے کیا فائدہ ہے۔ اس سے ہماری دنیا اور ہمارے نہ ہب کی کوئی خدمت نہیں ہوگی ان کی وحی سے ان کوئی فائدہ پہنچتا ہے۔

ان کی وحی سے ہمیں کوئی نقصان بھی نہیں ہو گا۔ وہ جو کچھ بھی ہیں اپنے لئے ہیں۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ ایک بزرگ آدمی ہیں اور عبادت کرتے ہیں۔ ہمارے لئے پس بھی کافی ہے کہ ہم ان سے الگ رہیں۔ تازعہ کیا ہے؟ میں نے ان کی تحریریں دیکھی ہیں۔ وہ بالکل ان کی وحی کی مانند ہیں۔ ان سے ہمیں کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ میں نے حکیم نور الدین کی تحریریں دیکھی ہیں۔ دینیات میں کسی بھی شخص کی وحی بیکار ہے۔ جب تک کہ وہ تو نصیح نہ ہو۔ خدا تعالیٰ کے علم کا دوسرا نام تقدیر ہے۔ وحی سے تقدیر نہیں بدلتی ہے۔ جو کچھ اس دنیا میں ہوتا ہے وہ یا تو مقدر کا لکھا ہوتا ہے اور یا خدا تعالیٰ کا علم ہوتا ہے۔ کسی شخص کی وحی بھی کسی شخص کو فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ یہ کوشش عبث ہے۔

سرید

علی گڑھ

۹ دسمبر ۱۸۹۱ء

احمدی---اقبال کی نظر میں

ہمیں قادر یانوں کی حکمت عملی اور دنیائے اسلام کے متعلق ان کے روایہ کو نہیں بخونا چاہیے۔ اس تحریک کے بانی نے ملت اسلامیہ کو ”تلخ دودھ“ اور اپنی جماعت کو ”تازہ دودھ“ کہا ہے۔ انہوں نے اپنے تسبیح کو ہدایت کی تھی کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ میل جوں نہ رکھیں۔ اس سے بھی بڑھ کر ان کا بنیادی اصولوں کو قبول نہ کرنا۔ اپنے لئے ایک علیحدہ نام (احمدی) رکھنا۔ عبادات اور شادی کے معاملات میں مسلمانوں کا بائیکات کرنا اور دنیائے اسلام کو کافر کرنا ظاہر کرتا ہے کہ قادر یانی مختلف مذاہب سے تعلق رکھتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ وہ مسلمانوں سے اس سے زیادہ دور ہیں جتنے کہ سکھ ہندوؤں سے ہیں۔
سکھ ہندوؤں کے ساتھ شادی کرتے ہیں گو کہ وہ مندروں میں پوجا پاٹ کے لئے نہیں
جاتے۔

گزٹ آف پاکستان

غیر معمولی

حکومت کا شائع کر دو

اسلام آباد۔ جمعرات ۸ ستمبر ۱۹۸۰ء

۱۹۶۰ء کے ایک نمبر ۷۱۷ میں دفعہ ۱-۲۹۸ کا اضافہ۔ مطابط فوجداری پاکستان
میں ۱۹۶۰ء ایک ۷۱۷ مندرجہ ذیل ثقیل دفعہ کا اضافہ کیا جائے گا۔

۱-۲۹۸ اے مقدس ہستیوں کے متعلق تفحیک آمیز الفاظ کا استعمال، کوئی شخص بھی
زبانی یا تحریری طور پر الفاظ کے ذریعہ یا کسی نظر آنے والی شے کے ذریعہ یا کسی بالواسطہ یا
بالواسطہ طور پر تہمت، طعن یا درپرده تحریف کے ذریعہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی
کسی زوجہ مطهرہ (ام المؤمنین) یا خاندان کے ارکان (الم بیت) یا خلفاء (خلفاء راشدین)
یا ساتھیوں (صحابہ) کے مقدس ناموں کی تفحیک یا توہین کرے گا، اس کو تین سال تک قیدیا
قید با مشقت یا جرمانہ یادوں سزا میں دی جائیں گی۔

مرزا غلام احمد کے انکشافات و حی

خدا تعالیٰ

۱۔ ایک کشف میں، میں نے دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں اور میرا
اپنا کوئی ارادہ اور خیال اور کوئی عمل نہیں رہا۔ ”الوہیت میری رگوں اور پھوؤں میں
سرایت کر گئی۔“ (کتاب البریہ، صفحہ ۱۰۳-۱۰۴)

۲۔ مرزا کہتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے ان پر العام کیا کہ ”تو مجھ سے بنزلمہ میرے فرزند

کے ہے۔” (حقیقت الوجی، صفحہ ۷۶)

۳۔ وہ ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

”خدا تعالیٰ کرتا ہے کہ تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔“

۴۔ خدا تعالیٰ عبادت کرتا ہے، روزے رکھتا ہے، وہ سوتا ہے اور وہ جاتا ہے۔“

(البشری، صفحہ ۹۹، جلد ۲)

۵۔ خدا تعالیٰ کبھی خطاب بھی کرتے ہیں۔ (حقیقت الوجی، صفحہ ۱۰۳)

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم

۱۔ ”میں رسول اللہ ہوں۔ خدا تعالیٰ نے کہا ہے۔“ (ایک غلطی کا ازالہ، غلام احمد۔

الفصل، قادیانی، مورخہ ۱۵ جولائی ۱۹۱۵ء)

۲۔ ہر ایک نبی کو اپنی استعداد اور کام کے مطابق کمالات عطا ہوتے تھے، کسی کو بت اور کسی کو کم۔ مگر سچ مسیح موعود کو توب نبوت ملی جب اس نے نبوت محمدیہ مل دیتھے کے تمام کمالات کو حاصل کر لیا اور اس قابل ہو گیا کہ ملی نبی کملائے۔ پس ملی نبوت نے سچ مسیح موعود کے قدم کو بیچھے نہیں ہٹایا بلکہ آگے بڑھایا اور اس قدر آگے بڑھایا کہ نبی کرم مل دیتھے کے پہلو بہ پہلا کھڑا کیا۔ (کلمۃ الفصل، صفحہ ۱۱۳، شمارہ نمبر ۳، جلد ۱۲)

۳۔ ”رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے چاند کے خوف کا ایک نشان ظاہر ہوا اور میرے لئے چاند اور سورج کا، اب کیا تو انکار کرے گا؟“ (اعجاز احمدی، صفحہ ۱۷، مصنف غلام احمد قادیانی)

۴۔ ”میں آدم ہوں، میں موسیٰ ہوں، میں محمد اور احمد ہوں، میں مفتوب کیا گیا ہوں۔“

۵۔ تریاق القلوب کے صفحہ پر:

”میں عیسیٰ ہوں، میں موسیٰ ہوں، میں محمد اور احمد ہوں، میں مفتوب کیا گیا ہوں۔“

۶۔ مرزا کے ایک معتقد قاضی محمد ظہور دین اکمل مندرجہ ذیل اشعار پڑھا کرتے تھے

محمد پھر از آئے ہیں ہم میں
اور آگے سے یہیں بڑھ کر اپنی شل میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکل
غلام احمد کو دیکھے قتویاں میں
مرزا نے ان اشعار کی تعریف کی اور شاعر کو خراج عجین پیش کیا۔ یہ اشعار بد رہ میں
شائع کیے جا چکے ہیں۔ (اخبار بد ر نمبر ۳۳، جلد ۲، صفحہ ۱۲۵، ۱۲ کتوبر ۱۹۰۶ء)

انپیاء

۱۔ فارسی زبان میں اشعار۔

”میں اللہ کا نبی اور رسول ہوں اور مجھ پر خدا کی وحی نازل ہوتی ہے اور وہ الیکی ہی
پاک وحی ہے، مجھے دوسرے نبیوں پر نازل ہوتی رہی اور یہ وحی قرآن مجید کی طرح۔ خدا کا
کلام اور خطاؤں سے پاک اور مذہب ہے۔ اور جس طرح محمد رسول اللہ ﷺ کو قرآن مجید
پر تلقین تھا، اسی طرح مجھے اپنی وحی پر تلقین ہے اور جو شخص اس وحی کو جھلاتا ہے، وہ تلقین
لختی ہے۔“ (نزول الحج، ص ۹۹)

۲۔ ”آسمان سے کمی خلت اترے پر تمرا خت سب سے اوپر بچایا گیا۔“ (حقیقت الہمی)

(ص ۸۹)

۳۔ ”نزول الحج کے صفحات ۸۲-۸۳ پر وہ لکھتے ہیں ”گزشتہ نبیوں کے بہت نسبت
(متعلق) زیادہ مہرات اور پیش گویاں موجود ہیں۔ وہ سب اس وقت محض بطور قصے اور
کہانیوں کے ہیں لیکن میرے مجھے لوگوں کی نظروں کے سامنے ہیں جوان کو دیکھ سکتے ہیں،
ہندوؤں کے پاس بہت سے قصے تھے۔ کسی کہانی کو پیش کرنا ایسا ہی ہے، جیسے خوشبو کے مقابلہ
میں گور کا پیش کرنا ہے۔“

۴۔ ”یہودیوں، یہیساًئوں اور مسلمانوں پر ان کے کسی پھر شدید گناہ کے باعث یہ اتنا آیا
ہے کہ جن را ہوں سے وہ اپنے موعود نبیوں کا انتظار کرتے رہے، ان را ہوں سے وہ نبی
نہیں آئے، بلکہ چور کی طرح کسی اور راہ سے آئے۔“ (نزول الحج، صفحہ ۳۵)

۵۔ ”میں آدم، شیث، نوح، ابراہیم، اسحاق، اسماعیل، یعقوب، یوسف، موسیٰ، داؤد، عیسیٰ علی طور پر محمد اور احمد ہوں۔“ (حقیقت الوجی، صفحہ ۷۲)

مندرجہ بالا انبیاء کے متعلق مرزا کتا ہے:

آدم

”آدم اس لئے آیا کہ نuos کو اس دنیا کی زندگی کی طرف بیجے اور ان میں اختلاف اور عداوت کی آگ بھڑکائے اور سچ اس لئے آیا کہ ان کو دار فنا کی طرف لوٹائے اور ان میں سے اختلاف، تھا صت، تفرقہ اور پرانگی کو دور کرے۔“ (ضیسر خطبہ العاسیہ، صفحہ ۱۱)

نوح

”میرے لئے اس کثرت سے نشان دکھلارہ ہے کہ اگر نوحؐ کے زمانہ میں وہ نشان دکھلائے جاتے تو وہ لوگ غرق نہ ہوتے۔“ (تقریب حقیقت الوجی، صفحہ ۱۲)

”خدائی میرے لئے وہ نشان دکھائے کہ اگر وہ ان امتوں کے وقت نشان دکھلائے جاتے جو پانی اور آگ اور ہوا سے ہلاک کی گئیں تو وہ ہلاک نہ ہوتیں۔“ (دعوات حقیقت الوجی میں، صفحہ ۷)

یوسف

”یہ یوسف اسرائیل کے یوسف سے بہتر ہے، اس لئے کہ مجھے قید میں نہیں ڈالا گیا کہ میں نے اس کے لئے دعا کی تھی۔ میری تصدیق خود خدائے تعالیٰ لئے کی جبکہ یوسف کی تصدیق ان کی رہائی کے لئے ایک مفعل نہیں تھی۔“ (براہین احمدیہ، حصہ ۵)

موسیٰ

”حضرت موسیٰ کی تورہت میں پیغمبر کی تھی کہ وہ بنی اسرائیل کو ملک شام میں جاں دودھ اور شد کی نریں بنتی ہیں، پنچائیں گے، مگر یہ پیغمبر کی پوری نہ ہوئی۔“ (حقیقت الوجی، صفحہ ۷۷)

عیسیٰ

- ۱- ”مسیح کا چال چلن کیا تھا، ایک کھاؤ، یو، شرالی نہ زاہد نہ عابد نہ حق کا پرستار، مستکبر، خود میں خدا کی کاد عوامی کرنے والا۔“ (مکتبات احمدیہ، جلد ۳، صفحہ ۲۱ تا ۲۳)
- ۲- ”حضرت مسیح بن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ باہمیں برس کی ددت تک نجاری (بڑھی) کا کام بھی کرتے رہے ہیں۔“ (ازالہ اواہام، صفحہ ۱۲)
- ۳- ”ہاں، عیسیٰ نو گوں کو نام دھرنے اور ہے ہودہ باقیں کرنے کے عادی تھے، وہ بخک مزاج تھے اور اپنے اور قابو نہیں رکھ سکتے تھے۔“ (انجام آخر، صفحہ ۷)
- ۴- ”اور نایت شرم کی بات یہ ہے کہ آپ نے پہاڑی تعلیم کو جو انجلیں کامغز کملاتی ہے، یہودیوں کی کتاب طالبود سے چہ اکر لکھا ہے اور پھر ایسا ظاہر کیا کہ گویا یہ یہ مری تعلیم ہے لیکن جب یہ چوری پکڑی گئی، عیسائی بست شرمندہ ہیں۔ آپ نے یہ حرکت شاید اس لئے کی ہو گی کہ کسی عدوہ تعلیم کا نمونہ دکھلا کر رسوخ حاصل کریں لیکن آپ کی اس بے جا حرکت سے عیسائیوں کی سخت رو سیاہی ہوئی اور پھر افسوس یہ ہے کہ وہ تعلیم بھی کچھ عدوہ نہیں، عقل و کاشش دونوں اس تعلیم کے منہ پر طماقچے مار رہے ہیں۔ آپ کا ایک یہودی استاد تھا، جس سے آپ نے تورات کو سبقتاً سبقتاً پڑھاتا۔“
- ۵- ”عیسائیوں نے بست سے آپ کے مجرمات لکھے، مگر بست یہ ہے کہ آپ سے کوئی مجھہ نہیں ہوا۔“ ”معلوم ہوتا ہے کہ یا تو تدرست نے آپ کو زیر کی سے کچھ بست حصہ نہیں دیا اور یا اس استاد کی شرارت ہے کہ اس نے آپ کو محض سادہ لوح رکھا، بہر حال آپ علمی اور

عملی قوئی میں بت کرے تھے۔ اسی وجہ سے آپ ایک مرتبہ شیطان کے پیچھے چلے گئے۔“
(ضمیر انعام آنکھ، صفحہ ۲۹۰)

۶۔ ”آپ (حضرت عیسیٰ) کا خاندان بھی نہایت پاک و مطہر ہے۔ دادیاں اور نانیاں آپ کی زناکار اور کسی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظلمور پذیر ہوا۔ مگر شاید یہ بھی خداوی کے لئے ایک شرط ہوگی۔ آپ کا نجمر بوس سے میلان اور محبت بھی شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان ہے ورنہ کوئی پر ہیزگار انسان ایک جوان کنجھی کو یہ موقعہ نہیں دے سکتا کہ وہ اپنے نپاک ہاتھ لگادے اور زناکاری کی کمائی کا پلید عطر اس کے سر پر ملے اور اپنے بالوں کو اس کے ہیروں پر ملے، سمجھنے والے سمجھ لیں ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہو سکتا ہے۔“ (انعام آنکھ، صفحہ ۲۹۱)

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلام احمد ہے
(دافع البلاء)

حضرت ابو بکر

”میں وہی صدی ہوں جس کی نسبت ابن سیرن سے سوال کیا گیا کہ کیا وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے درجہ پر ہے؟ تو انسوں نے جواب دیا کہ ابو بکرؓ تو کیا وہ تو بعض انبیاء سے بہتر ہے۔“ (اشتمار معیار الاخیار، صفحہ ۱۱)

حضرت علی

”پرانی خلافت کا جھگڑا چھوڑو، اب نئی خلافت لو۔ ایک زندہ علی (مرزا صاحب) تم میں موجود ہے۔ اس کو تم چھوڑتے ہو اور مردہ علی (حضرت علیؑ) کی سلاش کرتے ہو۔“
(ملفوظات احمدیہ، صفحہ ۱۳۱، ج ۱)

حضرت حسین

- ۱۔ "میں خدا کشت ہوں لیکن تمہارا حسین دشمنوں کا کشت ہے۔ پس فرق کھلم کھانا اور صاف ظاہر ہے۔" (ضیغمہ نزول مسیح، صفحہ نمبر ۸)
 - ۲۔ کربلا ہر وقت میری سیرگاہ ہے، سو حسین میرے گرباں میں ہیں۔" (نزول المسیح، صفحہ ۴۹)
 - ۳۔ "اس کا کہنا ہے کہ وہ حسن اور حسین سے بت بتر ہے، ہاں وہ بتر ہے۔ خدا تعالیٰ جلد ظاہر کر دے گا۔" (اعجاز احمدی، صفحہ ۷۷)
- یہ تمام خرافات پڑھنے کے بعد کون شخص ایسا ہے جو مرزا غلام احمد کو کافر نہیں کئے گا۔ یہ تحریریں عام مسلمانوں اور علماء کو مشتعل کرنے کے لئے کافی ہیں، اس لئے کہ ان اعلانات اور تحریریں کے تباہ کن اثرات کا انشیں علم ہے۔
- قادیانی ہر شخص کو جو مرزا غلام احمد کو نبی نہیں مانتے "کافر کرنے ہیں بالکل اسی طرح ہے جس طرح یہودی اور عیسائی ان کے نزدیک کافر ہیں۔ اس بارے میں ان کا عقیدہ نہایت واضح ہے۔ مرزا شیر الدین نے مرزا غلام احمد کے ایک خط کا حوالہ دیا ہے:
- "خدا تعالیٰ نے مجھ پر منکشف کیا ہے کہ ہر وہ شخص جس نے میری باقی نہیں اور مجھے نبی تسلیم نہیں کیا، وہ کافر ہے۔"

مرزا رفیع کے مرزا ناصر احمد سے اختلافات

آنجمانی مرزا ناصر احمد کی جانشنبی کے معاملہ میں بنیادی اختلافات صرف جماعت کی دو بڑی شخصیتوں کے درمیان ہی نہیں بلکہ نظریہ کافر ہے جو کہ چوتھے خلیفہ کے انتخاب کے معاملہ میں اختیار کیا گیا۔ مرزا رفیع احمد کے کہنے کے مطابق ایک کروڑ سے زائد احمدیوں کو، نہ کہ مجلس انتخاب کمیٹی کے ۱۳۸ اراکان کو خلیفہ کا انتخاب کرنا چاہیے، یہ انتخاب بالغ رائے دی کی بنیاد پر ضلع دار ہونا چاہیے اور ووٹ دینے والے احمدیوں کو موجود ہونا چاہیے۔

جب کلمہ شریف کے تبدیل کرنے کے متعلق مرزا رفیع احمد سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ یہ مرزا ناصر احمد اور مرزا طاہر احمد کی سازش ہے جس نے خدا تعالیٰ کی آخری کتاب کو غیر قانونی قرار دیے جانے میں مدد دی۔ ان سے کوئی چیز بھی بعد نہیں۔ جہاں تک کلمہ شریف کا تعلق ہے۔ اس کا ایک تاریخی پس منظر ہے۔ ۱۹۸۰ء میں جب مرزا ناصر احمد یورپی دورے پر گئے تھے تو انہیں اس امر کا اکٹھاف ہوا تھا کہ سندھ کی لمبیں لا الہ الا اللہ پڑھتی ہیں۔ (سوائے اللہ کے اور کوئی خدا نہیں ہے)۔

اس لئے یورپ کے دورہ سے واپسی پر انہوں نے حکم دیا کہ کلمہ شریف کا صرف پلا حصہ پڑھا جائے اور دوسرا حصہ قطعی نہ پڑھا جائے۔ انہوں نے یہ بھی حکم دیا کہ کلمہ شریف کے تمام کتبے ملک کے تمام دفاتر سے ہٹادیے جائیں سوائے ان کتبوں کے جو ربوہ کے دفاتر پر گئے ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ قصر خلافت میں واقع مسجد میں "لہ مانی السوارات دمانی الارض" کا ایک کتبہ بجائے کلمہ شریف کے کتبہ کے دیکھا گیا۔ قادریانی جماعت کے چوتھے خلیفہ نے جوبیعت کافار م تمام احمدیوں کو بھیجا ہے، اس میں کلمہ شریف تحریر نہیں ہے۔ مسلمانوں کے عام عقیدہ کے مطابق لفظ "حضور" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ چونکہ قادریانیوں کو آئین میں ترمیم کے ذریعہ اور پھر ۱۹۸۳ء کے صدارتی حکم کے ذریعہ غیر مسلم قرار دیا گیا ہے۔ اس لئے مرزا طاہر احمد نے بیعت ان عقائد کی بنیاد پر لینا چاہی ہے۔ جو "ستح موعود" مرزا غلام قادریانی نے وضع کیے تھے۔ یہ بات ہمارے آخری نبی اور ان کے خلفاء کی بے حرمتی کا باعث ہے۔

اپنے آپ کو "امیر المؤمنین" خلیفہ المسیح الرابع بنا کر انہوں نے خلفاء راشدین کی بے حرمتی کی ہے جس سے پاکستان کے تمام مسلمانوں کے جذبات بھڑک اٹھے ہیں اور یہ واضح طور پر آئین کی خلاف ورزی ہے۔

مرزا غلام احمد، انگریزوں کا بویا ہوا نجج

جنگ پلاسی سے لے کر ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی تک کی صدی ہندوستان میں انگریزوں کی کامیابی کی صدی ہے جس میں انہوں نے مسلمانوں کو یا تو سازشوں کے ذریعہ

اور یا وقت کے ذریعہ اپنا مطیع و فرمانبردار کرنا چاہا۔ لیکن مسلمانوں نے باوجود بحثتوں کے اس ظلم و ستم کا ذلت کر مقابلہ کیا۔ اس لئے کہ وہ انگریزوں کو غاصب سمجھتے تھے جو مسلمانوں کو غلام بناتا چاہتے تھے۔ اسلام اور غلامی میں قطعاً موافق نہیں ہے۔ مسلمانوں کو آزادی سے محبت تھی اور وہ اس آزادی کو برقرار رکھنے کے لئے کسی بھی حد تک جاسکتے تھے۔ انگریزوں کا خیال تھا کہ بار بار کی بحثتوں سے مسلمانوں میں جماد کا ولول ختم ہو جائے گا۔ لیکن انہوں نے اسلام کی تاریخ کا مطالعہ کر کے اپنی اس غلطی کو محسوس کر لیا۔ پس انہوں نے مسلمانوں میں ایک ایسا فرقہ پیدا کرنے میں اپنی ذہانت صرف کی جو جماد کی زدت کرے۔

انہیں غلام احمد کی ذات میں ایسا شخص ملا، جس کی انہیں تلاش تھی۔ مرزا غلام احمد نے اپنی نبوت کا دعویٰ ایسے وقت کیا جب مسلمان اپنی بقا کے لئے جنگ کر رہے تھے۔ مرزا نے انگریزوں کے لئے وہی کچھ کیا جو میر جعفر اور میر صادق نے لارڈ کلائیو کے لئے کیا تھا۔ یہی فوائد حاصل کرنے کے بعد انگریزوں نے مسلمانوں کو مذہبی سطح پر بھی بخوبی تخلص دینے کی سازش کی۔ انہیں ایک ایسے شخص کی تلاش تھی، جو مسلمانوں کو گمراہ کر سکے اور بجائے کہ اور مذہبیہ کے ان کی توجہ قادریان کی جانب کروائے تاکہ مسلمان ایک مرکز سے محروم ہو جائیں۔ اگر ہم قادریانی تحریک کا اس کے مذہبی تناظر میں جائزہ لیں تو یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ وہ جماد کی سخت مخالف ہے۔ یہی محور ہے جس کے گرد سارے قادریانی عقائد اور ان کی سیاست گردش کرتی ہے۔

انگریزوں نے اس تحریک کی حمایت کی اور مرزا غلام احمد ان کے ہاتھوں میں بغض ایک بخوبی تھے۔ اپنے مالکوں کی ہدایت کے تحت قادریانیوں نے بڑے مذہبی جوش کے ساتھ جماد کے خلاف ہندوستان اور دوسرے اسلامی ممالک میں تبلیغ کی۔ جماد کے خلاف تبلیغ کے علاوہ قادریانیوں نے انگریزوں کے لئے جاسوسی کا کام بھی انجام دیا۔ ایک وحی کی بنیاد پر مرزا غلام احمد نے جماد کو حرام قرار دیا۔ مرزا اور ان کے جانشینوں نے انگلستان کی ملکہ کو تعریفی خطوط لکھے اور ہندوستان میں انگریزی راج کو خدا تعالیٰ کی ایک بڑی نعمت قرار دیا۔

روزنامہ الفضل لاہور نے حال ہی میں مرزا طاہر احمد کا ایک پیغام جماعت کے ارکان کے نام شائع کیا ہے۔ جس میں انہیں ”ظیفۃ المسیح“ اور ”عبدہ المسیح الموعود“ کہا گیا ہے۔

یہ پاکستان کے آئین کی کملنگ کھلا خلاف ورزی ہے۔

احمدیہ کے سربراہ کالڑ کا اور آٹھ دوسرے افراد گرفتار

انٹر سروسز پبلک ریلیشنز ڈائریکٹوریٹ کے ایک پریس نوٹ کے مطابق لاہور میں مارشل لاءِ اتحار نیز نے ۹ افراد کو مارشل لاءِ قوانین و احکامات کی خلاف ورزی کرنے پر گرفتار کر لیا ہے۔

پریس نوٹ میں مزید کہا گیا ہے کہ "گرفتار کیے جانے والوں میں تعلیم الاسلام کا بخ لاہور کے پرنسپل مرزا ناصر احمد شامل ہیں۔ وہ احمدیہ جماعت کے سربراہ مرزا بشیر الدین محمود کے لڑکے ہیں۔ مرزا غلام احمد کے لڑکے مرزا شریف احمد اور مرزا مظفر احمد، جن کا تعلق رتن باغ لاہور سے ہے، گرفتار کیے جانے والوں میں ہیں۔ جن دوسرے لوگوں کو گرفتار کیا گیا ہے۔ ان میں محمد بشیر، محمد صالح، محمد بخشی، ملک برکت علی، شیخ فضل حق اور حکیم سراج الدین شامل ہیں۔

۱۹۵۳ء میں مرزا غلام احمد کے لڑکے مرزا شریف احمد اور مرزا بشیر احمد کے لڑکے مرزا ناصر احمد کو مارشل لاءِ قوانین و احکامات کے تحت گرفتار کر لیا گیا تھا۔ ان میں سے ہر ایک کو پانچ سال کی سزا دی گئی تھی۔ قانون نافذ کرنے والے اداروں نے اسلحہ اور گولہ بارود برآمد کرنے کے لئے ربوہ پر چھاپ مارا تھا۔

مرزا کی خلط ملطط لغزشیں

اپنی کتاب "برائیں احمدیہ" کی اشاعت کے بعد مرزا غلام احمد کے لیکے بعد دیگرے چھیساں اعلانات جوان کی کتابوں میں موجود ہیں، ذیل میں درج کیے جاتے ہیں:

"میں عالم، امام، مجدد ہوں۔ میں عیسیٰ، مریم، مسیح، مسیحی، زاد مسلمان، آخری نبی، آخری اولیاء، آخری خلیفہ ہوں۔ میں حسن اور حسین سے بہتر ہوں۔ حضرت عیسیٰ سے بہتر ہوں۔ میں خدا کا چنبر، اس کا اوتار ہوں۔ میں خدا ہوں، مثل خدا ہوں، خالق ہوں،

خدا کا بیٹا ہوں، خدا کا والد ہوں، خدا مجھ سے ہے اور میں خدا سے ہوں۔ میں تخلی نبی ہوں، میں آدم، شیث، نوح، ابراہیم، اسماعیل، یعقوب، یوسف، موسیٰ، داؤد، یسوع ہوں، میں محمد کا تکملہ اوتار ہوں، میں محمد اور احمد کا سایہ ہوں، میں موتی اور مجر اسود ہوں، میں میکائیل اور ذوالقرنین ہوں، میں خدا کا گھر، آریوں کا بادشاہ، شیر، سورج، چاند ہوں، میں امن کا شزرادہ، بہادر اور بہمنوں کا خدا ہوں، میری حمد و ثناء کی گئی ہے۔ میں خدا کا نور، عین اور منتخب ہوں، میں وہ ہوں جس کی نشست سب سے اوپری ہے۔ خدا تعالیٰ نے میری قبیل کا وعدہ کیا ہے۔“

اس ساری خرافات کو پڑھنے کے بعد آپ خود ہی فیصلہ کر لیں کہ کیا یہ شخص کو کافر کہنا کافی ہے؟ (ہفت روزہ غوث نبوت، اگست ۱۹۸۲ء)

ڈاکٹر سام کانمک خوارڈاکٹر مظہر بھی بولا!

ہمارے سامنے اس وقت روز نامہ جنگ لاہور ۱۹ فوری ۱۹۸۸ء کا ایڈیٹور میں صفحہ
ہے..... اس میں ایک مضمون کی آخری قطع ہے۔ مضمون کا عنوان ہے ”پاکستان میں
سائنس اور ٹیکنالوژی کافروں“ مضمون نویس ہیں ۔۔۔ ڈاکٹر مظہر علی۔ ملک طرابلس (لیبیا)
مظہر علی صاحب نے سائنس اور سیاست دانوں کی تقدیر و قیمت پر روشنی ڈالی ہے اور
یہ ثابت کیا ہے کہ کوئی ملک ٹیکنالوژی کے بغیر موجودہ دور میں آگے نہیں بڑھ سکتا اور
ٹیکنالوژی میں استطاعت حاصل کرنے کے لئے ہمیں سائنس دانوں سے رابطہ رکھنا ہو گا۔
جناب ڈاکٹر صاحب کی اس بات سے کسی کو بھی اختلاف نہیں ہو سکتا۔ خصوصاً جب پوری
دنیا میں ٹیکنالوژی کی دوڑ زوروں پر ہو۔ ایسے میں ضروری ہو جاتا ہے کہ پاکستان کے
سائنس دان اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے آگے بڑھیں اور ان سے مکمل تعاون ہونا
چاہیے۔ ڈاکٹر صاحب نے اس مسئلے کی اہمیت کے پیش نظر درپرداز ایک ایسے آدی کے
انتخاب پر حکومت اور عوام کی توجہ مبذول کرانے کی کوشش کی ہے (جیسا کہ خود ڈاکٹر
صاحب دبے الفاظ میں اعتراف کر چکے ہیں) جو قادر یانہوں کا ایک متعقب مبلغ ہے اور شاید
ڈاکٹر صاحب کی نظر سے ڈاکٹر عبد السلام کا یہ جملہ گزرانہ ہو جب ذوق القار علی بھٹونے ملک ان
میں ایک عالی سائنس کافرنیس کا اہتمام کیا تھا اور اس میں دیگر سائنس دانوں کے علاوہ ڈاکٹر
عبد السلام کو بھی دعوت دی تھی اور یہ کافرنیس قادر یانہوں کو ۲۷۔۱۹ء میں کافر قرار دینے کے
بعد منعقد ہوئی تھی۔

جب دعوت نامہ ڈاکٹر عبد السلام کو پہنچا تو اس نے جواب دیا، وہ ان دنوں تقریباً

ملک کے تمام مشور رساںوں میں شائع ہوا۔ ڈاکٹر عبد السلام نے جواب دیا تھا کہ ”میں اس لعنتی زمین پر قدم نہیں رکھ سکا جس میں قادریانوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا ہے“ ڈاکٹر صاحب نے اشاروں اشاروں میں یہ تو بادر کرنے کی کوشش کی ہے کہ میکنالوچی کی ترقی کے لئے ہم کو نہ ہب سے بالاتر ہو کر کام کرنا چاہیے۔ لیکن شاید ڈاکٹر صاحب یہ بھول گئے کہ ڈاکٹر عبد السلام یہودیوں کی صیونی لالی کا اجنبیت ہے اور ان کی گھٹی میں پاکستان کو تباہ کرنا موجود ہے۔ یہ کسی بھی وقت پاکستان کو نقصان تو پہنچائیں گے لیکن فائدہ نہیں پہنچاسکتے۔ رہایہ مسئلہ کہ اس نے حاصل کردہ نوبل انعام پاکستان کے نوجوانوں کے نام کر دیا ہے۔

یہ تو ایک طریقہ ہے ان کے پاس پاکستان کے نوجوانوں کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بااغی بنانے کا اور ان کے فدائی لئے ہوتے ہیں کہ لوگ جب یہ نہیں گے کہ دیکھو اتنی بڑی رقم ڈاکٹر عبد السلام نے وقف کر دی ہے تو وہ ہمارے قریب رہیں گے۔ ہماری تربیتی و ایثار سے متاثر ہوں گے اور پھر ہم ان کو پچکے پچکے مرزا طاہر کے پاس لندن پہنچا دیں گے۔ افسوس اذ ڈاکٹر مظہر صاحب یہ بھول گئے کہ صدر رابوب کے دور میں بھی ایم ایم احمد کو ایسے ہی جذبے کے تحت آگے لایا گیا۔ پھر اس نے ایوبی دور میں جماں تک ممکن ہو سکا پاکستان کو نیست و نابود کرنے کی کوشش کی اور مشرقی پاکستان کی عیحدگی بھی قادریانی ایم ایم احمد کی منصوبہ بندیوں کی بدولت ہی معرض وجود میں آئی ہے۔ ڈاکٹر مظہر کو یاد ہو ناچاہیے کہ ایوبی دور میں قادریانوں نے اسی طرح درپرده جس جس قسم کے گل کھلانے ہیں ان کو احاطہ تحریر میں لایا جائے تو ایک کتاب بنتی ہے..... ڈاکٹر مظہر طرابلس میں بینہ کردار اس پہلو پر بھی غور کریں کہ ہم جس آدمی کو اشاروں اشاروں میں پیش کر رہے ہیں وہ سائنس کی ترقی کے لیے کیا کرے گا۔ وہ مسلمان سائنس و ان ڈاکٹر قدری خان جیسے انسان کو بھی پس مظہر میں لے جانے کی کوشش کرے گا اور ایسے شاندار طریقہ اور ملمع سازی سے لائجہ عمل بنائے گا کہ پاکستان کا بچا کھچا علاقہ بھی نکلے نکلے ہو جائے گا اور آخر کار مرزا ای امت پورے ملک میں شور پھانے لگ جائے گی کہ ہمارے حضرت صاحب نے نہیں کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ پاکستان کے نکلے نکلے کر دے گا۔

علامہ شورش کاشمیری کی کتاب تحریک ختم نبوت میں صفحہ ۱۸۳ پر درج ہے..... پاکستان فضائیہ کے سربراہ ایئر مارشل ظفر چودھری سخت گیر طبیعت کے متعصب قادریانی

تھے۔ انہوں نے فضائیہ کو اپنے ہم عقیدہ اشخاص کی ملک بنا نے کا عزم کر رکھا تھا۔

اس غرض سے وہ سبھی کچھ کرتے مثلاً امریکہ وغیرہ تربیت کے لیے کسی فضائی نوجوان یا افری کے بھینے کا سوال پیدا ہوتا تو قادریانی کا چنانہ کر کے انہی کو فضائیہ کے اہم شعبوں میں لگاتے، عرب ریاستوں میں بھجواتے۔ پھر ظفر چودھری قادریانی نے مرزاً ای افسروں کی ترقی کا راستہ ہموار کرنے کے لیے بست سے مسلمان فضائی افسروں کو نام نہاد سازش کے مقدمہ میں پھنسا کر کورٹ مارٹل کی بھیت چڑھا دیا۔ ان میں وہ نوجوان بھی تھے، جنہوں نے بست سارے فضائی معاشر کے سر کیے تھے۔ ان نوجوانوں کو طویل ساعت کے بعد لمبی لمبی سزا میں دی گئیں۔ انہوں نے ساعت کے دوران عدالت میں قادریانیت کا پردہ چاک کیا۔

اس لئے ڈاکٹر مظہر صاحب کو مشورہ دینے سے پہلے اس نے کو سوچ لیا ہا ہے کہ یہ ڈاکٹر عبد السلام جب ملک پاکستان کی نیکنالوچی کا انچارج ہو گیا تو صرف اس لیے کہ ہماری گاڑی چلتی رہے۔ ملک رہے یا نہ رہے، اس سے ہم کو کیا سروکار ہے۔ ڈاکٹر صاحب یاد رکھیں یہ بے ایمانوں کا ثولہ ہے۔ یہ اسلام اور ملک دونوں کے خدار ہیں۔ یہ کسی بھی روپ میں آئیں، نتیجہ ایمان، اسلام، ملک کی تباہی ہو گا۔ لہذا آپ لیبیا میں بیٹھ کر ہم پر رحم کریں اور ایسے بھی انک مشوروں سے پرہیز کریں۔ اور فرصت ملے تو شورش کا شیری کی کتاب "تحریک ختم نبوت" ضرور پڑھیں۔

(ہفت روزہ "ختم نبوت" کراچی، جلد ۶، شمارہ ۲۳، ۱ اپریل ۱۹۸۸ء)

(از قلم: حافظ محمد حنفی)

جنوبی افریقہ کی سپریم کورٹ نے بھی

قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دے دیا

جنوبی افریقہ جو فطری وسائل اور معدنیات (سونا، ہیرے، اور یورنیم وغیرہ) کی دولت سے مالا مال ہے۔ تقریباً ساڑھے تین سو برس تک مغربی سفید استعمار کے زیر نگیں رہا۔ ڈچ (الم ہائینڈ) اور برطانوی استعمار اس پر حکومت کرتے رہے۔ آخر ان کی عمر پوری ہوئی اور وہ راہ عدم کے مسافر ہوئے۔ ۱۹۹۰ء سے ۱۹۹۵ء تک ۵ سالوں کے عرصہ میں عظیم انقلابات رونما ہوئے۔ صدر منڈیلا پورے ساڑھے ستائیں برس کی قید کے بعد آزاد ہو کر نئے جنوبی افریقہ کے معمار کی حیثیت سے منظر عام پر نمودار ہوئے۔ ان کا عالمی بھرم پڑھتا گیا۔ اس لیے کہ اس قلیل عرصہ میں قومی، عوامی اور مقامی انتخابات کے ذریعہ موصوف نے ملک کو جمہوریت کی شاہراہ پر کھڑا کر دیا اور ملک کے جمہوری سانچوں کی داغ بدل ڈال دی۔

مسلمانوں کی آمد

مغربی استعمار نے عالم اسلام پر جو تسلط قائم کیا تھا، وہ بھی بتدریج ختم ہو ہاگیا۔ انڈو نیشیا پر ڈچ حکمران پورے ساڑھے تین سو برس تک مسلط رہے۔ انڈو نیشیا کے ساتھ ملائیشیا کے جزاں بھی ان کے زیر نگیں رہے۔ مقامی مسلم سلاطین اور حکمران جو راجہ کے نام سے بھی معروف تھے، استعمار کے ساتھ نہ رہ آزمہ ہوئے۔ استعمار نے انہیں پاپہ زنجیر قید کر

کے جنوبی افریقہ میں لا کر نظر بند کیا۔ انہی میں ایک راجہ تمپورا بھی تھے۔ کیپ ناؤن میں مسلمانوں کی پہلی آمد ۱۶۵۸ء میں تائی جاتی ہے، جب مسلمانوں کی ایک جماعت (Mardy Ckers of Amboya) یہاں بطور غلام، ملائیشیا وغیرہ کے علاقوں سے لائی گئی۔ کیپ ناؤن کے رجڑ میں انہیں غلام کی حیثیت سے درج کیا گیا۔ اس کے بعد سے مسلم قیدیوں کی آمد جاری رہی۔ راجہ حرمت کے متواطے جو ذچ استعمار کے خلاف نہر آزمات تھے، گرفتار کر کے یہاں لائے گئے اور جزیرہ رابن کے قید خانوں میں رکھے گئے۔ ان ممتاز شخصیات میں شیخ یوسف کا نام قابل ذکر ہے۔ موصوف بالائم میں شایی امام تھے۔ وہ ذچ کے خلاف بالائم کے مسلم حکمران کے ساتھ جنگ آزادی میں شریک تھے۔ چونکہ وہ شایی مسجد کے امام تھے، اس لیے ذچ نے انہیں ۱۶۹۳ء میں لا کر غلاموں کے زمرہ سے الگ رکھا۔ کیپ کے گورنر سے موصوف کے اچھے تعلقات تھے۔ اس بناء پر موصوف نے درخواست کی کہ وہ تمپورا کے راجہ کو جیل سے نکال کر علیحدہ علاقہ میں منتقل کرے۔ شیخ یوسف کی وفات کے بعد ان کے مریدین ملائیشیا و اپیس چلے گئے اور ان کی لڑکی سے راجہ تمپورا کی شادی ہو گئی۔ راجہ نے حافظی کی مدد سے قرآن کریم کا پورا نسخہ اپنے ہاتھ سے لکھ کر گورنر کی خدمت میں پیش کیا۔ ۱۶۹۳ء میں جنوبی افریقہ میں مسلمانوں کی آمد کی تمن سو سالہ تقریبات تذکر و احتشام کے ساتھ منائی گئیں۔ صدر منڈیلانے تقریب کا افتتاح کیا۔ سارے ملک میں قرآن خوانی کے ساتھ دیگر تقریبات کا اہتمام کیا گیا۔

مسلمانوں کی آمد کی یہ مختصر ترین یادداشت اس لیے اہم ہے کہ چند نفوس ذکر کیے اور ملخص دین داروں نے اس ملک میں مذہب اسلام اور قرآنی پٹھر کی داعییل ڈال کرامت کے لیے وسعت ارضی میں اضافہ کیا۔ انہوں نے روزاول سے اسلامی روایات عقائد اور عبادات کے تحفظ پر زور دیا۔ بچوں کی تعلیم کے لیے مدارس و مساجد قائم کیے۔ مسلم غلاموں کا قافلہ آخر آزادی کی نعمت سے شاد کام ہوا اور سیاسی قیدی، آزاد شہری ہو گئے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ کیپ میں ذچ رفارم چرچ کے علاوہ کوئی دوسرا مذہب قابل قبول نہیں تھا۔ ان مشکلات کے باوجود اسلام کے مجرمنمازہ ہب و پٹھر یہاں پر وان چڑھنے لگے۔ تصور کافروں غہو اور آج اسلام اس ملک کا ایک محکم مذہب ہے۔

استعمار نے اسلام کو زیر کرنے کے لیے ہر قسم کے چھکنڈے استعمال کیے۔ بر صیر

ہندوپاک کے برطانوی استعمار نے قادیانی نام کا ایک نیا نام ہب قائم کر کے امت مسلمہ کی تفرقیت کا سامان فراہم کیا۔ وحدت کو پارہ پارہ کر دیا۔ گھر گھر میں دو فرقے کھڑے ہو گئے۔ پھر اسی قادیانی فرقہ کو دو بازوؤں میں تقسیم کرایا۔ ایک احمدی لاہوری کے نام سے موسم ہوا اور دوسرا قادیانی کے نام سے۔ وحدت امت کو ختم کرنے کے لیے یہ فتنہ کھڑا کیا کہ احمدی لاہوری، مسلمان تھے۔ اس طرح خود فرقہ قادیانی میں دو جماعتیں باہم متحارب کھڑی کر دیں۔ حالانکہ دونوں ایک ہی یونٹ کے دو دال تھے۔ قادیانی تحریک کو عالمی تحریک بنانے کی سی جاری رہی اور اس کے قائدین نے عالمی دوروں کے ذریعہ ہر جگہ اس کی شناختیں قائم کر دیں۔ براعظم افریقہ جو خود صدیوں زیر استعمار رہا، تعلیم اور ترقی میں پسمند رہا۔ قادیانیوں نے افریقہ میں اپنی تحریک کو تیز گام بنانے کے لیے ہر ملک میں اپنی جماعت کی شناختیں قائم کر دیں۔ جنوبی افریقہ چونکہ براعظم افریقہ کا سب سے نمایاں ترقی یافتہ اور دولت مند ملک تھا۔ اس لیے قادیانیوں نے اس پر نظریں گاڑ دیں اور براعظم افریقہ میں اسی کو اپنی تحریک کا مرکزی قلعہ بنایا۔ سر ظفرالله خان نور نظر برطانیہ، بخش نشیں جنوبی افریقہ تشریف لائے اور شرکیپ ناؤن میں ایک مرکز قائم کر کے واپس تشریف لے گئے۔ یہاں قادیانی عقائد کی اشاعت کے لیے وہی ذرائع اختیار کیے گئے جو بر صیر میں استعمال کیے گئے تھے۔ مثلاً ہیں طبلاء کو آکسفورڈ اور کیمبرج کے تعلیمی و نظائر دے کر ان کی ذہنی اور تعلیمی تربیت مادر برطانیہ میں کی گئی، جس نے اس فرقہ کو جنم دیا تھا۔ پاکستان میں فرقہ قادیان کو غیر مسلم قرار دینے کے بعد فرقہ کا مرکز مادر برطانیہ منتقل ہو گیا، جہاں سے مبلغ سارے عالم میں پھیجے جاتے رہے۔ جنوبی افریقہ بھی آتے رہے۔

جنوبی افریقہ میں قادیانی تبلیغ خفیہ طور پر چلتی رہی کیونکہ یہاں کے مسلمان نہ صرف بیدار تھے بلکہ پاکستانی دستور میں قادیانیوں کے مرتد یا غیر مسلم ہونے کا اعلان ہوتے ہی یہاں کے مسلمان ہو شیار ہو گئے اور ہر قادیانی کی سرگرمی پر نظر رکھنے لگے۔ مساجد میں ان کے داخلہ پر پابندیاں لگا دیں وغیرہ۔

بر صیر کے باہر قادیانیوں نے اپنے تحفظ کے لیے قانونی چارہ جو کی شروع کی اور یکو لرد اتوں میں مقدمات دائز کیے، کہ انہیں مذہبی اقلیت کی حیثیت سے قانونی تحفظ فراہم کیا جائے۔ اسلام دشمن یکو لرد اتعیں جنوبی افریقہ میں بھی ان کو تحفظ دینے کے لیے

آمادہ نظر آئیں اور ایسے فیصلے صادر کیے، جن سے قادیانیوں کو تقویت ملی اور وہ مسلم مساجد و قبرستان میں شرکت کا دعویٰ کرنے لگے۔ یہاں انہوں نے اپنے آپ کو احمدی لاہوری مسلم فرقہ قرار دے کر آنکھوں میں دھول جھوٹکی اور مسلمان ہونے کا دعویٰ کر دیا۔

مسلم مساجد میں قادیانیوں کی آمد یا مسلم قبرستانوں میں ان کی تجدیز و تغفیل کو مسلمانوں نے ناپسند کیا اور مذاہست شروع کی۔ بات آگے بڑھی اور قادیانیوں نے یکور عدالتوں میں مقدمات دائر کیے۔ مادر برطانیہ اور امریکہ سے قادیانی مبلغین اور وکلاء طلب کیے گئے تاکہ وہ ان کے مقدمات کی پیروی کریں۔ اسی طرح جنوبی افریقہ کا معروف قادیانی مقدمہ منظر عام پر آیا اور ۱۹۸۲ء سے ۱۹۹۵ء تک چلتا رہا۔

کیپ ناؤن کی پریم کورٹ میں قادیانیوں نے مقدمہ دائر کیا کہ وہ من جیٹ احمدی لاہوری مسلم ہیں اور مسلم حقوق کے حقدار بھی ہیں۔ انہیں مساجد میں داخل ہونے اور مقابر میں تدفین اور تجدیز و تغفیل کی اجازت دی جائے اور ان کے مسلم حقوق بحال کیے جائیں۔ پریم کورٹ میں احمدی لاہوری من جیٹ مدعی اور مسلم جوڈیشنل کونسل میں من جیشت مدعی عالیہ Plaintiff حاضر ہوئے۔ راقم الحروف بھی روزاول سے من جیٹ ایکپرٹ ویشنس مقدمہ میں شریک رہا۔ مقدمہ کی ساعت دو محوروں پر گردش کرتی رہی۔ اول یہ کہ آیا احمدی اور لاہوری مسلم ہیں یا مرتد، دوم یہ کہ آیا یکور عدالت کو کسی نہ ہی کیونٹ کے عقائد کے بارے میں فیصلہ صادر کرنے کا حق حاصل ہے یا نہیں؟ ایم جے سی کا موقف دونوں مسائل میں واضح تھا یعنی احمدی اور لاہوری بھی غیر مسلم ہیں۔ اور نہ ہی عقائد کے معاملہ میں یکور عدالت کافیلہ قابل قبول نہیں ہے۔

بچ جرمن نے بڑی جاہت کے ساتھ یہ فیصلہ صادر کر دیا کہ یکور عدالت قطعی مجاز ہے کہ وہ نہ ہی عقائد سے متعلق مسائل میں بھی اپنے فیصلے صادر کرے بلکہ ان معاملات میں یکور عدالت زیادہ باصلاحیت (Competent) ہے۔ اس کافیلہ خالص انصاف پر بنی ہو گا اور غیر جانبدار از بھی۔

فیصلے کے اصل کلمات جسے پریم کورٹ (عدالت عالیہ بلوم فاؤنڈیشن نے اپنے فیصلے (Judgement) کے صفحات ۳۰۴ پر نقل کیا ہے۔

It appears to me that the resolution of the question whether ahmadis are muslims or not may well be more fairly and dispassionately decided by a secular Court such as this than by some other tribunal composed of the ologians. Certainly when regard is had to the considerable number of experts to be called and the considerable volumes of testimony to be given by them, this court may well be the most suitable forum to deal with them and with their evidence.

ایم جے سی نے عدالت کے فیصلہ کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور مقدمہ کو شرک عدالت سے خارج کرنے کی درخواست کی۔ مقدمہ کی ساعت ٹانسی نومبر ۱۹۸۵ء میں شروع ہوئی۔ مسلم وکیل اسماعیل محمد نے اعلان کر دیا کہ نہ ہبی مسائل میں یہ کو روکوڑ کا فیصلہ مسلمانوں کے لئے قابل قبول نہیں ہے۔ مشرک عدالت اس کی مجاز نہیں کہ وہ کسی کو مسلم اور کسی کو مرتد قرار دے۔

ایم جے سی نے مقدمہ کا بائیکاٹ کیا۔ ۲۰ نومبر ۱۹۸۵ء کو جوج و یم نے فیصلہ صادر کر دیا کہ احمدی لاہوری چونکہ مسلمان ہیں لہذا ان کے مسلم حقوق بحال کیے جائیں۔ مساجد میں داخل ہونے اور قبرستان میں تجمیز و تکفین کی اجازت دی جائے۔ حکم عدالی کی سزا ختم ہو گی اور اسے توہین عدالت (Contempt of Court) قرار دیا جائے۔

مسلمانوں نے عدالت کے فیصلہ کو مسترد کر دیا اور اعلان کر دیا کہ لاہوری احمدی بھی قادر یا نہیں کی طرح غیر مسلم ہیں۔ ایک کافر جو دوسرے کافر کو مسلم قرار نہیں دے سکتا۔ ایم جے سی نے تمام مساجد اور ارکین کمیٹی کو ہدایت جاری کر دی کہ وہ کسی بھی قادر یا نہیں کی طرف دار کو مساجد میں داخل ہونے کی اجازت نہ دیں۔ اور لاہوری یا ان کے حامی اور طرف دار کو مساجد میں داخل ہونے کی اجازت نہ دیں۔

مسلم قبرستان میں ان کی تدفین کی مزاحمت کریں۔ یہ اعلان بھی کر دیا کہ ہر مسلمان عدالت کی حکم عدولی کی سزا بھکتی اور جیل جانے کے لیے تیار ہے۔ بچ و لیم کے فیصلہ کی روشنی میں قادری اور لا ہوری احمدی جسارت کے ساتھ مساجد میں داخل ہونے لگے۔ اس سے فرقہ دارانہ کنٹکش میں اضافہ ہو اور تصادم کے خطرات بڑھنے لگے۔ مساجد اور مقابر میں ان کی مداخلت سے شر میں فساد کا خطرہ پیدا ہو گیا۔

ملک کی عدالت عظیٰ میں اپیل

مسلم جوڈیشل کونسل (ایم جے سی) نے ملک کی سب سے بڑی عدالت (بلوم فاؤنڈیشن) میں بچ بر من اور بچ و لیم کے فیصلوں کے خلاف اپیل دائر کی اور دعویٰ کیا کہ غیر مسلم عدالت (یکور کورٹ) کو کسی فرقہ کے نہ ہبی عقائد سے متعلق حکم صادر کرنے کا حق نہیں ہے۔ یہ نیچلے مسلم کیونٹی کے لیے قابل قبول نہیں ہیں۔ یہ مقدمہ (Csae No 692، ۹۲) ۲۵، ۲۸ اور ۲۹ اگست ۱۹۹۵ء کو جاری رہی۔ ۲۶ ستمبر ۱۹۹۵ء کو جوں نے ۱۷۱ صفحات پر مشتمل اپنا فیصلہ صادر کر دیا اور صفحات ۱۵۳ اور ۱۵۵ پر سابق جوں کے فیصلوں کو مسترد کرتے ہوئے واضح الفاظ میں اعلان کر دیا کہ:

کسی کیونٹی کے نہ ہبی عقائد کے بارے میں فیصلہ خود اس کیونٹی کے علماء اور ماہرین عقائد ہی "جو اس عقیدہ کے محافظ" امین اور مجاور ہیں، کر سکتے ہیں۔ صرف انہی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ یہ فیصلہ صادر کریں کہ کس فرد کے عقائد نہ ہب کے تسلیم شدہ عقائد کے مطابق ہیں اور کس فرد کے عقائد اس کے مخالف ہیں، اس حق کو کوئی عدالت یا فرقہ سلب نہیں کر سکتا ہے۔ یکور یاد نیادی عدالت کے لیے غیر موزوں ہے کہ وہ فیصلہ صادر کرے کہ کون مسلمان ہے اور کون مرتد ہے۔ کسی فرد کو نہ ہب کے دائرہ سے خارج کرنے کرنے کا حق بھی علماء کو حاصل ہے۔ نیچلے کے اصل الفاظ (Excommunicate) حسب ذیل ہیں:

One cannot deny the right of those who
are legaimately charged with the protection

of the Muslim faith to seek to safeguard what they consider to be the fundamental and critical tenets of their faith and to excommunicate someone whose convictions and beliefs are in opposition to, or not in conformity with those principles.

جوں نے فیصلہ میں لارڈ دیوی (Lord Davy) کے تصریح کو بھی اپنی حمایت میں پیش کیا ہے۔ (ص ۱۵۲) نیز اسکات لینڈ کے فری چرچ کے مقدمہ سے متعلق لارڈ ہلبری (Lord Halsbury) کے فیصلوں کو بھی اپنی تائید میں پیش کیا ہے۔ (ص ۱۵۵) ان فیصلوں کے مطابق بھی نہ ہی عقائد کے سلسلہ میں یکور عدالتیں فیصلہ صادر نہیں کر سکتیں۔ مادر ای مسائل میں لا دینی عدالتیں حکم نہیں بن سکتیں۔

جنوبی افریقہ کی عدالت عظیمی کا یہ فیصلہ اب ایک عالمی نظریہ ہے۔ دنیا کی کسی عدالت میں قادریانی فرقہ یا احمدی اور لاہوری فرقہ منہ دکھانے کے قابل نہیں رہا۔ کوئی یکور عدالت ان فرقوں کو حق تحفظ دینے کی مستحق نہیں۔ ان کے بارے میں حتیٰ فیصلہ امت مسلم کے علمائے کبار اور نہ ہب و عقائد کے ماہرین ہی کر سکتے ہیں۔ اگر وہ انہیں غیر مسلم یا مرتد قرار دے چکے ہیں تو کوئی یکور عدالت انہیں مسلم قرار نہیں دے سکتی۔ قادریانی جو عام طور پر یکور عدالتیں کا سارا لے کر اپنے حقوق کا تحفظ حاصل کر لیا کرتے تھے، اب وہ اس فیصلہ کن نظریکی روشنی میں اس سے محروم ہو چکے ہیں۔ مادر برطانیہ، جس کی کوکھ سے اس فرقے نے جنم لیا ہے، وہ بھی اپنی غیر محروم نسل کی حفاظت نہیں کر سکتی ہے۔ اس اعتبار سے جنوبی افریقہ کی عدالت عظیمی کافیصلہ عالمی نظریکی حیثیت رکھتا ہے اور عقائد کے مقدمات کو ہے نہی امریکی یا غیر امریکی عدالتیں کو ہے۔ بر صغیر ہندوپاک کے لیے یہ فیصلہ سب سے اہم ہے۔ کیونکہ یہاں یہ تحریک ہنوز سرگرم عمل ہے۔

مقدمات کے طویل ریکارڈ کا تحفظ

تقریباً پندرہ سالوں کے طویل مقدمات کے عدالتی کاغذات، قائل اور متعلقہ ریکارڈ
کیپ ٹاؤن کے نوجوان وکیل (اٹارنی) مسٹر احمد چوبان کی لائبریری میں محفوظ ہیں۔ محققین
اور ریسرچ سکالر زان سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ موضوع اس مقدمہ میں روز اول سے
آخر تک متعلق رہے ہیں۔ قادریانی تحریک اب جنوبی افریقہ میں درگور ہو چکی ہے۔ تحریک
ارتداد کے کفن میں یہ فیصلہ آخری کیل تھی۔

دواہم نظائر

پانچ جوں نے اپنے فیصلوں کی تائید میں دواہم نظائر پیش کیے ہیں۔ وہ بھی پیش نظر
ہیں:

Significant in this connection are the following observations of Lord Davey in General Assembly of Free Church of Scotland and Others v Lord Overtoun and Others 1904 AC 515 (HL Sc) at 644-5)

My Lords. I Disclaim altogether any right in this or any other Civil Court of The realm to discuss the truth or reasonableness of any of the doctrines of this or any other religious association, or to say whether any of them are or are not based on a just interpretation of the language of Scripture, or whether the contradictions or antinomies between different statements of doctrine are or are not real or apparent only, or whether such contradictions do or do not proceed only

from an imperfect and finite conception of a perfect and infinite Being, or any similar question.

See too lord Halsbury LC at 613)

(هفت روزه "ختم نبوت" کرایی، جلد ۲۳، شماره ۲۱)

از قلم: سید حبیب‌الحق ندوی

مرزا طاہر کے منہ پر جزل حمزہ کا زناٹ دار تھپڑ

قادیانی فتنے کے سربراہ مرزا طاہر نے روزنامہ جنگ لندن کو ایک انٹرویو ویا جو ۲۷ ستمبر ۱۹۸۸ء کو پورے ایک صفحہ پر شائع کیا گیا۔ اس انٹرویو میں اس نے چند قادیانی جرنیلوں کو جو کسی خفیہ سازش کے تحت جزل کے عمدے تک پہنچ گئے تھے، محبد ملن وغیرہ کے الفاظ سے لوازا۔ مرزا طاہر کے الفاظ یہ ہیں:

”جزل انٹرلک کا نام ایک عظیم جرنیل کے طور پر ساری دنیا میں شہرت پا گیا۔ کثیر کے محاذ پر انہوں نے ہندوستان کو ریگدا ہے۔ پھر جو نہ کے محاذ کے ہیرو عبد العلی ملک تھے، فاضل کا سیکھر پر حمزہ تھے۔ پھر سندھ میں رون کچھ کے علاقہ میں بریگیڈ یور افقار تھے۔ یہ سارے احمدی ہیں۔ اچھے بد دیانت لوگ ہیں کہ جب جان کی بازی لگانے، سرد ہڑکی بازی لگانے کا وقت آیا تو سب سے آگے ہوتے ہیں..... بت سے جرنیل تھے۔ ان میں احمدی جرنیلوں کی تعداد تھوڑی ہے لیکن کیسا اتفاق ہے کہ جتنے تھے، سارے چک اٹھے۔ ان کے دل میں جذبے تھے، اور دم میں محبت کرنے والے تھے۔“

قادیانیوں کے نزدیک مرزا قادیانی ملعون و دجال کی جنم بھومی ”قادیان“ اسی طرح مقدس ہے جس طرح مسلمانوں کے نزدیک کہ م kms اور مدینہ منورہ مقدس ہیں۔ مرزا محمود سے لے کر مرزا طاہر تک ان کے ہر لیڈر کی یہ خواہش ہے کہ کسی طرح قادیانی میں واپس مل جائے۔ چنانچہ مرزا محمود کی اور اس کی بیوی کی لاشیں ربوبہ کے قادیانی مرکھت میں اماخاد فن کی گئیں جن پر یہ کتبہ بھی لکھا گیا تھا کہ جو نبی حالات ساز گار ہوں، یعنی قادیانی واپس مل جائے، لاشیں قادیان لے جا کر دفن کی جائیں۔ علاوہ ازیں مرزا محمود کی انکھنڈ

بھارت کی پیش گوئی تو کسی سے ذمکی چیزیں نہیں۔ لہذا جزل اختر ملک قادیانی ہو یا عبد العلی قادیانی، انہوں نے اگر پاکستانی جنگ میں حصہ لیا تو اس لئے نہیں کہ پاکستان سے انہیں محبت تھی بلکہ ان کے پیش نظر قادیان کا حصول تھا۔ اسی لئے سیالکوٹ کامیاب عبد العلی ملک نے سنپھالا تھا کہ وہاں سے قادیان نزدیک ہے۔ جزل عبد العلی ملک نے ایسا کھیل کھیلا کہ بت سا پاکستانی علاقہ بھارت کے حوالے کر دیا۔

جہاں تک کشمیر کا تعلق ہے تو مرزا محمود نے یہ پیش گوئی کی تھی کہ کشمیر میراپور کا رفتغ کرے گا۔ اس میں بھی وہی راز پوشیدہ تھا کہ گورداپور سے کشمیر کو راستہ جاتا ہے۔ اور وہ اس طرح کشمیر نہیں قادیان چاہتے تھے۔ چنانچہ کشمیر کامیاب کھولنے کے لئے قادیانی جزل اختر ملک نے نواب آف کالا باغ مرحوم سے کملوا یا کہ وہ ایوب خان کو مشورہ دیں کہ کشمیر حاصل کرنے کا یہ بترین موقع ہے۔ نواب صاحب سے ملاقات کرنا چاہی تو نواب صاحب نے ملاقات سے انکار کر دیا اور کہا میں ایوب خان کو یہ مشورہ ہرگز نہیں دوں گا مگر اختر ملک کی سازش کامیاب ہو گئی اور ایوب خان کشمیر کامیاب کھولنے پر آمادہ ہو گئے۔ آخر دنیا نے دیکھ لیا کہ کشمیر تو کیا ملتا، اکھنور کا پورا علاقہ بھارت کو دے دیا گیا۔

جیسا کہ ہم پہلے بتاچکے ہیں کہ قادیانی "قادیان" کو مکہ اور مدینہ کی طرح مقدس سمجھتے ہیں۔ اور ان کے دلوں میں ہر وقت یہ سودا سماں ایسا رہتا ہے کہ کسی طرح ہمیں قادیان مل جائے جس کے چند شواہد بطور نمونہ ملاحظہ ہوں۔ قادیانیوں کا آنجمانی پیشو امرزا محمود کرتا ہے۔

خیال رہتا ہے یہش اس مقام پاک کا
سوتے سوتے بھی یہ کہ اٹتا ہوں ہائے قادیان
آہ کیسی خوش گھری ہوگی کہ بائل مرام
باندھیں گے رخت سفر کو ہم برائے قادیان

("الفرقان" ربوہ، اگست تا اکتوبر ۱۹۶۳ء)

قادیان کے سالانہ جلسے کے موقع پر مرزا محمود نے ایک پیغام بھجوایا۔ اس کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

"آج پھر مسجد القصی (مرزاڑہ) میں ہمارا سالانہ جلسہ ہو رہا ہے۔ اس لئے نہیں کہ جلسہ سالانہ میں شامل ہونے والے مٹاقوں کی تعداد کم ہو گئی ہے بلکہ شع احمدت کے

پروانے سیاسی مجبور یوں کی وجہ سے قادیانی نہیں آ سکتے۔ یہ حالات عام رضی ہیں اور.....
ہمیں پورا لیفٹن ہے کہ قادیان احمدیہ جماعت کا مقدس مقام..... اور خدا کے وحدہ لا شریک
کا قائم کردہ مرکز ہے وہ ضرور پھر احمدیوں کے قبضہ میں آئے گا۔

(حوالہ بالا، ص ۲۶)

مرزا محمود کے پیغام اور اشعار کو بغور پڑھیں اور پھر غور کریں کہ جن کے نزدیک
قادیانی کی اتنی عظمت ہے اور قادیان ان کے دل و دماغ پر اتنا سلطہ ہے کہ سوتے ہوئے بھی
ہائے قادیان پکارا سمجھتے ہیں تو کیا وہ اس کے حصول کے لیے کوئی قدم نہیں نہیں گے۔ یقیناً
وہ قدم انھائیں گے اور انھائی بھی چکے ہیں۔ قادیانی جزل اگر کشیر یا چونڈہ کے محاذ پر پیش پیش
رہے ہیں تو ان کے پیش نظر پاکستان کا دفاع ہرگز نہیں تھا بلکہ ان کا مقصد قادیان کا حصول قا
ماک وہ سکھوں کے ساتھ مل کر اپنی ایک الگ سیست قائم کر سکیں۔

کشیر کے محاذ پر لٹنے والا جزل اختر ملک جسے مرزا طاہر نے عظیم جرنل ہیرد اور
پوری دنیا میں شہرت یافتہ قرار دیا، وہی عظیم جرنل ہیرد اور شہرت یافتہ ایک فضائی حادثہ
میں ہلاک ہو گیا۔ (جو شاید اسے مسلم دشمنی اور پاکستان دشمنی کی وجہ سے پیش آیا کیونکہ اگر
جزل ضیاء الحق بقول قادیانیوں کے ہوا تی جہاز کے حاوی میں اس لئے ہلاک ہوئے کہ وہ
قادیانیوں کے مقابل تھے تو پھر قادیانی جرنل کی ہلاکت پاکستان اور اسلام دشمنی کا نتیجہ ہو
سکتی ہے) تو ایسے تخلص قادیانی کو بہتی مقبرہ میں دو گز جگہ بھی نہ مل سکی اور اسے عام
مرگھٹ میں مٹی تلتے دبادیا گیا۔

بہر حال یہ ایک جملہ مختصر س تھا۔ ہمارا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ مرزا طاہر نے اپنے اثر و یہ
میں حقائق پر پرده ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ اس کا جھوٹ یوں بھی ظاہر ہو گیا ہے کہ اس نے
اپنے اثر و یہ میں جزل حمزہ کا نام قادیانی جزوں کی فہرست میں شائع کیا ہے جبکہ جزل حمزہ نے
اپنے بیان میں مرزا طاہر کے منہ پر ایسا زناٹ دار تھپڑر سید کیا ہے کہ وہ لندن کی روگنیں
محفلوں میں بھی اسے پڑھ کر تملکا کر رہ گیا ہو گا۔ جزل حمزہ کا بیان یہ ہے:

”قادیانی جماعت کی امیر مرزا طاہر کا یہ دعویٰ سرا سر بے بنیاد ہے کہ میں قادیانی
ہوں۔ ان خیالات کا انعام ۱۹۷۵ء کے جنگ کے ہیر و جزل حمزہ نے روز نامہ جنگ میں مرزا
طاہر احمد کے حوالے سے چھپنے والی ایک خبر کے جواب میں کیا ہے۔ انہوں نے مرزا طاہر کے

اس دعویٰ کو بھی ملکہ قرار دیا ہے کہ چودھڑے کے محاذ پر ایک قادریانی جرنیل عبدالملک نے جرات و شجاعت کا مظاہرہ کیا تھا۔ انہوں نے کما جزل عبدالعلی شکر گڑھ کے محاذ پر لخت کے ذمہ دار تھے جس کے باعث ۱۹۷۱ء میں سیا لکوٹ سکیز میں دشمن نے بہت سا علاقہ قبضے میں لے لیا۔ انہوں نے کما ایک اور قادریانی جرنیل اختر حسین ملک کی بہادری کے قبضے بھی بے بنیاد ہیں۔ یاد رہے کہ مرزا طاہر احمد نے چند دن قبل جنگ لندن کو دیئے جانے والے ایک ائمرویوں میں قادریانی جرنیلوں کا ذکر کیا تھا۔ انہوں نے جزء حمزہ کا نام بھی لیا تھا۔

(”جنگ“ لاہور، ۲۸ اکتوبر ۱۹۸۸ء)

مرزا طاہر نے اپنے ائمرویوں جو گپیں ہائکیں اور جو جھوٹ بکے ہیں جناب جزل حمزہ کے اس بیان سے ہی یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ وہ پورے کاپورا ائمروی کذب بیانی کا لپندا ہے۔ اس ائمرویوں جزء حمزہ کو قادریانی بتایا گیا جبکہ انہوں نے واضح طور پر نہ صرف اس کی تردید کی، بلکہ قادریانی جرنیلوں کی اصل حقیقت بھی کھوں کر رکھ دی۔

الغرض مرزا طاہر یا دوسراے قادریانیوں کا خود کو محب وطن ظاہر کرنا اسی طرح جھوٹ ہے جس طرح مرزا قادریانی علیہ اللعنة کا دعوائے نبوت جھوٹ تھا۔ اور جس طرح وہ گرگٹ کی طرح رنگ بدلتا تھا، آج مرزا طاہر اور تمام قادریانی اسی را پر گامزن ہیں۔

(افت روزہ ”ختم نبوت“ کراچی، جلدے، شمارہ ۲۸، از قلم محمد ضیف ندیم)

قادیانی سازش بے نقاب

فاروق عادل

یہ کمانی بھی اتنی پرانی ہے، جتنا پاکستان اور اس کی تاریخ۔ ۱۹۴۷ء کے ان مینوں میں جب پاکستان نے جنرا فیڈی و جود نہیں پایا تھا، لیکن اصل حقیقت بن چکا تھا۔ غیر منقسم پنجاب کے ایک رہبی گروہ نے انگریز حکمرانوں کو ایک خط ارسال کیا۔ جس میں درخواست کی گئی تھی کہ ہمیں مسلمانوں میں شمارنہ کیا جائے کیونکہ ہم ہندوستان میں یعنی والے تو ہیں لیکن مسلمانوں سے الگ ایک اکائی کے طور پر شناخت رکھتے ہیں۔ تحریک و تاریخ پاکستان کے شادر جانتے ہیں کہ غلام احمد قادیانی کے خلیفہ اول نے یہ خط بعض ہندو رہنماؤں اور انگریز سپرستوں کی خواہش پر تحریر کیا تھا۔ اس لیے یہ درخواست تسلیم کرنے میں کوئی مشکل پیش نہ آئی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ گور داپور، فیروز پور اور امر تسر کے علاقوں میں، جہاں مسلمانوں کی آبادی اہنی صد تھی، کم ہو کر اقلیت میں بدل گئی۔ اسی وجہ سے پنجاب کی وہ غیر منصفانہ تقسیم ہوئی۔ جس کے سبب تاریخ کا بدترین قتل عام اور فقید الشال ہجرت کا واقعہ ہی رونما نہیں ہوا، بلکہ کشمیر کا قضیہ بھی اٹھ کھڑا ہوا، جواب رستا ہوا ایک ناسور بن چکا ہے۔ تاریخ کے اس بد صورت واقعہ کے پس پشت یہ حقیقت بھی کار فرماتھی کہ بد قسمی سے باوڈھ ری کیشن میں مسلمانوں کی نمائندگی سر ظفر اللہ خاں کر رہے تھے، جن کے رو حانی رہبر نے انگریز حکمرانوں کو خط لکھ کر خود کو مسلمانوں سے الگ کرایا تھا۔

اس واقعہ کی کڑیاں چند برس قبل کی ایک سازش اور اس کے نتیجے میں برباکی جانے والی ایک تحریک سے جڑی ہوئی تھیں۔ جس کے سربراہ جماعت احمدیہ کے (دوسرے نمبر پر بننے والے) سربراہ مرزا بشیر الدین محمود اور سیکریٹری حکیم الامت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ

علیہ تھے۔ تاریخ میں اس تحریک کو کشمیر کمیٹی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ ۱۹۳۱ء کی بات ہے۔

قادیانی اپنے پیشو امر زاغلام احمد قادیانی کو نبی ہی نہیں سمجھ موعود بھی قرار دیتے ہیں اور ان کا ایک عقیدہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کشمیر میں دفن ہیں۔ اس لئے کشمیر ان کے لیے مذہبی اعتبار سے ایک اہم مقام ہے۔ یہ اکشاف حکیم نور الدین نے کیا تھا جو غلام احمد قادیانی کی موت کے بعد جماعت احمدیہ کے پہلے امیر بنے تھے۔ وہ مہاراجہ کشمیر کے سرکاری معالج تھے۔ انہوں نے تحقیق کر کے کتاب لکھی۔ جس میں ثابت کیا کہ سری نگر کے قریب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر ہے، اس لئے کشمیر پر ہمارا حق ہے۔ حالانکہ یہ ایک غلط دعویٰ تھا۔ جس کا بطلان عدم ساز تاریخی ناول نگار عبدالحیم شررنے اپنی کتاب "لغت چین" میں کیا جو خصوصی طور پر اسی مقصد کے لیے کامی ممکن تھی۔ انہوں نے تاریخی حوالوں سے ثابت کیا کہ سری نگر کے قریب یعنی ناہی جس شخص کی قبر ہے وہ وسط ایشیا کا ایک مجاہد کمانڈر تھا جو کسی جنگ میں شکست کھا کر اس علاقے میں آنکلا اور یہیں آسودہ خاک ہوا۔

یہ وہ زمانہ تھا جب ابھی فتنہ قادیانی کی تباہ کاریاں اتنی عام نہ تھیں، نہ لوگ ان کے کافرانہ عقائد سے زیادہ واقف تھے، چنانچہ متذکرہ مقصد کے پیش نظر قادیانیوں نے بعض دیگر حوالوں کو سامنے رکھتے ہوئے "کشمیر چلو تحریک" شروع کی تو عام مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لیے علامہ اقبال کو اس کی مرکزی قیادت میں شامل کر لیا گیا لیکن علامہ اقبال جیسے زیرِ ک شخص سے یہ سازش اور اس کے پس پر وہ عناصر زیادہ دیر تک چھپے نہ رہ سکے، چنانچہ انہوں نے فی الفور خود کو اس نام نہاد تحریک سے الگ کر کے اس کے غبارے سے ہو انکال دی۔ (واضح رہے کہ اس زمانے میں قادیانی خود کو مسلمانوں سے الگ نہیں قرار دیتے تھے۔ بلکہ وہ اندر ان کی جڑیں کھو کھلی کرتے تھے)

کشمیر چلو تحریک سے لے کر خود کو مسلمانوں سے الگ قرار دینے کی درخواست اور اس کے بعد باڈنڈری کمیشن میں پنجاب کی غیر منصفانہ تقسیم تک جماعت احمدیہ نے جو کردار ادا کیا۔ اس کی وجہ ان کے ساتھ کیا گیا ایک خوشنما وعدہ تھا۔ جس کو عملی روپ دلوانے کے لیے قادیانی تسلسل کے ساتھ ایک خاص کردار ادا کر رہے تھے۔ قادیانیوں سے کہا گیا تھا کہ وہ خود کو مسلم اکثریت سے الگ قرار دے لیں تو انہیں پاکستان کے ساتھ جانے والے دو

علاقوں سیالکوٹ اور شکرگڑھ سے لے کر کشمیر تک ایک خطہ زمین دے دیا جائے گا جس کا مرکز قادیان ہو گا اور اس کی حیثیت ویٹی کن شی کی ہو گی جو عیسائی دنیا کا مرجع ہے۔ حالات پر کس کا بس چلتا ہے۔ ۷۷ء کی بیجان انگریز فضائی سکموں کی سمجھ میں یہ باریک نکتہ آسکا۔ انہوں نے جب مسلمانوں کو تمہیر تغیر کرنے کے لیے بلم اور لکوار اخھائی تو مسلمانوں کی ہی وضع قطع اور اسی انداز میں عبادت کرنے والے قادیانیوں اور مسلمانوں کے درمیان کوئی تیزینہ کر سکے۔ اس طرح قادیان گور داس پور، نیروز پور اور امرتر سے قادیانیوں کو بھی مسلمانوں کے ساتھ ہی لکنا پڑا۔ موئے دماغ رکھنے والے سکموں نے اپنی بے تدبیری سے مسلمانوں کے خلاف تیار کی گئی ایک منظم سازش ناکام بنا دی تھی، خیر میں شر برآمد ہونے کا مقولہ ایسے موقع پر ہی استعمال کیا جاتا ہے۔

۷۷ء میں قادیان کے نام سے ایک نیا ویٹی کن شی بنانے کی سازش تو ناکام ہو گئی لیکن اس نہ ہی فرقے پر بھارت کی مریانجوں میں کبھی کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔ ان برسوں میں جب مشرقی پنجاب میں سکھ بغاوت عروج پر تھی، بھارت نے کسی غیر ملکی کے، خواہ وہ سکھ ہی کیوں نہ ہو، پنجاب میں داخل پر پابندی عائد کر رکھی تھی۔ لیکن اس سارے زمانے میں پاکستان سیاست دنیا بھر کے قادیانیوں کو قادیان جانے کی مکمل آزادی تھی جو مشرقی پنجاب ہی کا ایک قصبہ ہے۔ جسے غلام احمد قادیانی کے شوق نبوت نے شہرت دلادی۔

قیام پاکستان اور اس کے بعد قرارداد مقاصد کی منظوری نے ہر اس قوت کی امیدوں پر اوس ڈال دی جو اولاد قیام پاکستان ہی کا مخالف تھا۔ لیکن پاکستان کو بننے سے نہ روک سکنے پر وہ اس ملک کو ایک خاص رنگ میں رنگنے کا خواہش مند تھا یا برو باد کر دینے کا۔ ان قتوں میں قادیانی بھی شامل تھے، عیسائی بھی اور بعض دیگر سیاسی اور غیر سیاسی گروہ بھی۔ کیونکہ یہ عناصر کسی بھی طور پر ایسا پاکستان قبول نہیں کر سکتے تھے۔ جس کی شناخت اسلام ہو، صرف اور محض اسلام۔

گزشتہ دہائی میں تو ہیں رسالت کا قانون منظور ہوا تو نہ ہی اقلیتوں نے اسے برآ راست خود پر جملہ تصور کیا۔ جن میں سرفہرست قادیانی اور دوسرے نمبر پر عیسائی تھے۔ اس موقع پر ان دونوں اقلیتوں کے مفادات مشترک ہو چکے تھے۔ پنجاب میں جن علاقوں میں عیسائی آبادی کا زیادہ ارتکاز ہے، ان میں سیالکوٹ، لاہور، اوکاڑہ وغیرہ کے سرحدی

علاقے خاص طور پر شامل ہیں۔ یہ بھی ایک اتفاق ہے کہ ان ہی علاقوں میں قادریانی بھی کافی تعداد میں موجود ہیں کیونکہ یہ وہی علاقے ہیں جو قادریان کے قریب ترین ہیں۔ ان علاقوں میں قیام پاکستان سے پہلے ہی غلام احمد قادریانی کے اثرات رہے ہیں۔ تو ہیں رسالت کے قانون نے ان دونوں اقلیتوں کے مفادات سمجھا کر دیے اور انکے درمیان ایک غیر مرئی رشتہ اتحاد قائم کر دیا۔ اس غیر اعلانیہ اتحاد نے آگے چل کر پاکستان میں غیر معمولی صورت حال پیدا کر دی۔ کچھ عرصہ قبل انجام کو پہنچنے والے سیاسی، آئینی اور عدالتی بحراں سے قبل ملک بھر میں اور بالخصوص پنجاب میں جاری فرقہ وارانہ دہشت گردی کا اس سے گمرا تعلق تھا۔ ان دونوں اقلیتی فرقوں نے اس سلسلے میں دو محاذوں پر کام کیا۔ منظم منصوبہ بندی کے ساتھ ملک میں غیر سرکاری انجمنوں (NGO) کا ایک جال بچھایا۔ اس سلسلے میں سر ظفر اللہ خاں کے سنتی ٹفڑجو ہدروی نے بنیادی گدارا ادا کیا ہے۔ جبکہ جماعت احمدیہ کے موجودہ امیر مرزا طاہر احمد کی ہدایات پر سندھ کے سابق عبوری وزیر اور ریاض رڈی پور و کریٹ کنور اور لیس بھی اہم خدمات سرانجام دیتے رہے ہیں۔ غیر سرکاری انجمنوں نے، جن میں قادریانی شوہر کھنے والی معروف قانون داں عامد جہانگیر کا ادارہ بھی شامل ہے۔ دنیا بھر میں انسانی حقوق کی دیگر تنظیموں اور ان تنظیموں کے سپرست اداروں سے روابط استوار کیے اور انسانی حقوق اور پاکستانی قوانین کو بنیاد بنا کر عالمی سطح پر پاکستان کے خلاف پر و پیگنڈا کیا، جو کسی نہ کسی شکل میں اب بھی جاری ہے۔

دوسرے محاذ دہشت گردی کا تھا۔ فرقہ وارانہ دہشت گردی کے جو واقعات ہوئے ان کا سرسری جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ ان میں سے بیشتر واقعات بالخصوص ان سرحدی علاقوں میں ہوئے جن میں یہ دونوں ہی اقلیتیں آباد ہیں۔

حال ہی میں چند ذمہ داروں نے حکومت کو ایک رپورٹ پیش کی ہے۔ جس میں انکشاف کیا گیا ہے کہ مشرقی پنجاب (بھارت) کے تسبیح قادریان میں بھارتی حکومت نے ایک کمپ قائم کیا ہے۔ بھارتی خفیہ ادارے ریسروچ اینڈ آئیسی و انگ (R&A) کی زیر نگرانی چلنے والے اس کمپ میں پاکستان سے آئے والے نوجوانوں کو دہشت گردی کی تربیت دی جا رہی ہے۔ رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ تربیت حاصل کرنے والے ان نوجوانوں کو جماعت احمدیہ کے توسط سے قادریان بھیجا جاتا ہے۔ ان نوجوانوں میں احمدی یا قادریانی بھی ہوتے ہیں

اور عیسائی بھی۔ ان نوجوانوں کو قادریان جانے سے پہلے اور وابپی پر انہی سرحدی علاقوں میں قادریانوں اور عیسائیوں کے گھروں میں پناہ دی جاتی ہے اور بنیادی نوعیت کی معلومات اور تربیت بھی فراہم کی جاتی ہیں۔ یہ اکشاف بھی کیا گیا ہے کہ یہ دہشت گرد جرائم کرنے کے بعد انہی علاقوں میں پناہ بھی لیتے ہیں۔ واضح رہے کہ شکر گڑھ سے قادریان کا فاصلہ ۲۰ میل سے زیادہ نہیں ہے۔

پاکستان میں کی جانے والی فرقہ دارانہ دہشت گردی کی ایک ٹکون شکر گڑھ (اور اس سے ملحقہ علاقے) آسکفورد (برطانیہ، جس کے قریب جماعت احمدیہ کا مرکز ہے) اور قادریان ہے۔ ان تینوں علاقوں میں قادریانی رہنماؤں کی آمد و رفت کا ریکارڈ معلوم کیا جائے تو اس کے نتیجے میں ایک حیرت انگیر حقیقت وجود میں آتی ہے۔ روپورٹ میں اس سلسلے میں بعض نام بھی پیش کیے گئے ہیں۔ جن کے انشاء نے حکومتی طلقوں میں حیرت اور بے چینی پیدا کر دی ہے اور اس سلسلے میں غیر معمولی تیز رفتاری سے تحقیقات کی جا رہی ہیں۔

روپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ بھارت، اسرائیل اور عیسائی دنیا کے جماعت احمدیہ سے روابط معمول کی بات رہے ہیں اس لئے ان پر کبھی حیرت ظاہر نہیں کی گئی۔ لیکن ۱۹۷۳ء میں قادریانوں کو غیر مسلم قرار دیے جانے اور اس کے بعد جzel ضایاء الحق کے دور میں توین رسالت کا قانون منظور ہو جانے کے بعد ان روابط میں تیزی کے ساتھ اضافہ ہوا اور جیسے جیسے یہ روابط بڑھتے گئے، اسی تیزی کے ساتھ پاکستان میں فرقہ دارانہ دہشت گردی شیعہ سنی فسادات اور خونریزی میں بھی اضافہ ہوا۔ یہ رابطے اس وقت اپنی انتہا کو ہٹنچ گئے جب ۱۹۸۴ء میں مرتضی اطہار احمد اچانک لندن روانہ ہو گئے۔ اس کے بعد رابطے استوار کرنے کے بعد منصوبے بنانے اور ان پر عمل درآمد میں تیزی اور بہتری پیدا ہوئی۔

روپورٹ میں پاکستان کی انتظامیہ اور سیاست میں جماعت احمدیہ کے اثر و نفوذ اور اس کے سربراہ مرتضی اطہار احمد کی شخصیت پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

پاکستان قائم ہوا تو یورپ کریں میں قادریانی بھارتی تعداد میں موجود تھے۔ جبکہ مسلح افواج میں بھی ان کی تعداد قابل لحاظ تھی اور ایک حد تک موثر بھی۔ اس صورت حال سے خاص طور پر یورپ کریں میں غیر معمولی صورت حال پیدا ہو گئی۔ طاز میں اور تر قیاس صرف انہی لوگوں کو ملتیں جو قادریانی ہوتے یا جماعت احمدیہ کی طرف سے ان کی سفارش

کی گئی ہوتی۔ جو اس جماعت میں سفارش حاصل نہ کر پاتے یا اس میں عار محسوس کرتے ملازمت و ترقی سے محروم رہتے۔ یہ وہی زمانہ تھا جب پاکستان میں احمدیوں کے خلاف پہلی تحریک چلی، یعنی ۱۹۵۳ء۔ روپورٹ میں قرار دیا گیا ہے کہ تحریک ختم نبوت شروع ہونے میں جمال دیگر عوامل موجود تھے۔ وہیں ایک عضریہ بھی تھا جس نے ملک بھر میں بالخصوص پنجاب میں اقتصادی مسائل پیدا کر دیے تھے۔

مرزا طاہر کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ یہی وہ شخصیت تھی جس کی وجہ سے جماعت احمدیہ نے سیاست میں عمل دخل شروع کیا اور نہ اس سے قبل وہ خود کو اس شبے میں کمزور محسوس کرتی تھی۔ ۱۹۶۷ء میں جب ذوالفقار علی بھٹو پاکستان پبلیزپارٹی کی بنیادیں رکھ رہے تھے، مرزا طاہر احمد بھی ان کے دامیں باعیسی ہی تھے۔ ان دونوں مرزا ناصر احمد جماعت احمدیہ کے سربراہ تھے۔ مگر ایک شر میلے اور قدرے کم ہمت شخص تھے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ جماعت احمدیہ سیاست میں ٹانگ اڑا کر اپنے لیے مخالفت کا سامان کرے۔ لیکن مرزا طاہر احمد نے امیر جماعت کی مرضی کے علی الرغم پبلیزپارٹی میں اثر و رسوخ پیدا کیا۔ اسی زمانے میں مرزا طاہر احمد اداروں کی نظر میں آگئے اور ان کے بارے میں رائے بنی کہ یہ نوجوان جارح طبیعت، مسلح سرگرمیوں کا خواہش مند اور ایک ذہین آدمی ہے۔ نوجوان مرزا طاہر نے مرزا ناصر احمد کی زندگی میں ہی جماعت احمدیہ کا سیاسی رنگ اس قدر متحرک اور مضبوط بنادیا کہ امیر جماعت احمدیہ بے بس ہوتے چلے گئے۔ مرزا طاہر بھٹو کے اس قدر قریب تھے کہ جب وہ اقتدار میں آگئے تو ان کی حیثیت اہم سیاسی مشیر اور عملاء حکمران کی ہی ہو گئی۔ اب قادری مزید طاقتور ہو چکے تھے۔ اس سے قبل ۱۹۶۵ء میں یہ عضر بھٹو کے ذریعے بھارت سے جنگ کر اکے پاکستان کا وجود ختم کرنے کی سازش کر چکا تھا۔ اس مرحلے پر بھی ان کا مطبع نظر ایک الگ ریاست کا قائم تھا جس کا خواب انہوں نے چالیس کی دہائی میں دیکھا تھا، اس وجہ سے ملک کی محب وطن مذہبی و سیاسی جماعتوں کے علاوہ خود فوج میں تشویش پیدا ہوئی اور ملٹری اثیلی جس نے ان کی سرگرمیوں اور حساس عدوں پر ان کے لوگوں کے بارے میں روپورٹ اور فہرستیں تیار کرائیں۔ اس کے کچھ حصے بعد ان کے خلاف بھرپور عوای تحریک چلی۔ جس کے نتیجے میں بھٹو کو انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔ اسی زمانہ میں حساس عدوں پر تینی کمی قاریانی ملک سے فرار ہوئے، فوج

اور دیگر اداروں سے مستغفی ہوئے اور وہ لوگ جو مجبوریوں اور مالی فوائد کے سبب قادریانی ہو گئے تھے۔ از سرنو مسلمان ہو گئے جس کی ایک مثال ضلع جلم کا معروف خاندان ہے۔ راجہ منور، جس کے چشم و چراغ ہیں۔ جنہوں نے اعلان کر دیا کہ وہ مسلمان ہیں۔ ان کے دو بھائی راجہ منصور اور راجہ باسط فوج میں تھے۔ ایک بھائی راجہ غالب پنجاب میں ڈائریکٹر ایجوکیشن تھے۔ اس جیسی دوسری کئی مثالوں کی وجہ سے اب بھی سمجھا جاتا ہے کہ اگر مسلمان علماء کرام حکمت اور دردمندی کے ساتھ بھروسہ کو شش کریں اور اس میں سرکاری ذرائع ابلاغ بھی ان کا ساتھ دیں تو کوئی وجہ نہیں کہ اب بھی ہزاروں کی تعداد میں قادریانی دائرہ اسلام میں داخل ہوں کیونکہ یہ لوگ نہ اس مذہبی گروہ کے اصل عزائم سے باخبر ہیں اور نہ ان کی سرگرمیوں کے بارے میں اطلاع رکھتے ہیں۔ تجویز کیا گیا ہے کہ اگر محبت اور اخلاص کے ساتھ انہیں مخاطب کیا جائے تو اس مقصد میں خاطر خواہ کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔ کیونکہ ان کی بڑی تعداد حق کی متلاشی اور محبت وطن ہے۔ مگر ان سے آج تک درست انداز میں کوئی رابطہ نہیں کیا گیا ہے۔

واضح رہے کہ سانحہ شرقی پاکستان کے بعد جماعت احمدیہ اور اس کے سیاسی ونگ کے بارے میں حساس اداروں نے جو معلومات جمع کی تھیں۔ ان سے یہ بات ایک بار پھر مکشف ہوئی تھی کہ یہ غضر قادیان یا کسی اور مناسب نام سے ایک ریاست بنانا چاہتا ہے جس کی بیت ترکیبی دیئی کن شی کی طرز پر ہوگی۔ یہ بات بھی سامنے آئی تھی کہ اس مقصد کے لیے بھارت نے یہی شے ان کی سرپرستی کی ہے اور بھارت کی طرف سے انہیں یقین دلایا گیا ہے کہ اگر یہ اپنی بجد و جمد اور حکمت عملی سے سیالکوٹ اور شکر گڑھ کا سرحدی علاقہ حاصل کرنے کی پوزیشن میں آ جائیں تو قادیان اور ملحقہ علاقوں سمیت کشمیر ان کو دے دیا جائے گا۔ جہاں ان کی مرضی کی خود مختار حکومت بلکہ ریاست قائم ہوگی۔

رپورٹ میں مزید بتایا گیا ہے کہ قادیانیوں نے ۷۰ء اور ۸۰ء کی دہائیوں میں بالکل اسی طرح شیعہ اور اسماعیلی فرقے کی طرف بھی دست تعاون بڑھانے کی کوشش کی تھی۔ جس طرح اب عیسائیوں کی طرف بڑھا یا ہے مگر اس کوشش میں انہیں ناکامی ہوئی تھی۔ اب چند برسوں سے عاصمہ جماں نگیر اور ان جیسے انسانی حقوق کے دیگر نام نہاد علمبرداروں کی مدد سے پاکستان کو انسانی حقوق کی پامالی کے حوالے سے بدنام کرنے کی کوشش

کی، جس کی پشت پر ظفر چوہدری موجود رہے ہیں۔ اسی زمانہ میں پاکستان میں فرقہ دارانہ دہشت گردی کرائی گئی اور بعض قادیانیوں اور یہیں اور میساںیوں کو قتل کرایا گیا تاکہ تو ہیں رسالت کے قانون کی آڑ میں پاکستان کو عالمی سطح پر بدنام کیا جائے۔

رپورٹ میں بعض حوالوں کے ساتھ یہ بات ثابت کی گئی ہے کہ چند ماہ قبل قتل و غارت گری سے لے کر موجودہ آئینی، دستوری اور عدالتی بحران تک اس عصر کی کار فرمائی رہی ہے۔ حالیہ عدالتی بحران پیدا کرنے کے لئے ۳۲ کروڑ امرکی ڈالر استعمال کیے گئے تھے، اس بھاری رقم کی تقسیم اور استعمال بھی انہی کے ذریعے عمل میں آیا۔

اس بحران کا سبب یہ تھا کہ ملک کے نظریاتی شخص پر کاری ضرب لگائی جائے تاکہ یہ ایک اسلامی ریاست کے بجائے لا دین ریاست میں تبدیل ہو جائے، اس صورت میں اس ملک کا عالمی کردار نہیں، دفاعی صلاحیتیں بھی متاثر ہوں گی۔ اس مقصد کے حصول کے لئے:

اول: کوشش کی جائے کہ ۳۷ء کا دستوری ختم ہو جائے۔

ثانیاً: دستور ختم نہ کرایا جاسکے تو کم از کم آٹھویں ترمیم (پوری کی پوری) ہی ختم کر دی جائے۔ اس کے بعد دوسری ترمیم (جس میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا ہے) ختم کرانے کی کوشش کی جائے۔

اس مقصد کے لئے سیاسی اور عسکری، ہر دو شعبوں میں یکوار قیادت کو ابھارنے اور کامیاب کرانے کی کوشش کی جائے جیسا کہ حالیہ بحران کا بنیادی مقصد تھا۔

اگلے دو برسوں کے لئے جس عبوری انتظام میں ایک بلند منصب کے لئے جس شخصیت کا نام تجویز کیا تھا وہ اپنے قول و عمل اور کردار کے حوالے سے خالصتاً یکور شخصیت ہے۔ اس کے بارے میں یہ سوال بھی اٹھایا گیا ہے کہ کیا کوئی ایسا شخص، جونہ صرف نظریاتی اعتبار سے قابل قبول نہ ہو بلکہ اس کے ساتھ متعدد اخلاقی عوارض لگے ہوئے ہیں وہ پاکستان جیسی ریاست میں کسی زمددار منصب اور بالخصوص نظام عدل میں جگہ پانے کا آئینی اعتبار سے اہل ہو سکتا ہے؟ رپورٹ میں مزید بتایا گیا ہے کہ یہ امر قطعی نظریوں سے او جعل نہ ہونے دیا جائے کہ ملک میں پیدا ہونے والے ہر بحران کے پس پرده کسی نہ کسی اعتبار سے قادیانی موجود ہوتے ہیں اور اس بار بھی وہ تندی سے سرگرم عمل رہے ہیں،

جس کا ثبوت مرزا طاہر احمد کے حالیہ بیان سے بھی ہوتا ہے۔

رپورٹ میں یہ بات بھی کہی گئی ہے کہ بھارت انہیں قادیانی ریاست بنانے کے لئے مشرق، بخاپ کا قصبہ قادیان، ماحقہ علاقے اور کشمیر دے یا نہ دے وہ بھر حال دیئی کن شی طرز کی ایک آزاد ریاست بنانے کے لئے کوشش رہا ہے، ان کے اس موقف اور مقصد میں کوئی تبدیلی نہیں آئی ہے اور اس مسئلے میں انہیں بھارت، اسرائیل اور عیسائی دنیا کی خواص مدد و اعانت حاصل ہے۔ رپورٹ میں تجویز کیا گیا ہے کہ:

۱۔ مرزا طاہر احمد کے بھارت کے دوروں اور بھارتی حکام کی لندن میں اس سے ملاقاتوں پر کڑی نظر رکھی جائے۔

۲۔ پیپلپارٹی کے رہنماؤں نے جن میں دوسال تک بھارت میں گزارنے والے خالد کھل (سابق وفاقی وزیر)، اعتزاز حسن، آفتاب احمد شیرپاؤ اور ناہید خان شامل ہیں۔ رابطوں اور سرگرمیوں کو مانیزیر کیا جائے۔

۳۔ برطانیہ، یورپ اور دیگر ممالک میں قادیانیوں کو آسانی کے ساتھ سیاسی پناہ دینے کے معاملے پر سمجھی گئی سے توجہ دی جائے اور اس مسئلے کو نمایت باریک بنی اور احتیاط کے ساتھ سفارتی سطح پر انجام دیا جائے۔

۴۔ پاکستان میں انسانی حقوق کے نام پر کام کرنے والے اداروں، ان کے عمدیداروں اور ظفر چودھری جیسے ان کے سرپرستوں کی سرگرمیاں و اچ کی جائیں اور خاص طور پر ان کے مالی امور کی باقاعدگی اور سختی کے ساتھ چھان بین کی جائے۔

۵۔ سیالکوٹ، شکرگڑھ اور دیگر ماحقہ سرحدی علاقوں میں قادیانیوں اور عیسائیوں کی سرگرمیوں پر نظر رکھی جائے۔ ان علاقوں سے گزر کریں وہشت گردی کی تربیت حاصل کرنے کے لئے نوجوان بھارت جاتے ہیں اور وہاں سے واپس آتے ہیں۔ یہ راستے بند کیے جائیں اور ان خاندانوں کی سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھی جائے جو وہشت گروہوں کو پناہ دیتے ہیں اور ان کے لئے سوتیس بھی پہنچاتے ہیں۔

۶۔ جن دنوں ملک کے مختلف حصوں میں وہشت گردی کے واقعات ہوتے ہیں۔ اس سرحدی علاقے میں وہشت گروہوں کی آمد درفت بڑھ جاتی ہے۔ جراحت کرنے کے بعد وہشت گرد اس علاقے سے پڑوی ملک فرار ہو جاتے ہیں۔ اس زمانے میں اس علاقے پر

کڑی نظر رکھی جائے تو دہشت گردوں پر آسانی کے ساتھ گرفت پائی جاسکتی ہے۔ جس کے نتیجے میں دہشت گردوں کے جال اور ان کے سرسرتوں کے بارے میں ہولناک انکشافات ہو سکتے ہیں۔

(ماہنامہ "نقیب فتح نبوت" ملکان۔)

(جنوری ۱۹۹۸)



قادیانی ریشہ دو ائمیں کا پس منظر

ملت کے لیے لمحہ فکریہ

جناب قاضی محمد اسماعیل سیف صاحب

”پاکستان کا باوا آدم ہی نرالا ہے، یہاں وہ اقلیت جو تین نیصد سے زیادہ نہیں، ملت کی شہر رگ ان کے ہاتھوں میں تھماوی گئی ہے۔“

یہ خبر یقیناً قارئین کے مطالعہ میں آچکی ہو گی کہ بھارت میں عمومی طور پر مسلمانوں اور سکھوں کو فوج میں بھرتی نہیں کیا جا رہا۔ بلکہ فوج کی اہم پوششوں سے انہیں جبری ریاست کیا جا رہا ہے جبکہ قیام پاکستان کے بعد بھارت کی آری، بھریہ اور فضائیہ میں تقریباً چالیس نیصد سکھ شامل تھے اور فوج کی اہم پوششوں ان کے پاس تھیں۔ حالانکہ صورت حال یہ ہے کہ بھارت میں ایک کروڑ سے زائد تعداد پر مشتمل سکھ اقلیت ہیں۔ مشرقی پنجاب اور صوبہ ہریانہ کے نصف اضلاع میں سکھوں کی اکثریت ہے۔ ادھر بھارت میں مسلمان سب سے بڑی اقلیت ہے جو بقول سید عبد اللہ شاہ بخاری ۲۰۰ کروڑ سے زائد تعداد رکھتی ہے۔ کشمیر مسلمان اکثریت کی ریاست ہے۔ کیرالا اور جنوبی ہند کے بعض صوبوں میں مسلمانوں کی قوت سے انکار نہیں ہو سکتا۔ اتر پردیش اور مدھیہ پردیش کے دیہات اور شردوں میں مسلمان بست بڑی تعداد اور قوت رکھتے ہیں۔ بھارت میں بستی ایسی صنعتیں ہیں۔ جن پر مسلمانوں کا قبضہ اور کنٹرول ہے۔ لیکن اس کے باوجود ان کونہ صرف ملٹری میں بھرتی ہی نہیں کیا جاتا بلکہ ان کو بڑی تیزی سے فوج سے نکالا جا رہا ہے۔ اس کے بر عکس پاکستان کا باوا

آدم ہی نرالا ہے۔ یہاں وہ اقلیت جو تین فیصد سے زیادہ دینیت نہیں رکھتی۔ ملت کی شد رگ ان کے ہاتھ میں تھماری گئی ہے اور ملک میں جو تباہی و بربادی کے بادل منڈلا رہے ہیں۔ ان میں ۹۶% حصہ انہی ملت فروشوں اور ملک کے غداروں کا ہے۔ ہماری اس سے مراد قادریانی اور ان کے تربیت یافتہ افران ہیں۔

قادریانیت کی خشت اول

سرفضل حسین ہلالوی آل انڈیا مرکزی کونسل کے رکن تھے۔ ان کے فوت ہو جانے کے بعد انگریز بہادر نے بڑی چاکدستی سے مسلمانوں کے سینوں پر موٹگ دلتے ہوئے مشور سکے بند قادریانی چوہدری سر ظفرالله خان آجمنانی کو اس کا ممبر نامزد کر دیا۔ قیام پاکستان کے بعد انگریز کی ہوشیاری اور جناب محمد علی جناح کی نہ ہب سے ناداقیت کی وجہ سے پاکستان کی ایک نمایت اہم وزارت پر سر ظفرالله کو بر اجمن کر دیا گیا یعنی سر ظفرالله خان کو پاکستان کا وزیر خارجہ بنادیا گیا۔ اسی وقت سے ہماری خارجہ پالیسی غلط ہو گئی اور امریکہ اور برطانیہ کے محور کے اردو گرد گھومنا شروع ہو گئی اور امریکہ اور برطانیہ کی آشیانی سے روس اور سو شلسٹ ممالک کو خواہ گواہ اپناد شمن ہنالیا۔ پاکستان کی جموروی گازی کو لائن سے اتارنے میں ظفرالله خان کا بڑا دخل ہے۔ یہ اس قدر پکا قادریانی ہے کہ بانی پاکستان کی وفات کے موقع پر یہ ان کے جنازے میں شامل نہیں ہوا کیونکہ تمام مرزا یوں کو مسلمانوں کے جنازے میں شرکت کرنے سے ان کے نہ ہی راسبو یوں نے انہیں منع کر رکھا ہے۔ سر ظفرالله خان قادریانی سے بانی پاکستان کے جنازے میں شرکت کے لئے کہا گیا تو اس نے گلی لپٹی رکھے بغیر کام کہ یا تو میں مسلمان حکومت کا کافرو زیر ہوں یا کافر حکومت کا مسلمان وزیر۔ نہ کافر مسلمان کے جنازے میں شریک ہوتا ہے اور نہ مسلمان کافر کے جنازے میں شریک ہوتا ہے۔ پاکستان کے بھی خواہوں اور ملت اسلامیہ کے چلیں کی آنکھیں کھولنے کے لئے سر ظفرالله خان کا یہ قول کافی تھا۔ لیکن کسی مسلم لگبھگ کو سر ظفرالله خان کا نوش لینے کی توفیق حاصل نہ ہوئی۔ یہیں سے ملت کی بربادی اور پاکستان کی تباہی کی خشت اول رکھو دی گئی اور سر ظفرالله خان نے اپنی وزارت خارجہ سے ناجائز فاکرہ اخھاتے ہوئے بے شمار قادریانی بزر جعشوں کو پاکستان کے اہم اور حساس عہدوں پر فائز کیا اور

سفرت کاروں کے پر دے میں سکے بند قادیانیوں کو دنیا بھر میں پھیلادیا۔

سر ظفرالله خان کی سازشیں

سر ظفرالله خان نے اپنی وزارت خارجہ کو پاکستان کے مفاد کے لئے نہیں بلکہ قادیانیت کے فروغ کے لئے استعمال کیا اور خاند انی قادیانیوں کو بڑے اطیف اور سازشی انداز میں افسر بنا دیا۔ تعلیم، نشر و اشاعت، مالیات، داخلی و خارجی امور میں فوج کی تینوں قسموں کی اہم پوسٹوں پر قادیانیوں کو برائیمن کیا۔

لیاقت علی خان کے سامنے شہادت کے بعد ایک مفلوج اور شرابی انسان کو گورنر جنرل بنانے میں بھی سر ظفرالله خان کی شاہد مانگی کو بڑا دخل تھا۔ پاکستان کی سیاست میں افسر شاہی کے مسلط کرنے میں سر ظفرالله خان نے ایک بھروسہ کردار ادا کیا۔ سر ظفرالله خان نے مفلوج گورنر جنرل کے ذریعے ۱۹۵۳ء میں پاکستان کی اسیلی تزویاتی اور مولوی تیزیز الدین خان مرحوم کی اس کے خلاف دائرہ کردہ رٹ کو جشن منیر کے ذریعے ناکام کروایا اور سمجھ لیجھ کہ اسی وقت سے ہماری وفاتی اسمبلیاں چند پہنچے ہوئے سیاسی اپاچ مروں کے رحم و کرم پر رہیں۔ اسکندر مرزا جو سر نگاہ پشم کے مشور غدار مرشد آباد کے نواب خاندان کے غدار سربراہ میر جعفر کی اولاد میں سے تھا۔ اس کو ملٹری سول سروس میں لا یا گیا اور پھر اپنی ذہنی سازشوں سے سول سروس کے شاہد مانگوں سے ملی بھگت کر کے اس کو وزارت داخلہ دی گئی۔ پھر یہ اپنے سازشی اور مکارانہ ذہن کے مطابق آگے بڑھتا گیا تا آنکہ یہ گورنر جنرل پاکستان بن گیا۔ اسی کے زمانہ میں ۱۹۵۶ء کا دستور بنا اور بالغ رائے دہی کی بنیاد پر پسلے انتخابات کی تیاریاں شروع ہوئیں۔ ۱۹۵۶ء کے دستور کے مطابق انتخابات میں اسے اپنی سیاسی موت نظر آئی، چنانچہ اس نے پاکستان کی سیاست میں اتحل پھل شروع کر دی اور چار پانچ میہنوں میں چار پانچ وزارتمیں بد لیں۔ سید حسین شمید سرور دی، چودہ ری محمد علی، محمد علی بو گرہ، مسٹر ابراء ایم اسماعیل چندر گیر اور سرفیروز خان نون کو تھوڑے عرصہ کے لئے وزارت عظیٰ دینا اور لیتا ان کے سازشی ذہن کی عکاسی تھی۔ صدر غلام احاق خان کی طرح دون یونٹ اسمبلی میں مسلم لیگ کو سازش کے ذریعے تختست دینے اور ہارس ٹریننگ کی روشنی میں ری ہبیلیکن پارٹی کو اقتدار بخشنے میں ان کی سازشوں کو ہی عمل دخل حاصل تھا۔

۱۹۵۶ء کے انتخابات کو سیو تاڑ کرنے اور ملک پر مارشل لاء کی لحمتوں بلکہ نحستوں کو مسلط کرنے میں ان کے خاندانی عدالتی بھروسہ رکدار کا نتیجہ تھا۔ ابو بخان نے ملک کے دفاع کو مخلکم کرنے اور صنعتی اور زرعی ترقی دینے میں ناقابل فراموش خدمات سرانجام دیں لیکن جمہوریت کی تباہی میں اس نے بھی کوئی کسرانگانہ رکھی اور یہ سارے ایسا یہ عمل سر ظفراللہ کی باقیات سیکھا ہے۔

بین الاقوامی عدالت

سر ظفراللہ خان اپنے محسنوں، قادریانیت کے بھی خواہوں اور اسلام کے دشمنوں امریکہ اور برطانیہ کے ذریعے عالمی اور میں الاقوامی ہیک کی عدالت پر بر اہمان ہو گیا اور وہاں میٹھہ کر قادیانیت کے فروع اور پاکستان کی تباہی و بربادی کے لئے اس نے جو کردار ادا کیا وہ اسلامی تاریخ کا ایک ناپاک اور سیاہ باب ہے۔ افسوس تو یہ ہے کہ عالم اسلام کے مسلمان حکمرانوں نے سر ظفراللہ خان کو نہ سمجھنے کی کوشش کی اور نہ ہی ان سے پیدا ہونے والے خطرات کو بھانپ سکے۔ ہم جیسے دیوانوں نے اس وقت بھی خطرے کی گفتگی بجائی تھی۔ لیکن نقار خانے میں طوٹی کی آواز کون سنتا ہے۔ ہماری کیفیت تو تقریرویں بر جان درویش کی سی تھی۔ سر ظفراللہ خان نے اس منصب سے بھی ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے قادریانیوں کو عالمی طور پر حساس مقامات پر فتح کرنے کی ذموم سی فرمائی۔ حیرت ہے کہ جذل ضیاء الحق جیسے اسلام کے دعویدار اس غیر مسلم، اسلام دشمن، پاکستان دشمن کی بار بار عیادت فرماتے رہے۔

بلوچستان کو قادریانی اسٹیٹ بنانے کا منصوبہ

مرزا محمود اور قادریانی شاہد ماغوں اور پاکستانی قادریانی افسروں نے بلوچستان کو امریکہ اور برطانیہ کی آشیزیاں سے قادریانی اسٹیٹ بنانا چاہا۔ اللہ بھلا کرے، احرار یڈرروں کا، جن کے زور دار تعاقب نے ان کے خواب کی تعبیر کو پریشان کر دیا۔ بلکہ قادریانیوں کی سازش کا بھانڈا چورا ہے میں پھوٹ گیا۔ ۱۹۵۳ء کی زور دار تاریخی تحریک ختم نبوت انہی قادریانیوں کے رد عمل کا جواب تھا۔ یہاں بھی قادریانیوں نے تحریک کو چڑی سے اتارنے میں برا

جارحانہ اور سگد لانہ کردار ادا کیا۔ جس میر جسے بے بصیرت انسان نے اسے فسادات پنجاب کا نام دیا۔

پاکستان کی غلط اقتصادی منصوبہ بندی

پاکستان کی غلط اقتصادی منصوبہ بندی، مشرقی اور مغربی پاکستان میں معاشی تفاوت کو فروغ دینے میں قادری شایع گرانے کے چشم و چراغِ ایم ایم احمد نے بھرپور کردار ادا کیا۔ وزارت مالیات کی سب سے بڑی پوسٹ اس کے پاس تھی۔ معاشی اقتصادی اور صنعتی منصوبہ بندی کی تسویہ و ترتیب میں اس نے اسلام و شہنشی اور پاکستان و شہنشی کو پیش نظر رکھ کر ایسا انداز اختیار کیا کہ مشرقی اور مغربی پاکستان میں اختلافات کی خلیج بڑھتی چلی گئی۔ اس کا ایک ہی مقصد تھا کہ پاکستان کے حصے بخڑے ہو جائیں۔ افراتفری عام ہو جائے، پاکستان اقتصادی بدحالی، معاشی تاوہواری اور صنعتی ناکامی میں مفلوج ہو کر رہ جائے تاکہ قادریانی اکھنڈ بھارت کا خواب دیکھ سکیں اور اپنی میتوں کو پوری آزادی سے قادریان میں دفنائیں۔ انسی قادریانی سازشوں کے نتیجے میں سقوطِ ذھاکہ کا سانحہ پیش ہوا۔ اس روز پوری ملتِ اسلامیہ و پاکستانیہ خون کے آنسو روری تھی اور قادریانیوں کے گھروں میں سمجھی کے چراغ جل رہے تھے۔

سیاسی انقام

قادریانی منصوبہ بندی یہ تھی کہ اقتصادی، معاشی، صنعتی اور سیاسی اعتبار سے پاکستان میں شدید انتشار پیدا کیا جائے۔ پاکستان کی اقتصادیات کو تباہ کرنے میں ایم ایم احمد اپنا کردار ادا کر کر پکاتھا اور سیاسی لائن سے پاکستان کے حکمرانوں کو اتارنے میں ایم ایم این فاروقی نے ملت و شہنشی اور پاکستان و شہنشی کا وہ کردار ادا کیا کہ ہم صدیوں تک اس کے درد کی یہیں محسوس کرتے رہیں گے۔ ایوب خان، بھی خان اور ذوالفقار علی بھٹو اسی کے نتیجے میں بر سراقتدار آئے اور ملک کی سیاسی افراتفری میں اپنا کردار ادا کرتے رہے۔ ایوب خان کا D.B.N نظام بھی خان کاون میں ون ووٹ اور ون یونٹ کی تباہی اور ذوالفقار علی بھٹو کا یہ کہنا کہ ادھر تم، ادھر ہم، اسی قادریانی کا کیا دھرا ہے۔

۱۹۷۳ء کی تحریک ختم نبوت

ربوہ کے ریلوے اسٹیشن پر چناب ایکپریس پر آنے والے شتر مینڈ یکل کالج کے طلباء کی سنگدلانہ پانی اور خون خرابہ سے مرزا یوسف کی جارحیت کا اندازہ بخوبی لگ سکتا ہے۔ مرزا تی کس قدر منہ زور، بے لگام اور جارحانہ عزانم رکھتے تھے۔ اس کو وہی حضرات جانتے ہیں۔ جنہوں نے مجروح، مصروف اور زخمی طالب علموں کو دیکھا تھا۔ اس کے رد عمل میں ۱۹۷۳ء کی تحریک ختم نبوت شروع ہوئی۔ جس میں ملت اسلامیہ کے تمام اعضاء جو ارج، وینی اور فقیح جماعتوں نے بالاتفاق اپنا اپنا کردار ادا کیا۔ ۱۹۷۳ء میں قادیانیوں کو بالاتفاق غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا لیکن اس وقت کے حکر انہوں نے یہ کہہ کر اسے اپنا عظیم کارنامہ قرار دیا کہ میں نے ۹۰ سال کا مسئلہ حل کر دیا ہے۔ لیکن اس کے تقاضے پورے نہ کیے۔ جس کی وجہ سے قادیانی زخمی سانپ کی طرح سے مزید خطرناک ہو گئے اور پہلے سے زیادہ جارحیت شروع کر دی۔ مردم شماری میں حصہ نہ لیا، نہ دوست بنائے۔ عملاً واقعی اسمبلی کے فیصلے کو قادیانیوں نے تسلیم نہیں کیا۔

جزل ضیاء الحق نے بھی قادیانیت کا آرڈیننس نافذ کر کے اسے مزید بہتر نتائج خیز بنا چاہا لیکن وہ بھی اس کے تقاضے پورے نہ کر سکے۔ حالانکہ سب سے پہلی بات یہ تھی کہ ان کی مردم شماری ہوتی، ان سے تمام کلیدی اسامیاں چھین لی جاتیں۔ حساس مکملوں سے ان کو الگ کر دیا جاتا۔ نشریاتی، مالیاتی، سائنسی اور تینوں فوجوں سے ان کو فور خارج کیا جاتا۔ ان کی تعداد کے مطابق ان کو ملازمتیں دی جاتیں۔

اے با آرزو کہ خاک شدہ

سیاسی مفرور

اس کے بعد ہی راسپور ٹین اور سربراہ مرزا طاہر احمد پاکستان سے بھاگ کر اپنے آقایان ولی نعمت انگریز کے پاس انگلینڈ پہنچ گئے اور وہیں جا کر ڈیگیں مارنا شروع کیں لیکن ہماری حکومت ٹس سے مس نہ ہوئی۔ چاہیے تو یہ تھا کہ سیاسی مفرور کو وہ اپس لایا جاتا۔ اس پر بغاوت کا مقدمہ قائم کیا جاتا۔ قادیانیوں نے جزل ضیاء الحق کے موت کے حادثہ کو قادیانی

وشنی قرار دیا۔ ان کو بھی شامل تفتیش کیا جاتا۔ خصوصاً مرزا طاہر کو اس میں ایک ملزم کی حیثیت سے پیش کیا جاتا لیکن اس ملک میں دن دیہازے درجنوں کے لحاظ سے علماء کرام شہید کیے گئے۔ سب سے پہلے بھرے جلسے میں وزیر اعظم کو گول کا نشانہ بنایا گیا۔ سابق وزیر گولیوں سے بھون ڈالے گئے۔ لیکن آج تک ان کے قاتلوں کا سراغ نہیں ملا۔ البتہ صرف ایرانی سفارت کار صادق گنجی کے قاتلوں کو گرفتار کیا گیا۔ مرزا طاہر سیاسی مفروض دنیا بھر کی سازشی اسلام دشمن تحریکوں سے نہ صرف ساز باز رکھتا ہے۔ بلکہ ان سے ان کی گاڑھی چحتی ہے اس نے وہاں جگہ حاصل کر کے وہاں پر اپنے دفاتر بنائے ہیں اور اس کا نام اسلام آباد رکھا ہے۔ اب ان کے سالانہ جلسے قادیانی بھارت میں ہوتے ہیں۔ بھارتی حکمرانوں نے قادیانیوں کو مسلمانوں کے خلاف استعمال کرنے کے لیے ان کو آله کار بنار کھا ہے اور ان کے لیے زرمباولہ کی تجویزوں کے منہ مکھوں رکھے ہیں۔ اب بھی اگر پاکستانی حکمرانوں کی آنکھیں نہیں کھلتیں اور ان کو نوشتہ دیوار نظر نہیں آتا اور وہ اپنی ذمہ داریوں کا احساس نہیں کرتے تو ہمیں اپنی بد نصیبی پر خون کے آنسو رو ناچاہیے۔

سندھو دلیش کا فتنہ

آٹھو سال سے سندھ میں جو افراتفری جاری رہی۔ سندھیوں اور غیر سندھیوں میں جوش دید بغض پیدا کیا گیا۔ ان کو ایک دوسرے کا جانی دشمن بنایا گیا۔ جس کے نتیجے میں ایک مسلمان نے مسلمان بھائی کا گلا کاٹا اور جس بھونڈے انداز سے وہیت کی آگ کو بھڑکایا اور علاقائی عصیت کو فروع دیا گیا۔ سندھی، پنجابی، پختہان اور سندھی معاجر کے فتنے کو جس طرح اچھا لگا گیا۔ یہ سب قادیانی شاہ و ماغنوں کا کیا درہ رہا ہے کیونکہ سندھ میں ڈیڑھ درجن کے قریب قادیانی آمریں۔ وہ پاکستان سے ۷ ستمبر ۱۹۷۲ء کے قوی اسلحی کے نفعے کا انتقام لے رہے ہیں۔ ہم اس وقت سے خطرے کی تھیتی بجا رہے ہیں۔ ضیاء الحق سے لے کر غلام اسحاق تک ہر حکمران کے دور میں یہ مطالبه کرتے رہے ہیں کہ قادیانیوں کو سندھو دلیش کے مقدے میں شامل کیا جائے اور اس کا پس منظر، پیش منظر اور تمہ منظر بے نقاب ہو جائے گا اور اس کی کڑیاں کھل کر سامنے آجائیں گی۔ لیکن کسی حکومت نے ہماری آواز پر کان نہیں دھرا۔

پاکستان ایٹھی ری ایکٹر

ذوالفقار علی بھٹو کے زمانے میں پاکستانی ایٹھی ری ایکٹر قائم ہوا۔ جزو ضیاء الحق نے اسے مزید فروغ دیا۔ ڈاکٹر عبدالقدیر سے پہلے اس کے ڈاکٹر ایکٹر ڈاکٹر عبدالسلام قادریانی تھے۔ اس کی بعض نمبوحی حرکات اور ملت فروشی کے پیش نظر دینی اور عوایی حلقوں میں خاصاً اضطراب پیدا ہوا۔ جس کی وجہ سے اس کو اس کے منصب سے بکدوش کر دیا گیا اور ڈاکٹر عبدالقدیر اس کے ڈاکٹر ایکٹر ہادیے گئے۔ اس نے امریکہ کو پاکستان کے ایٹھم بم بنانے کی کامیاب تحریکی کی۔ نتیجتاً ۱۹۷۶ء میں صدر روس نے اس وقت سے پاکستان کے خلاف پابندیاں لگانے، مانی تعاون روکنے اور اسلحہ کے سودے منسوخ کرنے اور طیاروں کے فال تو پر زے دینے سے انکار کر دیا۔ بلکہ ہمارے مقابلے میں بھارت جیسے نہیں سامراج کی ہمارے خلاف سرپرستی شروع کر دی۔ ضیاء الحق سے لے کر غلام اسحاق تک ذوالفقار علی بھٹو، محمد غان جو نیجوں بے نظیر، غلام مصطفیٰ جتوئی، نواز شریف تک سب نے امریکہ ہادر کو یقین دیا کہ ہمارا ایٹھی ری ایکٹر کوئی ایٹھی بم نہیں ہمارا بلکہ ہم اس کے ذریعے ایڈھن کی قلت و دور کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن سب کی آواز صد ابصر اثابت ہوئی اور کسی نے ان کی کوئی بات نہ مانی کیونکہ یہ ایک قادیانی ڈاکٹر کی پکی تحریکی تھی۔ جس پر انہیں یقین تھا۔ نیزت ہے کہ ضیاء الحق نے ایسے ملت دشمن اور پاکستان کے ندار کو ایک ایجو اڑے سے نواز دیا۔

نو آزاد مسلمان ممالک

وسط ایشیاء کی چھ مسلم ریاستیں جو ۷۰ءے سال تک روس کے ماتحت رہی ہیں، وہ آزاد ہو گئیں۔ امریکہ نے ان کو پاکستان اور مسلمان ممالک سے اور رکھنے کے لئے قادیانی دانشوروں، سائنس دانوں، انجینئروں اور مبلغوں کی ایک بہت بڑی تعداد وہاں پہنچانے کی کوشش کی۔ تاکہ وہ مسلمانوں سے مل کر ملت واحد نہ بن سکے اور سیاسی اور اقتصادی طور پر امریکہ کے لیے چیلنج نہ بن سکے۔ ہم مدت سے یہ بھی لکھ رہے ہیں کہ قادیانی کوئی مذہبی جماعت نہیں بلکہ اسے انگریز کی سیاسی مصلحتوں نے جنم دیا تھا اور یہ اسلام دشمن اور پاکستان دشمن قوتوں کا ایک ٹولہ ہے۔ جس نے مذہبی سوائیگ رچا کر مسلمانوں کی آنکھوں

میں دھول جھوٹکنے کی کوشش کی ہے۔ اب وہ امریکی گماشتے کا کردار ادا کر رہے ہیں۔ مسلمان حکمرانوں کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرنا چاہیے بلکہ ان نہ ہبی بہروپیوں کو ان کے منطقی انجام تک پہنچانا چاہیے۔

قادیانی ہمیشہ ٹھی کی آڑ میں شکار کھیلنے کے عادی ہیں۔ بخوب کے ایک سکے بند قادیانی چشم و چراغ مسلم لیگ کا البارہ اوڑھ کر تین مرتبہ بخوب اسیلی کے اپنکر بنے۔ مسلم لیگ کیونکہ کوئی سیاسی جماعت نہیں بلکہ ایک سیاسی ہے مگلے کام مسلم لیگ ہے۔ یہ مسلم سے زیادہ موسم لیگ ہے۔ مسلم لیگ نام اسلام کا لیتی ہے، دم امریکہ کا بھرتی ہے۔ نظام انگریز کا درآمد کرتی ہے۔ جھوٹ اور نفاق کا شکار ہے۔ قیام پاکستان پر بلا شرکت غیرے پاکستان کی حکمران بھی لیکن اس کے دور حکومت میں اسلام کے نفاذ کے بجائے یہ نفاق کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔ دین کا نداق اڑانا اور علماء پر پھبیاں کرنا، بوقت ضرورت سیاسی جھوٹ بولنا۔ باشند گان ملک سے جھوٹے وعدے کرنا۔ سادہ لوح لوگوں کو درغلا نادیندار لوگوں سے نفرت کرنا۔ دینی ائمداد سے بیزاری کا انہصار کرنا۔ شراب، سودا یا غیر اسلامی امور کا دفاع کرنا اور ان کو فروع دینا، یہ ان کا سرمایہ حیات ہے۔

اہل وطن کے لیے لمحہ فکریہ

قادیانیوں کی مار دھاڑ، قتل و خون ریزی، غصب و نسب کی پالیسی قادیان میں پورے زوروں پر تھیں۔ قادیان کے آس پاس کے مسلم دیہات ان کی چیرہ دستیوں اور ان کے جبر و تشدد سے ہمیشہ خوف زده رہے۔ ان کی پالیسی ربوہ میں بھی جاری ہے۔ اسی کے نتیجے میں ۱۹۴۷ء میں نشرت میڈیا میکل کالج کے طلباء کو مسنوب و بہروج کیا گیا۔ لیکن اب ہمارا روئے محن ان کی اس پالیسی سے قطع نظر ان کی ان پالیسیوں سے ہے۔ جو پاکستان کو کسی بھی وقت تباہ کر سکتی ہیں اور موجودہ حالات میں کسی طوفان کا پیش خیمہ ہیں۔ قادیانی جرنیل عبد العلی ملک، اختر ملک، محیب اور جوڑیاں میں اگر خداری نہ کرتے تو اکھوں اور جوں پر ہمارا اقپشہ ہو جاتا۔ یعنی اختر ملک ترکی میں نوت ہوا۔ اس کی وصیت کے مطابق اسے ربوہ میں دفن کیا گیا۔ اب بھی بعض حرمان راز اور واتفاق حال سے معلوم ہوا ہے کہ پاکستانی فوج میں چھ قادیانی جرنیل ہیں۔ کیپن، میجر، بریگیڈ یئر اور کریل کے رینک کے افسران نامعلوم کتنی

تعداد میں ہیں۔ خوف اور جرأت کی بات یہ ہے کہ قادیانیوں کی وفاداریاں بھی پاکستان سے زیادہ بیرون ملک وابستہ ہیں۔ یہ بھی سنائیا ہے کہ چھ سات ملکوں میں پاکستانی سفارت کار کے عمدوں پر قادیانی فائز ہیں۔ مختلف محکموں میں ان کے پاس کلیدی اسمایاں ہیں۔ ان کے لبے ہاتھوں کا یہ عالم ہے کہ ایک غیرت مند مسلم خاتون مس ناہید جہاں لوڈ ہی جو کوئی میری کالج میں سائنس کی پروفیسر تھیں۔ اپنی غیرت ایمانی کی وجہ سے قادیانیوں کے ہاتھوں گھائل ہو گئیں اور انہیں جبری ریاست منڈ دے دی گئی۔ ہمارے حکمران تو اپنے اقتدار اور کرسیوں کی جنگ میں بٹلا ہیں۔ ان کی سیاسی اکھاڑچپاڑ زوروں پر ہے۔ سیاسی دھینگاشتی اور دعویٰوں دمپے میں سبقت لے جانے کی سعی مذموم میں مصروف ہیں۔ ملت کے بھی خواہوں، اسلام کے علم برداروں، دین کے حامیوں، دینی اور مذہبی جماعتوں کے پیروکاروں، وطن کے مخلص ہمدردوں کے لیے قادیانیت کی آکاس نیل نہ صرف خطہ کی گھنٹی بلکہ لمحہ فکریہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ مستقل اور عارضی حکمرانوں اور سیاسی جماعتوں سے بھی یہ پر زور مطالبہ ہے کہ قادیانی افسروں کو فارغ کر دیا جائے اور آئندہ فوجی بھرتی میں قادیانیت کے لیے مستقل پابندی لگادی جائے۔ دینی جماعتوں سے بھی ہم یہی عرض کریں گے کہ آپ بھی اپنی ذمہ داریوں کا احساس کریں۔ بھارت جو ایشیا میں جمیوریت کا جنگیمن بننا پھرتا ہے، وہ مسلمانوں اور سکھوں کو فوج سے نکال رہا ہے۔ یہ ۲ فیصد غیر مسلم ہماری کلیدی اسمایوں پر راجحان کیوں ہیں؟ ہمارے حاس مخکنے ان کے پرداز ہیں۔

اُخو و گرنہ حشر نہ ہو گا پھر کبھی
دوڑو زمانہ چال قیامت کی چل گیا

نوٹ: مضمون نگار نے قادیانیوں کو ۲ فیصد لکھا ہے۔ قادیانی گزشتہ مردم شماری کے مطابق صرف ایک لاکھ چوالیس ہزار کے لگ بھگ ہیں۔ یعنی کل آبادی کا اعشار یہ صفر صفر ایک فیصد۔

(ہفت روزہ "ختم نبوت" جلد ۱۲، شمارہ ۱۳)



بُن (افریقہ) سے قادیانیوں کو دلیس نکالا مل گیا

عوامی جمیوریہ بُن کی وزارت داخلہ نے قادیانی سرگرمیوں کو منوع قرار دینے کے متعلق ایک قرارداد منظور کی ہے اور تمام مکھموں اور اہم اداروں کو اس قرارداد کے مطابق عمل کرنے کا حکم دیا ہے۔

اس قرارداد کے نتیجے میں جو رد عمل اور واقعات رونما ہوئے، ان کے بارے میں ہمارے نمائندے نے جو روپرٹ پیشی ہے، اس کے مطابق بُن میں قادیانی سرگرمیوں پر پابندی اور ان کے خلاف شدید ترین کارروائی ایسا مبارک اقدام ہے جو اسلام اور مسلمانوں کے لیے محلی مدد کا اعتراض ہے۔ حکومت کی اس کارروائی کی وجہ سے تمام قادیانی مراکز بند ہو گئے۔ خاص طور پر قادیانیوں کا بڑا، اصل اور خطرناک مرکز جو مسلمانوں کی غالب اکثریت والے شرپور تو نوقو میں تھا، سر بھر ہو گیا اور گمراہی پھیلانے والے قادیانی کو جو ماریش سے یہاں مبلغ ہنا کہ بھیجا گیا تھا، حکومت نے ذیل کر کے بیک بینی و دو کوش بُن سے نکال باہر کیا۔ حکومت کے اس اقدام سے یہاں کے مسلمانوں نے اطمینان کا سانس لیا۔ کچھ سالوں سے مرازاں کی فتنہ سامانی کی وجہ سے یہاں کے مسلمانوں کا آرام و سکون ختم ہو گیا تھا۔ چند ساواہ لوح جاہل مسلمانوں کے عقیدے بھی متذوول کیے گئے آخر کتب تک۔ اللہ تعالیٰ نے آخر کار ان کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ یاد رہے کہ بُن غیر اسلامی حکومت ہے۔ کچھ لوگوں نے خاص کر ان مسلمانوں نے جو اسلامی حکومتوں کے زیر سایہ آزادانہ زندگی برقرار رہے ہیں، انہوں نے یہ سمجھا ہے کہ اس قسم کے نیچے کاغیر اسلامی حکومت سے منظور ہو جانا آسان بات ہے مگر حقیقت اس کے بر عکس ہے۔ قادیانیوں کے

خلاف یہ جو حکومتی کارروائی کی گئی ہے، اس نیھلے کے پیچھے بہن کے مسلمانوں اور علماء کرام کی قربانیاں اور عالمی مجلس تحفظ نعمت بیوت کا وہ لڑپچھہ ہے، جو یہاں تقسیم ہوا اور جس نے قادریانیت کی حقیقت کو بے نقاب کر دیا۔ یہاں کے مسلمانوں نے متعدد ہو کر کئی سالوں تک ہر میدان میں قادریانوں کے گراہ کن پروپیگنڈے کاڑٹ کر مقابلہ کیا۔ بستیوں، مصافحات اور شروع میں ان کا پیچھا کیا۔ ریڈ یو ٹیلیوژن کے ذریعے بھی ان کے تعاقب اور مقابلے سے درلیغ نہیں کیا گیا۔ اس پے درپے مسلسل جدوجہد کا نتیجہ ہمارے سامنے ہے کہ قادریانوں کا یہاں سے دلیس نکلا ہو گیا ہے اور آج بہن میں قادریانی کا لفظ گالی بن گیا ہے۔

یہاں کے علماء نے مرزا کی جماعت کے تاریخ پود کو بکھیر کر رکھ دیا۔ مختلف تقاریر اور جماعت کے خطبوں میں مرزا نیوں کو بے نقاب کیا گیا اور مسلمانوں کو تلایا گیا کہ مرزا کی جو اپنے آپ کو "احمدی" کہتے ہیں، "گراہ"، "مرتد" کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ قادریانوں کے خلاف یہ کام اس لئے کیا گیا تاکہ یہاں کے مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت ہو۔ قادریانی یہاں بھولے بھالے مسلمانوں کو اپنے دام تزویر میں پھسانے کے لئے مختلف حرbes استعمال کرتے ہیں۔ کبھی مسلمانوں کی غربت و فقر کے پیش نظر ان کو مال کالائیج دیتے تھے، کبھی دھوکہ و فریب دیتے ہوئے مسلمانوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کرتے تھے کہ ہم "احمدی" ہیں اور یہ مسلمانوں کے فرقوں میں سے ایک فرقہ ہے۔ (جبکہ لفظ قادریانی پورے افریقہ میں گالی بن چکا ہے اور سب لوگ جانتے ہیں کہ مرزا نیت فرقہ نہیں ہے بلکہ جھوٹے نبی کی امت ہے۔ جب اس نے اپنانی الگ ہنالیا تو وہ پچے نبی کی پچی امت محمدیہ اور اس کے فرقوں سے خارج ہو گئی) اور کبھی سید ہے سادے مسلمانوں کو "فرقہ احمدیہ" کے نام سے پھسایا جاتا ہے اور تلایا جاتا ہے کہ "احمدیہ" صوفیاء کا ایک سلسلہ ہے جیسے یہاں افریقہ میں دوسرے سلسلے ہیں۔ اور اکثر اوقات قادریانی ڈرانے دھمکانے کا طریقہ بھی اختیار کرتے تھے۔ چنانچہ یہ کسی دیلے اور ذریعے سے پولیس اور فوج کے افراد سے راہ اور سرم قائم کر لیا کرتے تھے اور بعض مرتبہ ان اداروں سے وابستہ بعض کمزور نفوس کے مالک افراد کو خرید لیا کرتے تھے۔ پھر (یہ حکومتی اداروں سے وابستہ لوگ) ان مسلمانوں کو جو اپنے دین پر منسٹ اور اسلام کی طرف سے مدافعت کرنے میں پیش پیش ہیں، اور قادریانوں سے نبرد آزمائیں، کو اپنے دفتر میں بلا کراس عنوان سے ڈرایا دھمکایا کرتے کہ وہ ملک میں گڑ بڑ کر رہے ہیں، مشکلات پیدا کر

رہے ہیں، امن عامہ میں خلل ڈال رہے ہیں اور (قادیانیوں کے خلاف کام کرنا) بننے کے ہر اس شہری کی دینی آزادی کے خلاف ہے جو ہر شخص کو اس کے مذہب کی پیروی کی اجازت دیتا ہے۔

ایسا ہی واقعہ رابطہ عالمی اسلامی کے بھوث امام اور لیں یمانو کے ساتھ بودھکون میں پیش آیا اور کیتو شہر میں قرآن کریم کے درسے کے مستتم استاد مشہود ابو بکر کے ساتھ پیش آیا۔

۱۹۸۶ء کے آخر میں قادیانیت کے سلسلے میں مسلمانوں کی مشکلات زیادہ بڑھ گئیں۔ جب قادیانیوں نے بننے کے شرکیتوں میں ایک جگہ خرید کر اپنی عبادت گاہ (مرتد خانہ) اور مرکز بنانے کا فیصلہ کیا۔ اس خبر کو سن کر یہاں کے مسلمانوں میں اضطراب کی لہر دوڑ گئی۔ قادیانیوں اور مسلمانوں میں آپس میں مارکٹائی شروع ہوئی۔ آخر کار معاملہ حکومت تک پہنچا، وزارت داخلہ نے اس سلسلہ میں بننے کے مسلمانوں کی جماعت اتحاد اسلامی، علماء کرام اور علماء دین شرکو بلا کران سے پوچھا کہ تم کو قادیانیوں سے کیا شکایت ہے، تم قادیانیوں کو ان کی سرگرمیوں سے کیوں روکتے ہو تو سب نے یہ بناں ہو کر ایسا قطعی فیصلہ کیا ملا تقر اور مدلل جواب دیا جس سے اہل حکومت اور قادیانی لا جواب ہو گئے۔ مسلمانوں نے کہا کہ ہم اس ملک میں بننے والے مختلف مذاہب کے لوگوں کی آزادی کے قطعاً مخالف نہیں ہیں اور نہ ہی کسی جماعت یا کسی بھی یہاں کے رہنے والے کے مذہب میں کسی قسم کی خلل اندازی چاہتے ہیں۔ اگر قادیانی یہاں اپنے نظریات و افکار کو پھیلانا چاہتے ہیں تو غیر مسلم گروہ بن کر خوشی سے پھیلائیں۔ ہماری طرف سے ان کو مطلق آزادی ہو گی۔ کسی قسم کی ہم روک نوک نہیں کریں گے۔ اس وقت ان کی حیثیت ایسے ہو گی جیسے بننے میں رہنے والے دوسرے غیر مسلم (ہندو، بدھ وغیرہ) لوگوں کی ہے۔ اس وقت بننے کے سارے لوگ اور مسلمان یہی سمجھیں گے کہ قادیانیت اسلام نہیں ہے بلکہ اسلام کے علاوہ کوئی عیحدہ مذہب ہے (لہذا اس کے شرے پنچے رہیں گے) مگر یہاں معاملہ بر عکس ہے۔ قادیانی اپنے باطل مذہب (قادیانیت) پر اسلام کاٹپہ لگا کر اسلام کے نام سے لوگوں کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ ہم سب مسلمان اس کی کبھی بھی اجازت نہیں دیں گے۔ اس طرح قادیانیوں کو کھلی چھٹی دے کر اسلام کے حقائق کو زخمی کرتا ہے اور یہ اسلام کی توہین ہے جس کو ہم کسی

صورت برداشت نہیں کریں گے۔

حکومت کی سمجھ میں یہ بات آگئی، قرارداد انسوں نے منظور کرتے ہوئے قادریانی سرگرمیوں پر پابندی لگادی۔ تمام مسلمانوں نے حکومت کے اس فیصلے کو سراہا ہے اور اطمینان و سکون کا سانس لیا ہے اور اس طرح سے بنن کے مسلمان زبردست مثالی نمونہ بن گئے ہیں۔ بنن کے مسلمانوں نے جس پیشگی اور باہمی اتحاد کا مظاہرہ کیا ہے، اس پر ہم ان کو اور تمام مسلمانوں کو مبارک باد پیش کرتے ہیں۔ قادریانیت کے سلسلے میں تمام حکومتوں کو بنن حکومت کی تقدیم کرنی چاہیے۔ خصوصاً اسلامی حکومتوں کو جن میں سے کچھ نے ابھی تک قادریانیت کے خلاف اس قلم کی کوئی کارروائی نہیں کی۔

(ہفت روزہ "ختمنبوت" جلد ۶، شمارہ ۵، جون ۱۹۸۷ء)

(از قلم: ہدایت اللہ)

بنگلہ دیش میں قادریانی سرگرمیوں کا ایک جائزہ

جناب الحف ا الرحمن صاحب فاروقی

بر صغیر پاک و ہند میں انھنے والی شاید ہی کوئی تحریک ہو، جس نے بنگال کو متاثر نہ کیا ہو۔ پنجاب سے انھنے والی ایک تحریک یعنی قادریانی مذہب بھی بنگال تک اثر قائم کرنے میں کوشش نظر آتی ہے۔ اس سلسلے میں ان کی کامیابی کا ایک جائزہ پیش کیا جا رہا ہے۔

بنگلہ دیش میں احمدی مذہب کی تاریخ بہت دلچسپ ہے۔ اندراز ۱۸۹۷ء، ۱۸۹۸ء کی بات ہے۔ ضلع برہمن بڑیا کے رہنے والے مشی محمد دولت خان ناہی ایک وکیل نے لاہور کے حکیم محمد حسین قریشی کے ہاں سے "مفرح عمری" ناہی ایک دوائی منگوانی تھی۔ حکیم صاحب نے دوائی کے ساتھ امام مددی کی آمد اور ان کے دعوے کے متعلق کچھ اشتخار بھی بحیث دیئے۔ اتفاقاً قایم اشتخار مولانا سید محمد عبد الواحد ناہی ایک شخص کے ہاتھ لگے۔ ان اشتخاروں کو پڑھنے کے بعد انہوں نے براہ راست بانی مذہب احمدی حمزہ اخلام احمد قادریانی سے خط و کتابت شروع کر دی۔ یہ سلسلہ ۱۹۰۲ء سے ۱۹۰۸ء تک جاری رہا۔ بالآخر حکیم نومبر ۱۹۱۲ء کو وہ بذات خود قادریان پہنچے اور ان کے خلیفہ اول کے ہاتھ پر بیعت کر کے احمدی تحریک میں شمولیت اختیار کر لی۔ واپس آنے کے بعد یہاں قادریانی تحریک کی بنیاد رکھی اور ۱۹۱۳ء سے ۱۹۲۶ء تک وہ خود ہی بنگال کی صوبائی انجمن احمدی کے امیر اور مبلغ رہے۔

بنگلہ دیش کے قادریانی اول مولانا سید محمد عبد الواحد ضلع برہمن بڑیا کے نصیر پور میں ۱۸۵۳ء میں پیدا ہوئے۔ احمدیہ جماعت میں شمولیت اختیار کرنے سے پہلے وہ ایک نکاح خواں (میرج رجسٹر) رہے۔ اس جماعت میں شامل ہونے کے بعد زندگی بھروسہ ہزاروں انسانوں کو احمدی بنانے میں اہم کردار ادا کرتے رہے۔ برہمن بڑیا شرمن مانی کے نام سے

منسوب مولوی باڑہ کی مسجد المسدی کے ساتھ ان کی قبر موجود ہے۔

اس جماعت میں شائی ہونے والے چند اولین افراد کے نام یہ ہیں:

- ۱- نور محمد احمد بکیر۔ بہت تی 'چانگام'۔
- ۲- پروفیسر عبد الطیف، مولوی عبد المہابی، سندھیپ۔
- ۳- فرشی غلام رحمن، چوک بازار، حاکر۔
- ۴- رحیم الدین خان، کشور عُسْنَج، سیمن سنگھ۔
- ۵- مولوی محمد علی گیم الدین خان بیرہانکشہ۔
- ۶- ماسٹر ہاشم الدین بیرہانکشہ۔
- ۷- مولوی طالب حسین کشاوی۔
- ۸- مولوی ابو حامد محمد علی انوار، تاتار کندی وغیرہ۔

سید عبد الواحد کے انتقال کے بعد مختلف اوقات میں جو لوگ احمدی جماعت کے امیر رہے ان کے نام یہ ہیں:

- ۱- پروفیسر عبد اللطیف، ۱۹۲۶ء۔
- ۲- حکیم ابو طاہر، ۱۹۳۰ء۔
- ۳- خان بسادر ابوالہاشم خان چودہری، ۱۹۳۵ء۔
- ۴- خان صاحب مبارک علی، ۱۹۳۲ء۔
- ۵- مولوی محمد، ۱۹۳۹ء۔
- ۶- کیپٹن چودہری خورشید احمد، ۱۹۵۰ء۔
- ۷- شیخ محمود الحسن، ۱۹۵۷ء۔
- ۸- مولوی محمد، ۱۹۶۲ء (دوبارہ امیر بنے)

بنگلہ دلیش میں سرگرمیاں

بنگلہ دلیش میں احمدی تحریک کے بانی مولوی سید محمد عبد الواحد صاحب کی کوشش سے

احمیت قبول کرنے والے اولین افراد پر مشتمل جماعت سب سے پہلے ۱۹۱۳ء میں برہمن بڈیا میں احمدی خلیفہ کے حکم سے انہم احمدی کے نام سے قائم ہوئی۔ اس وقت پورے بگلہ دلش میں ان کی ۹۲، ۱۰۳ تینیں یعنی مقامی جماعتیں موجود ہیں۔ صرف ڈھاکہ میں ۱۰ حلقات قائم ہیں۔ حلقات کے صدر کو شائق کہتے ہیں۔ کسی مقام پر کم از کم تیرہ احمدی اور کان موجود ہوں تو عموماً وہاں ایک جماعت قائم ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ مختلف علاقوں میں بڑی بڑی جماعتیں بھی قائم ہیں، جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

بنگلہ گڑھ، سندھ، بن، دہلی، پور، بگڑا، رنگ پور، کشیا، بر گونا، جمال پور، چاندگام، راجشاہی، پٹاکھالی، نائزور، ساتکھہرا، بہر سال، زائن، سخن وغیرہ۔
ڈھاکہ شہر میں تیز گام، میرپور اور لکھاں پارہ میں احمدیوں کی جامع مسجدیں بھی قائم ہیں۔

مرکز

بنگلہ دلش میں قادیانیوں کا مرکزی آنس ۲ نمبر، بخشی ہازار روڈ ڈھاکہ میں قائم ہے۔ یہاں مسجد احمدیہ کے نام سے ایک دو منزلہ مسجد کے علاوہ احمدیہ پریس کے نام سے ایک چاپخانہ، دارالتبیغ ہاں، احمدیہ لابریری، مشن ہاؤس اور مختلف شعبہ جات کے دفاتر اور چند قابل رہائش کرے موجود ہیں۔ مرکز میں تقریباً ۱۸ شبے ہیں، ان میں سے چند ایک یہ ہیں۔
شعبہ تصنیف و تایف و نشر و اشاعت، شعبہ تعلیم و تربیت، شعبہ اصلاح و ارشاد، شعبہ علم و صحت، شعبہ ادارت و اخبار و جرائد، شعبہ خط و کتابت، شعبہ مالیات، شعبہ ترجم، شعبہ ویڈی اور شعبہ رشتہ ناطہ وغیرہ۔

ہر شعبہ کے لئے ایک ذمہ دار موجود ہے جسے معیند کہتے ہیں۔ احمدی جماعت کی مختلف عمر کے لحاظ سے مرد اور عورتوں کے لئے مختلف نام سے الگ تنظیمیں قائم ہیں۔ بنگلہ دلش میں ان تنظیموں کے نام یہ ہیں:

۱۔ ایک سے پندرہ سال کی عمر تک بچوں پر مشتمل تنظیم کا نام بنگلہ دلش مجلس اطفال

احمدیہ۔

- ۰۲۔ ۲۰ سال کی عمر تک مردوں پر مشتمل تنظیم کا نام بگلہ دیش مجلس خدام احمدیہ۔
- ۰۳۔ ۲۱ سال سے زائد مردوں پر مشتمل تنظیم کا نام بگلہ دیش مجلس انصار اللہ۔
- ۰۴۔ ایک سال سے ۵ سال تک کی عمر میں مشتمل بچوں کی تنظیم کا نام بگلہ دیش مجلس ناصرۃ الاحمدیہ۔
- ۰۵۔ ۶ سال سے زائد عمر کی عورتوں پر مشتمل تنظیم کا نام بگلہ دیش مجلس عمار اللہ۔
اس قسم کی ہر تنظیم کے لئے الگ الگ مجلس عاملہ اور جنہذابجی موجود ہے۔

تقریبات

احمدی خلیفہ کی اجازت سے ہر سال مرکزی دفتر کے سامنے سالانہ اجتماع ہوتا ہے۔ اجتماع کے موماً تین روز ہوتے ہیں۔ سالانہ اجتماع منعقد کرنے کا یہ سلسلہ انگریزوں کے دور سے ہے۔ ربوبہ اور بھارت کے قادیانی سے بھی مندوب اس جلسے میں شرکت کے لئے آتے ہیں۔ جلسہ کی تاریخ کا اعلان بگلہ دیش ریڈ یو، ٹی وی اور اخبارات کے ذریعے کیا جاتا ہے۔

مرکزی سالانہ اجتماع کے علاوہ مقامی جماعتیں بھی اپنی اپنی استطاعت کے مطابق اس قسم کے جلسوں کا اہتمام کرتی رہتی ہیں۔ ان جلسوں کی کارروائی بھی ریڈ یو پر ریکارڈ کی جاتی ہے۔ ان تقاریب میں ان کے عبادات خانوں اور دیگر مدنہ بھی اہمیت کے حامل مکانوں میں بھی چراغیں کیا جاتا ہے۔

قادیانی حضرات اس کے علاوہ بھی اور مختلف ایام مناثے رہتے ہیں، جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

کیم جنوری سال نو، ۲۰ فروری یوم مصلح موعود (اس دن مرزا بشیر الدین نے اپنے مصلح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تھا) ۲۳ مارچ یوم تصحیح موعود (۱۸۸۹ء کے ۲۳ مارچ کو احمدی

جماعت کی بنیاد رکھی گئی تھی۔ اس لئے اس دن کو یادگار کے طور پر منایا جاتا ہے (۲۷ مئی یوم خلافت اور یوم اصلاح نہ بہ۔

اس کے علاوہ انصار، الجہاد اور خدام کی طرف سے مختلف قسم کے تربیتی نشست و تربیتی کورس اور سالانہ اجتماعات منعقد کرتے رہتے ہیں۔ اطفال اور ناصرات کے لئے بھی دلچسپی پلٹی شو۔ غبارے اڑانے کے مقابلے، تقریری مقابلے، مقابلہ حسن قرات و غزل، کھیل کوڈ اور معلومات عامہ کے مقابلے کرائے جاتے ہیں۔

اوی سرگرمیاں

مرزا غلام احمد قادریانی اور دیگر قادریانی اکابرین کی تصانیف وغیرہ دیگر زبانوں کی طرح بلکہ زبان میں بھی ترجمہ ہو کر تبلیغی کاموں میں استعمال ہوتی رہتی ہیں۔ اس کے علاوہ مقامی طور پر بھی تصانیف تیار کی جاتی ہیں۔ قادریانی حضرات اپنی تصانیف، احمدیہ آرٹ پریس سے چھپو اکر، "اجمن احمدیہ ڈھاکہ سے شائع کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ بھی چند ایک کتابیں سلیم آباد ڈھاکہ، انٹر کون ایسوی ایٹ ڈھاکہ اور منار پر ہنگ پریس ڈھاکہ سے بھی چھپاتے ہیں۔

احمدی جماعت دنیا بھر سے تقریباً ۱۵۰ اخبارات، رسائل و جرائد شائع کرتی ہے۔ اس کے علاوہ انصار، الجہاد، خدام، اطفال اور ناصرات کی جانب سے بھی الگ الگ اخبارات و جرائد شائع ہوتے ہیں۔ اس میں مسلمانوں میں سب سے زیادہ بولی جانے والی زبان بلکہ کوئی نظر انداز نہیں کیا۔ احمدی جماعت کی جانب سے پدرہ روزہ "احمدی" اخبار باقاعدگی سے شائع ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ خدام کی جانب سے سالانہ اجتماعات کے موقع پر یادگاری جرائد وغیرہ شائع ہوتے ہیں۔

یہ تھی مقامی طور پر اخبارات شائع کرنے کی بات۔ اس کے علاوہ مختلف ممالک سے اردو، انگریزی اور دیگر زبانوں میں شائع ہونے والے اخبارات، رسائل و جرائد بھی بلکہ دیش میں منتگھائے جاتے ہیں، ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

ربوہ سے شائع ہونے والا اردو روزنامہ "الفصل" انگریزی روزنامہ "Review of Religions" اردو ماہ نامہ "انصار اللہ" اردو انگریزی ماہنامہ "تحکیم جدید"۔

ہندوستان کے قادیان سے شائع ہونے والا ہفت روزہ "بدر" کالی کٹ سے شائع ہونے والا انگریزی سماں "منارہ" گلکتہ سے شائع ہونے والا "بنگلہ" ماہنامہ "البشری" لندن سے شائع ہونے والا اردو ہفت روزہ "النصر" انگریزی ماہنامہ "The Muslim Herald" جاپان سے شائع ہونے والا انگریزی سماں "The Voice of Islam" نیروپی سے شائع ہونے والا اردو پندرہ روزہ اخبار "احمدیہ گزٹ" اور لندن سے شائع ہونے والا انگریزی پندرہ روزہ "احمدیہ گزٹ" وغیرہ۔

بنگلہ دیش احمدی جماعت امدادی کام یعنی خدمتِ خلق میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی ہے۔ ان کے زیر انتظام سند ربن اور پنج گڑھ میں ایک طبی مرکز اور ایک جو تیر سکول قائم ہیں۔ اس کے علاوہ مختلف اوقات میں رضا کارانہ طور پر قوی اور مقایی حد تک امدادی مسم چلاتے ہیں۔ صدارتی امدادی فنڈز میں شرکت، طوفان، سیلا ب اور آفات زدہ علاقوں میں امدادی دستہ بھیجا، لئگر کھولنا، سڑک کی مرمت وغیرہ امدادی و رفاه عامہ کی سرگرمیوں کے ذریعہ لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

افرادی قوت

قادیانیوں کا دعویٰ ہے کہ دنیا میں ان کی تعداد ڈیڑھ کروڑ ہے۔ جب کہ پاکستان میں ۵۰ لاکھ کی تعداد میں قادیانی موجود ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق بنگلہ دیش میں قادیانیوں کی تعداد ۹۰ ہزار ہے۔ بنگلہ دیش میں برہمن، بڑیا، چانگام، سلسٹ اور پنج گڑھ کے دو مقامات کے نام بھی احمدیوں کے نام سے منسوب کیے گئے ہیں۔ یہ دو مقامات بالترتیب "احمدی بازار" اور "احمد گر" ہیں۔

نیشنل امیر

احمدی جماعت کے خلیفہ بر اہ راست امیر نامزد کرتے ہیں۔ بگلہ دلش کے موجودہ

نیشنل امیر مولوی محمد مصطفیٰ بی ایس، سی پی، اے ہی ہیں۔

یہ سابقہ امیر مولوی محمد کی دست برداری کے بعد جون ۱۹۸۷ء کو اس عمدے پر فائز ہوئے۔ ان کی پیدائش برہمن بڑیا ہی میں ہوئی اور عمر اسے سال ہے۔ زمانہ طازمت میں وہ حکومت کے زرعی شعبہ کے اضافی ڈائریکٹر اور ماہ نامہ "کرشی کھتا" کے مدیر ہے۔ ان کے علاوہ دوناً نائب امیر بالترتیب الحاج ڈاکٹر عبد الصد خان چودہ ری اور محمد خلیل الرحمن ہیں۔

جاتب خلیل الرحمن حکومت بگلہ دلش کے اضافی اکاؤنٹس جزل رہے۔ آج کل وہ فارن ایڈ فائننس کنٹرولر ہیں۔ دوسری طرف ڈاکٹر عبد الصد خان چودہ ری برہمن بڑیا صدر ہپتال کے میڈیکل افسروں ہے۔ ابھمن احمدیہ کے معتمد عمومی کاتامن ن محمود سالک ہے۔ اس کے علاوہ مختلف افراد مختلف ذمہ داریوں پر فائز ہیں۔ ان کے نام یہ ہیں:

شیخ احمد غنی، مولوی محمد مطیع الرحمن، ڈاکٹر نذر الاسلام، الحاج احمد توفیق چودہ ری، مقبول احمد خان، (مدیر پرورہ روزہ "احمدی") محمد عبد الجلیل، عبید الرحمن بھونیاں، نذری احمد بھونیاں، پروفیسر شاہ مصطفیٰ الرحمن، محمد مش الرحمن، اے کے رضا اکبریم، مولوی عبد العزیز صادق، مولا ناصح احمد وغیرہ۔

احمدی جماعت کے باقاعدہ چندہ دینے والے ارکان میں سے ہر دس ارکان پر ایک رکن بذریعہ دوٹ رکن شوریٰ منتخب ہوتے ہیں۔ دلچسپی کی بات یہ ہے کہ جس رکن کا چندہ باقی ہے، یا چھرے پر داڑھی نہیں ہے۔ اس قسم کے افراد شوریٰ کے رکن رہنے کے قابل نہیں رہتے۔ بگلہ دلش میں انصار کے ناظم اعلیٰ ڈاکٹر عبد الصد خان چودہ ری ہیں۔ کل بگلہ دلش بعد عماء اللہ کی صدر الحاجہ محمودہ صدراور معتمدہ عام رقیہ احمد ہیں۔ تمام بگلہ دلش میں انصار کے نظم کی تقریباً ۲۳ شاخصیں ہیں۔ بگلہ دلش کے خدام کے نیشنل امیر اور نائب نیشنل امیر بالترتیب عبدالمادی اور تھدق حسین ہیں۔

اطفال کے موجودہ ناظم محمد سلیم خان ہیں۔ مقامی احمدی جماعتوں کے امراء کے نام یہ

برہمن بڑیا میں صلاح الدین چوہدری۔

چانگام میں غلام احمد خان۔

ڈھاکہ میں محمد غلیل الرحمن۔ اس کے علاوہ راج شاہی جماعت کے صدر اے بی ایم

عبدالستار۔

ریگ پور میں جماعت کے صدر متاز الدین احمد۔

سندر بن جماعت کے صدر شیخ شرف الدین احمد۔

ٹانور جماعت کے صدر ظیہیر محمد عبدالرازاق۔

تووا جماعت کے صدر رضا کر احمد علی۔

احمد گنگر جماعت کے صدر شریف احمد۔

کروڑا جماعت کے صدر عبد القیوم بھونیاں اور جمال پور (ہونی ٹنج) جماعت کے

صدر رضا کر بشیر احمد چوہدری ہیں۔

امیر اور صدر کی اصطلاح میں معنوی فرق پائے جاتے ہیں۔ یعنی جس جماعت میں کم

از کم ۲۰ کان باقاعدگی سے چندہ دا کرتے ہیں۔ اس جماعت کے سربراہ کو امیر اور جس

جماعت کے باقاعدہ چندہ دینے والوں کی تعداد ۲۰ سے کم ہے، اس جماعت کے سربراہ کو

صدر کہتے ہیں۔

بنگلہ دیش انجمان احمد یہ لندن کے مرکز کے ساتھ باقاعدہ رابطہ رکھتے ہیں اور ظیفہ

کے حکم سے قوی نوعیت کے مختلف اہم امور سرانجام دیتے ہیں۔

بنگلہ دیش احمدی جماعت ان کے باقاعدہ پروگراموں کے علاوہ بھی مختلف موقع پر

تبیینی ٹیم تشكیل دے کر سرگردی کو موثر بناتے ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ اپریل ۱۹۸۷ء سے

ماਰچ ۱۹۸۸ء تک کل ۱۲۶۹ افراد کو قادریانی جماعت میں شامل کرنے میں کامیاب ہوئے۔

بکشی بازار ڈھاکہ کے مرکزی وفتر کے سامنے پر کشش الفاظ میں سائنس بورڈ آوریزاں

ہے۔ اس میں مزید معلومات کے لیے اندر آنے کی دعوت دی گئی ہے۔ استقبالیہ میں نہایت

خوش اخلاقی کے ساتھ پیش آنے والے کارکن مہمان کو قادریانی مذہب کے بارے میں

مختلف قسم کی کتابیں، فائل کو اور دیگر تھانے سے نوازتے ہیں۔ آج کل احمدی جماعت

والے چار دیواری کے اندر اجتماعات، جلیے، کانفرنسیں، پر کشش صفحے کے اخبارات، کتب و رسانیں، فلم شو، سوال و جواب کی نشست، اظہار پارٹیاں، حلقة چائے، عماکدین شرکے لیے استقبالیے، کیسٹ پر درگرام وغیرہ وغیرہ کے ذریعہ سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے ہیں۔ اس مضمون میں دی گئی تمام معلومات تکلیل ارسال کی تحقیق "بغلہ دیشے احمدیہ یا قادریانی شمپرد وہائے" سے ماخوذ ہیں، یہ معلومات جنوری تا اپریل ۱۹۸۶ء کی ہیں۔
 (ماہنامہ "الحق" اکوڑہ نٹک)

اسلام اور پاکستان کے خلاف

قادیانیوں کی گھناؤنی سازش

لندن میں مقیم قادیانیوں کی اعلیٰ قیادت نے مذہب اسلام اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کو نقصان پہنچانے کے لیے اپنی حکمت عملی اور نہ مومن پالیسیوں پر تیزی سے عمل کرنا شروع کر دیا ہے اور اس کے لیے اپنے ہر ممکن ذرائع برداشت کار لارہی ہے۔ قادیانی اعلیٰ قیادت عالمی صیسوں آر گنائزیشن (ذبیحہ زینہ او) کے ساتھ مل کر بھی کام کر رہی ہے، جو یہودی عوام کے خفیہ حکمرانوں "زنجری" (صیسوں عالمی چیوری) کے لیے ایک عوامی حماڑ ہے۔ قادیانی اعلیٰ قیادت (L.Q.M) کی طرح اس کا ہیڈ کوارٹر بھی لندن میں ہے۔ یہی تنظیم مسلم امامہ کی صدقہ میں الاقوامی دشمن طاقت ہے۔ دونوں کے اتحاد کار پر جیران ہونے کی ضرورت نہیں کیونکہ اگر ہم قادیانیوں کی تحریک کاری پر مبنی تحریک کا بنظر غائر جائزہ لیں تو معلوم ہو گا کہ دروزیوں، اسماعیلیوں اور بہائیوں کی طرح قادیانیوں کے خالق بھی صیسوں عالمی تنظیم "زنجری" (Zinjry) ہے۔ چونکہ قادیانی اور یہودی اسلام اور مسلمانوں کو اپنا ازیزی دشمن سمجھتے ہیں، اس لیے ان میں اتحاد تدریقی امر ہے۔

پاکستان کی قادیانی معاشرت میں قادیانی مسلک پر کلی طور پر ایمان لانے والوں کی تعداد ان افراد سے بہت زیادہ ہے جو مرز اغلام احمد کی پیغمبری پر یقین تو نہیں رکھتے لیکن معاشی اور معاشرتی دباؤ کی وجہ سے انہیں اس فرقہ میں رہتا پڑتا ہے۔ ضمنی طور پر کچھ

قادیانی ایسے ہیں جو مکمل طور پر اپنے ملک پر عمل پیرا ہیں اور تبلیغ میں تو مصروف ہیں لیکن پاکستان کو نقصان پہنچانے والی اعلیٰ قادیانی قیادت کے منصوبوں اور مقاصد سے پوری طرح باخبر نہیں ہیں۔ قطع نظر اس کے کہ وہ کون سی قسم سے تعلق رکھتے ہیں انہیں اعلیٰ قادیانی قیادت کے ہر حکم کو مانا پڑتا ہے۔ انہیں قادیانی معاشرت کے لیے بنائے گئے فرائض اور ذمہ داریوں سے بھی عمدہ برآ ہونا پڑتا ہے۔ اعلیٰ قادیانی قیادت پاکستان کے مفادات کے خلاف کاموں کے لیے کسی بھی وقت انہیں طلب کر سکتی ہے۔ ہم پاکستانی مسلمانوں کا یہ فرض ہے کہ اپنے ملک کو قادیانی معاشرت کے ابھرتے ہوئے خطرے سے محفوظ رکھیں۔

قادیانی اعلیٰ قیادت کے عمومی مقاصد

قادیانی قیادت کی نہ موم مساعی اور مقاصد درج ذیل ہیں:

- (۱) دین اسلام کو نشانہ بنانا۔ دنیا بھر میں اور خاص طور پر مغربی ممالک بتوں روں اور مشرق بعید کے ممالک کو ریا، جاپان، فلپائن اور چین میں اسلام کے تیزی سے پھیلتے ہوئے رہ جان کرو کرنا اور زنجیری کی اسلام اور اس کے پیروکاروں کی بد ناتی اور دنیا کو دھمکانے کے لیے اسلام کو بطور "ہوا" کے پیش کرنے کی پہلے سے جاری ہنگ کو آگے بڑھانا۔
- (۲) پاکستان کو نشانہ بنانا تاکہ اس ملک کے خلاف زنجیری کی اسکیوں کو آگے بڑھانے میں مدل سکے اور اس ملک میں قادیانی اعلیٰ قیادت کے تحفظ اور ان کے مفادات کے تحفظ کی خاطر پاکستان کے اہم معاملات میں قادیانیوں کا اثر درست و سخ بڑھانا۔
- (۳) آپس میں لڑنے اور تقسیم ہونے والے قادیانیوں کی مفوں میں اتحاد پیدا کرنا۔
- (۴) قادیانیوں کی تحریک کاری پر بنی اسرائیل سے مایوس ہو کر ذاتی مفادات کو اہمیت دینے والے اور قادیانی ملک کو غلط قرار دے کر اس سے دور ہونے اور اسے چھوڑنے کے لیے تیار بیٹھے قادیانی معاشرت کے افراد کو دوبارہ اپنے ملک کی طرف لے آنے کی کوششیں کرنا۔

- (۵) پاکستان اور علاقہ کے دیگر ممالک میں قادیانی ملک کو پھیلانا اور پھر اسے مضبوط کرنا اور قادیانی افراد کو تحریک کاری پر بنی منصوبوں پر عمل کرنے کے لئے تحریک کرنا۔
- (۶) اسلام کے خلاف ایم کیو ایل (اعلیٰ قادیانی قیادت) کے مقاصد کی تمجیل کے لئے

اعلیٰ مہارت یافتہ ایجنسٹ تیار کرنا بھی ایک لبی مدت کا منصوبہ ہے۔

پالیسیاں اور منصوبے

اپنے مقاصد کے حصول کے لیے اعلیٰ قادیانی قیادت نے مندرجہ ذیل پالیسیاں اور منصوبے جاری کیے ہیں:

۱۔ اسلام پر توہین آمیز اور مخدانہ الزام لگانا: پاکستان بھر میں قرآن پاک اور رسالت ماب میں بھرپور کی مقدس شخصیت کے خلاف توہین آمیز کلمات استعمال کرنے کے واقعات آئے دن سننے میں آتے رہتے ہیں۔ کچھ کیسوں میں یہ ثابت ہوا ہے کہ گتاخ، قادریانی ہیں اور کچھ میں اس بارے میں صرف شبہ ہے۔ وہ مقدمات جن میں عیسائی وغیرہ موث ہوتے ہیں، ان کے بیچے بھی قادریانوں کا ہاتھ لٹکتا ہے۔ بت سے واقعات ایسے ہیں جن میں نہ مقدمہ درج کیا گیا اور نہ کوئی کارروائی عمل میں لائی گئی۔

۲۔ ڈش ائینا کا قیام: اعلیٰ قادریانی قیادت نے قادریانوں کو ہدایت کی ہے کہ وہ اپنے گھروں میں ڈش ائینا لگوائیں اور لندن سے قادریانی سربراہ مرزا طاہر احمد یا اس کے معتمد ساتھیوں کی نشریات دیکھیں۔ یہ ٹرانس مشن ہفتہ وار بنیادوں پر شروع کی گئی تھی لیکن حال ہی میں روزانہ کی بنیادوں پر پروگرام شروع کیے گئے ہیں۔ ہر قادریانی کو یہ حکم ہے کہ وہ لازمی معمول کے طور پر یہ نشریات دیکھے۔ اسی مقصد کے حصول کے لیے اعلیٰ قادریانی قیادت نے اب بلا شرکت غیرے ایک سیٹلات ٹی وی چینل بھی خرید لیا ہے۔ اس چینل کو خصوصاً پاکستان میں بھرپور کے دوران اپنے ایجنسٹوں تک کوڈ (خفیہ اشاروں پر منی) بیانات کی ترسیل کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

۳۔ قادریانی شناخت کی تشویز: ایک نئی پالیسی کے تحت ان قادریانوں کو جو اس سے پہلے خاموشی اختیار کیے ہوئے تھے اور اپنی شناخت کی توہین یا تردید نہیں کرتے تھے، ہدایت کی گئی ہے کہ وہ خود کو قادریانی کے طور پر اجاگر کریں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اعلیٰ قادریانی قیادت کو پاکستان میں اپنے پیروکاروں کے شناخت چھپانے سے اپنی تحریک آگے بڑھانے میں دشواری محسوس ہو رہی ہے، قادریانی اعلیٰ قیادت کے اس اقدام کی مماثلت زنجیری کی اس

پالیسی سے اس طرح قائم ہوتی ہے کہ زنجیری نے حالیہ برسوں میں دنیا بھر میں زیادہ سے زیادہ یہودیوں کو اپنی سابقہ چھپی ہوئی شناخت افشا کرنے کی ہدایت دی ہے، لیکن فوج اور رسول انتظامیہ میں کلیدی یا بڑے مناصب پر فائز اور پاکستان کے اہم شعبوں اور قوی امور میں نمایاں افراد کو شاید اس پالیسی سے مستثنی رکھا گیا ہے۔

۳۔ زندگی بھر کی خدمات کے لیے بچوں کو وقف کر دینا: قادیانی اعلیٰ قیادت نے یہودیوں کی طرز پر زنجیری تحریک کے ان اقدامات پر عمل کرنا شروع کر دیا ہے، جن پر وہ ۲۰۰۰ سال سے عمل پیرا ہے اور جن کے مطابق قادیانی جوڑے کے یہاں پیدا ہونے والے بچوں کو خواہ وہ لڑکیاں ہوں یا لڑکے، زندگی بھر کی خدمات کے لیے اعلیٰ قادیانی قیادت کے لئے وقف کر لیا جاتا ہے۔ اس اسکیم کو ایک خاص سکمیٹی چلا رہی ہے۔ بچے اور اس کے خاندان کے کوائف محفوظ کر لیے جاتے ہیں اور پھر اس کے تمام معاملات جن میں اسکول اور بچے کا مستقبل بھی شامل ہے، سکمیٹی کی تعداد میں اس کی ہدایت کے مطابق طے ہوتا ہے۔ خاص اندازے لگانے کے بعد سکمیٹی سائنس یا آرٹس میں بچے کے مستقبل اور پھر اس کی ملازمت کے بارے میں نیچلہ کرتی ہے جو یقیناً قادیانی مشن کی تکمیل اور آگے بڑھانے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔

۴۔ زنجیری کے خود مختار کشمیر اور دفاع میں کمی کے منصوبے کی حمایت: قادیانیوں کی اعلیٰ قیادت نے قادیانیوں کو "زنجری" کے خود مختار کشمیر کے منصوبے کو ابھارنے اور اس کی حمایت کرنے کی ہدایت کی ہے۔ جس کا مقصد شمالی علاقہ جات کو پاکستان سے عیحدہ کرنا اور آزاد کشمیر بشمول مقبوضہ کشمیر کی جگہ تین آزاد ریاستیں بنانا ہے۔ قادیانی، صحافی، پروفیسر، فارن سروس آفیسر اور ریٹائرڈ یا حاضر سروس فوجی آفیسر ظاہری طور پر لا تعلق رہتے ہوئے اس "آزاد" نقطہ پر رائے طلبی کر رہے ہیں۔ سول سروز اکیڈمی لاہور میں عبوری مدت کے لئے تینتھا ایک ریٹائرڈ میجر جزل نے ایک بار روڑی کلب کی ایک میٹنگ میں ہاتھ کے دوران بڑے پر زور طریقے سے خود مختار کشمیر کی بات کی تھی لیکن جب اس سے سوال کیا گیا کہ کیا شمالی علاقہ جات کی عیحدگی سے پاکستان کی سیاسی ملکی سلامتی خطرے میں نہیں پڑ جائے گی؟ تو اس نے چپ سادھلی۔ اسی طرح معاشرے میں دیگر اہم افراد کو امریکہ اور

یہودیوں کے اس مطالبے کی حمایت کرنے اور اسے پھیلانے کی ہدایت کی گئی ہے جس میں پاکستان کو یک طرفہ طور پر دفاعی بحث میں کمی کرنے کے لیے کہا گیا تھا۔ قادیانی صافی اور خاص طور پر "فرنٹنیر پوسٹ" میں کام کرنے والے خالد احمد اس مطالبے کی حمایت میں مسلسل آواز اخبار ہے ہیں۔

۶۔ امریکی لابی کے لیے ہر اول دستے کا کام: قادیانیوں کو اس بات کی بھی ہدایت کی جا رہی ہے کہ وہ پاکستان میں امریکی لابی کی حمایت کریں اور اس کے حامیوں کے لیے ہر اول دستے کے فرائض انجام دیں۔ اس لابی کا مقصد پاکستان میں اس نقطہ نظر کو پھیلانا ہے کہ پاکستان امریکہ کی امداد کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ اس لیے اسے امریکہ کے ایشی بول بیک، دفاعی بحث میں کمی، وفاقی حکومت کی مرکز گریزیت اور صوبوں کی خود اختاری میں دستت جیسے مطالبات تسلیم کر لینے چاہئیں۔

۷۔ اہم عمدوں پر قبضہ: وفاقی سیکریٹریٹ اسلام آباد اور صوبائی انتظامیہ کے اعلیٰ اور کلیدی عمدوں پر بھی قادیانی قابض ہو چکے ہیں۔ معین قریشی کے دور میں جو خود بھی ذہنی طور پر قادیانیت نواز ہے، متعدد قادیانیوں کو اہم عمدوں پر فائز کیا گیا تھا۔ قادیانی قیادت پاکستان اور بیرون پاکستان علمی و نسابی عمدے حاصل کرنے کی بھی کوشش کر رہی ہے۔ امریکہ اور برطانیہ کے تعلیمی اداروں میں یہ پروفیسر اسلامی تعلیمات اور پاکستان کے مفادات کو غلط انداز سے پیش کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

ماضی میں پاکستان کو پہنچائے جانے والے نقصانات

قادیانیوں کی طرف سے پاکستان کو کتنا نقصان پہنچا، اس کا اندازہ اور احساس ابھی تک کسی نے بھی نہیں کیا ہے۔ حتیٰ کہ حکومتی وغیر حکومتی تجزیہ نگاروں نے بھی نہیں کیا۔ یہ قادیانی ہی ہیں جنہیں پاکستان میں مغربی و صیونی حکومتوں نے اپنے قابل اعتماد ایجنسیوں کے طور پر بھرتی کیا ہے۔ یہ غلام احمد قادیانی ہی تھا جسے اسکاٹ لینڈ کے اہم اجٹ کے طور پر شناخت کر لیا گیا تھا جو پاکستان میں برطانوی مفادات کی تلاش میں تھا۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ چودھری ٹھفراللہ نے نو زائدہ مملکت کے لیے ایک متوازن

اور غیر جانبدارانہ پالیسی باتے ہوئے محب وطن عناصر سے اجتناب برتا اور اپنے مغربی آفاؤں کا حکم مانتے ہوئے ملک کو امریکہ اور برطانیہ کی گود میں دھکیل دیا۔

قادیانی ایکٹوں میں ایم ایم احمد اور عزیز احمد نے ۱۹۵۰ء کی دھائی کے آخر میں مرکزی حکومت کزور کرنے اور امریکی صیونی منصوبے کے مطابق جزل ایوب خان کو آگے لانے میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ امریکہ کے ذریعے جزل ایوب خان کی بطور چیف مارشل لاء ایڈ فشنریٹ تقریٰ کے بعد عزیز احمد ایڈ و کیٹ سکریٹری اور ایوب خان کا پرنسل ایڈ وائز بر بن بیٹھا اور کچھ عرصے کے لیے ملک کے مطلق العنان حکمران کے طور پر کام کیا۔ ایم ایم احمد جو مرزاغلام احمد کا پوتا تھا، ایوب خان کا قریب ترین قابل اعتماد آدمی بن گیا تھا۔ اسی نے امریکی و صیونی ایکٹوں کو ملک میں لا گو کرنے میں جزل ایوب کی مدد اور رہنمائی کی تھی۔ جزل ایوب ان کے منحوس مقاصد کو بھی نہ سمجھ سکا۔

۱۹۶۵ء کی جنگ پاکستان پر مسلط کرنے میں قادیانیوں کے کردار کے بارے میں اب تک سب کچھ واضح ہو چکا ہے۔ نواب امیر محمد خان، اس وقت مغربی پاکستان کے گورنر تھے اور ایوب خان کے انتہائی قربی دوست سمجھے جاتے تھے، کہ یہ الفاظ قدرت اللہ شاہ نے اپنی کتاب میں درج کیے ہیں "۱۹۶۵ء کی جنگ قطعی طور پر پاکستان کے مفادات پر منی نہ تھی۔ اس جنگ کا رتکاب ذوالفقار علی بھٹو، عزیز احمد، میجر جزل اختر ملک، ایم ایم احمد اور نذیر احمد نے کیا تھا"۔

سوائے بھٹو کے یہ منصوبہ تیار کرنے والے تمام کردار جانے پہچانے قادیانی تھے۔ اتفاق کی بات ہے ایک اور شخصیت این اے فاروقی بھی ہے جو قادیانی تھا اور جس نے اس گروہ کی اس خفیہ ایکٹمیں حصہ لیا اور وہ ایوب خان کو گراہ کرنے میں کارگر مرہ ثابت ہوا، جسے شاید صرف اسی مقصد کے لیے صدر کا پرنسل سکریٹری بنایا گیا تھا، خوش قسمتی سے اور اس سے بھی زیادہ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے پاکستان امریکی و صیونی ایکٹم کے مطابق قادیانیوں کے جنگ کے منصوبے سے محفوظ رہا۔

۱۹۷۱ء کی جنگ میں قادیانیوں کا کردار تماحال پوشیدہ ہے۔ تاہم یہ کہا جاتا ہے کہ عزیز احمد نے بطور چیف سکریٹری مشرقی پاکستان کے لوگوں کو مرکزی حکومت سے مخفف کرنے اور ان میں علیحدگی پسندی کے جذبات ابھارنے جیسی کئی تحریک کارانہ کارروائیاں کیں۔

رفیع رضا، ایک اور تحریب کار خصیت، ایک قادریانی اور سی آئی اے کا ایجنسٹ، ۱۹۷۱ء میں ستوڑھاکہ کی سازش میں پوری طرح ذوالفقار علی بھٹو کے ساتھ شامل تھا۔

حالیہ مزید نقصانات

فروری ۱۹۹۳ء سے اکتوبر ۱۹۹۳ء تک پاکستان، صدر غلام اسحاق اور وزیر اعظم نواز شریف کے مابین سیاسی چیلنج کی وجہ سے بھر ان کا شکار رہا۔ اس بھر ان کا سب سے بڑا سازش کار ایم ایم احمد تھا اور اس کا شریک سازش رفیع رضا تھا۔

آئندہ پاک بھارت جنگ میں قادریانیوں کا کردار

اتنی جلدی پتہ نہیں چلے گا کہ قادریانی کون سے منسوب ہے پر عمل پیرا ہیں۔ تاہم ایک چیز حقیقی ہے اور وہ یہ کہ پاکستان کے اندر اور باہر قادریانی ایجنسٹ (مثلًا ایم ایم احمد اور رفیع رضا جو بیرون ملک مقیم ہیں) آئندہ پاک بھارت جنگ کے لیے موقع کی تشكیل میں لگے ہوئے ہیں، جس کا مقصد پاکستان کے خلاف ان کے تحریب کارانہ منسوبوں کا تحفظ ہے۔ اس کام پر انہیں امریکی و یورپی منسوبہ سازوں نے لگار کھا ہے۔ یہ محسوس کرنا ضروری ہے کہ پاکستان اور بھارت کے درمیان ایک اور جنگ اب ایک حقیقت بن چکی ہے۔ لیکن اس کے بالکل درست وقت کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ زنجیری کے پروگرام کے مطابق اگلی پاک بھارت جنگ ۱۹۹۵ء کے آخر میں ہونا تھی جو اس سال بھی کراچی جا سکتی ہے۔ آنے والی جنگ بھی گزشتہ دونوں پاک بھارت جنگوں کی طرح ایک سوچے سمجھے منسوبے کے تحت کراچی جائے گی۔ امریکی یورپی ایڈ فیڈریشن کے قابل بھروسہ قادریانی ایجنسٹ دونوں طرف کی نیفلہ کرنے والی اخباریں کو ڈس انفارم کرنے سمیت بت سے دیگر طریقوں پر عمل کرنے پر مقرر ہیں۔ ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء کی جنگوں سے پہلے کی طرح زنجیری کے مخفی کیے گئے قادریانی، اور غیر قادریانی پہلے ہی اہم اور کلیدی عمدوں پر پہنچ چکے ہیں۔ یہ بت ضروری ہے کہ پاکستان کو اگلی جنگ سے بچانے کے لیے جامع منسوبہ تشكیل دیا جائے۔

قادیانی دھمکیوں کے خلاف تحفظ

ایک دفعہ جب اسلام آباد کی مقدار انتظامیہ کو اعلیٰ قادیانی قیادت اور اس کے ایجنٹوں کی طرف سے دی جانے والی دھمکیوں سے آگاہی ہو جائے تو پھر وہ خود بخود جان جائیں گے کہ کون سے اندامات کرنے ہیں۔ تاہم صرف دو تجاویز پیش کی جا رہی ہیں۔

خطرے کی تینی اور حسیت کو مد نظر رکھتے ہوئے نہایت ضروری ہے کہ ایک ایسا میل قائم کیا جائے، جس کے ذمے ملک بھر میں ان خطرات کے خلاف جوابی کارروائیوں کے لیے پلانگ کرنا اور پھر اس پر عمل در آمد کرنا ہو۔ ملک کو نقصان پہنچانے کے لیے قادیانیوں کی آزادانہ کارروائیوں کو دیکھ کر یہ محسوس ہوتا ہے کہ پاکستان کے استحکام کے خلاف قادیانی ایجنٹوں کی دھمکی کو خاطر میں نہیں لایا جا رہا۔ حتیٰ کہ وہ قادیانی جن کی تحریک کارانہ کارروائیاں ثابت ہو چکی ہیں، آزادانہ پاکستان کے اعلیٰ منصب داروں کے درمیان اپنی کارروائیاں جاری رکھتے ہوئے ہیں۔ یوں میل کے بنائے گئے دفاعی پلان میں بنیادی کارروائیوں کو بھی شامل کرنا ضروری ہے۔ وہ قادیانی جو قابلیت سے ماہوس اور بد دل ہو چکے ہیں، انہیں دوبارہ دائرہ اسلام میں داخل کرنے کے لیے ٹھوس منصوبہ بندی کی طرف خاص توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ یہ کام انہیں سمجھیگی سے کڑی گمراہی میں رکھ کر ہی کیا جاسکتا ہے۔ ان ماہوس افراد تک رسائی بڑے داشمندانہ طریقے سے حاصل کی جانی چاہیے اور اسلامی تعلیمات سے ان پر اثر انداز ہونا چاہیے۔ یہ کام ایک تعلیم یافتہ مذہبی اسکالر ہی کر سکتا ہے یا وہ لوگ جنہیں ماہوس قادیانی اپنا مخلص دوست گردانے ہیں۔ یہ تو معلوم نہیں کہ ایسے افراد کی مذہب اسلام میں دوبارہ بازیابی کے لئے ماضی میں باقاعدہ کوششیں کی گئیں یا نہیں، ہاں یہ ضرور کہا جاسکتا ہے کہ اگر عقل مندی سے کام لیا جائے تو اس منصوبے کے مثبت نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔ شش وغیرہ کے شکار قادیانی معاشرت کے نوجوان مردوں اور عورتوں کو متاثر کرنے کے لیے یہ کوششیں بڑے پیمانے پر کی جانی چاہیں۔ اس منصوبے پر عمل در آمد کے لیے امت مسلمہ کے مناسب مبلغین کی موڑ ارادو کی اشد ضرورت ہو گی۔

قادیانیوں کے منصوبے سے بچاؤ۔۔۔۔۔ ثابت قدیمی کی ضرورت

پاکستان مخالف قادیانیوں اور ان کے منصوبوں سے برد آزمائونے کے لیے پاکستانی حکومتوں نے کبھی بھی ثابت تدبی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ اس کی ایک وجہ تو یقیناً یہ ہے کہ قادیانی آفیسر اور سیاسی شخصیات بذات خود اس تنقیحی ڈھانچے کا حصہ ہیں۔ اس لیے حکومت کی کارروائیوں سے کامیابی سے نجٹ جاتے ہیں۔ ایک اور بڑی وجہ یہ ہے کہ پاکستان میں اعلیٰ منصب دار اور اصل یہ نہیں سمجھتے کہ قادیانی ذہنی طور پر اسلام کے بااغی اور دشمن ہیں اور اب ان لوگوں میں شامل ہیں جو دائرہ اسلام سے باہر تصور کیے جاتے ہیں۔ دوسری طرف قادیانی مسلمانوں کے ساتھ بے دین افراد جیسا سلوک کرتے ہیں۔

۱۹۳۵ء میں پنڈت جواہر لال نہرو کی طرف سے قادیانیوں کی حمایت میں شائع ہونے والے ایک مضمون کے جواب میں علامہ محمد اقبال ”نے ایک جامع مقالہ لکھا تھا جو قادیانی خطرے کے بارے میں تھا۔ انہوں نے لکھا:

”اسلام میں عقیدہ قطعیت کی تہذیبی حیثیت کا میں نے کسی اور جگہ بڑی وضاحت سے ذکر کیا ہے۔ اس کا سادہ ترین مطلب یہ ہے کہ رسول اکرمؐ جنہوں نے انسانی صیرتے سے قریب تر قابل عمل قانون دے کر اپنے پیروکاروں کو نجات دلادی، آپؐ کے بعد کسی شخص کو نبوت نہیں مل سکتی۔ معرفت حق کی رو سے عقیدہ یہ ہے کہ سماجی اور سیاسی تنظیم ہی اسلام ہے جو مکمل اور داعی ہے۔ حضرت محمدؐ کے بعد کسی پردوہی تازل نہیں ہو سکتی اور اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ جو کوئی بھی ایسی کسی وحی کا دعویٰ دار ہے، وہ اسلام کا بااغی ہے۔ جب سے کچھ لوگوں نے اس بات کا یقین کیا ہے کہ احمدیہ تحریک کا بانی صاحب دوی ہے، تو دراصل انہوں نے پوری اسلامی دنیا کو بے دین قرار دے دیا ہے۔“

چودھری ظفر اللہ کی طرف سے ستمبر ۱۹۳۸ء میں قائد اعظم کی نماز جنازہ میں شرکت کے حوالے سے کورے جواب سے قادیانی مذهب کے اس ٹاپک عقیدے کا ثبوت ملتا ہے۔ قادیانیوں کی طرف سے مسلمانوں کو بے دین کرنا ایسا سلسلہ نہیں ہے جسے سرسری لیا جائے۔

الله تعالیٰ کی کتاب جو ہماری زندگی کے ہر مسئلے پر رہنمائی کرتی ہے، مسلمانوں کو ان الفاظ میں خبردار کرتی ہے، ان لوگوں سے جو دائرہ اسلام سے باہر ہیں۔

”اے ایمان والو انہ بناو بھیدی کسی کو اپنوں کے سوا، وہ کمی نہیں کرتے تمہاری خرابی میں، ان کی خوشی ہے، تم جس قدر تکلیف میں رہو، نکتی پڑتی ہے دشمنی ان کی زبان سے اور جو کچھ مخفی ہے، ان کے دل میں وہ اس سے بہت زیادہ ہے، ہم نے بتا دیے تم کو پتے اگر تم کو عقل ہے“ (۱۸-۳)

یہوںی عالمی جیوری کے ساتھ مل کر اعلیٰ قادریانی قیادت کی طرف سے لڑی جانے والی تحریک کاری پرمی جنگ کی طرف سے ہم لا تعلق نہیں رہ سکتے اور قادریانی ایجنٹوں سے نہ رہ آزمائونے کے لیے صرف ایک نقطہ ہے اور وہ یہ کہ اس مقصد کے لیے ایک مذہبی باذی تخلیل دی جائے اور قادریانی خطرے سے پاکستان کو بچانے کے لیے پوری ثابت تدی کا مظاہرہ کیا جائے۔

(ہفت روزہ ”ختم نبوت“ کراچی، جلد ۱۳، شمارہ ۱۹۹۳)

از قلم: چھپری غلام حسین



قادیانی اور کھرستنائزہ

ملک غلام مصطفیٰ کھر پنجاب کا مقدر را علیٰ تھا۔ جناب ذو الفقار علیٰ بھنو وزیر اعظم سے ان کے اختلافات پیدا ہو گئے۔ کھر صاحب ایک شادی کے سلسلہ میں فیصل آباد آرہے تھے تو چودھری نذر ی فیصل آبادی کی کوستان بس نے ان کی کار کو دانتہ طور پر سائیڈ ماری۔ مگر کھر صاحب بال بال بچ گئے۔ جب کھر صاحب شخون پورہ روڈ پر واقع نشاط آباد ریلوے کر اسٹک پر (جہاں آج کل پل ہے) پہنچے تو پل سے طے شدہ پروگرام کے مطابق موجود لوگوں کے ہجوم نے ان پر ٹھاڑ، آلو ہندے اندے، پرانے جوتے پھینکے اور ان کے خلاف نترے لگائے، مظاہرہ کیا، مگر کھر صاحب اس ہلکا بازی سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے اور پیپلز کالونی میں شادی والے مکان پر پہنچ گئے۔ مولانا تاج محمود فرماتے ہیں کہ مجھے شر کے ایک صاحب نے فون کیا اور بتایا کہ کھر صاحب کے ساتھ یہ تمام ہنگامہ قادیانی سازش کا نتیجہ ہے۔ رات سفینہ مژ فیصل آباد میں (جو قادیانی مژ ہے) قادیانیوں کا جلاس ہوا۔ اس میں کھر صاحب کے خلاف ہنگامہ کرنے کی پلانگ ہوئی۔ ربوبہ، سرگودھا، جھنگ، فیصل آباد سے قادیانی طالب علم جمع تھے۔ رات ان کا اس مژ میں رہائش و خوراک کا انتظام تھا۔ آج انہوں نے اس پلانگ کے تحت کھر صاحب کی بے عزتی کی اور ہنگامہ کیا۔ اس میں پیپلز پارٹی کے کچھ لوگ بھی شامل تھے مگر تمام تبدیلیزی قادیانی نوجوانوں کا شاخانہ ہے۔ حضرت مولانا فرماتے ہیں کہ مجھے پہلے اس ہنگامہ کا اور کھر صاحب کے فیصل آباد آنے کا علم بھی نہیں تھا۔ یہ فون سنتہ ہی میرا ماتھا ٹھنکا کہ قادیانی گروہ، بھنو صاحب اور کھر صاحب کے اختلافات سے فائدہ اٹھا رہا ہے۔ ان کو

لا کروہ ملک کو تباہ کرنا چاہتے ہیں۔ مولانا فون سنتے ہی پہلے کالونی شادی والی کوٹھی پر چلے گئے۔ نہ دعوت، نہ پروگرام، نہ اطلاع گمراہ ایک جذبہ ایمانی تھا کہ قادریانی شاطر قیادت وہ مسلمان یہودیوں کو لا کر ملک میں یہجانی کیفیت پیدا کرنا چاہتی ہے۔ اس کا بروقت تارک ضروری تھا۔

مولانا کو تیصل آباد کا کون شخص تھا، جو نہ جانتا ہو۔ آپ اس کوٹھی پر پہنچ، مالکان نے خیر مقدم کیا۔ مولانا نے فرمایا کہ مجھے کمر صاحب سے ضروری ملنائے۔ معلوم ہوا کہ ملک احمد سعید اعوان (آج کل لاہور ہائی کورٹ کے بچ) کے ہمراہ کمر صاحب کھانا کھا رہے ہیں۔ صاحب دعوت نے مولانا سے کھانے کی درخواست کی، آپ نے عذر کر دیا۔ اطلاع کرائی گئی۔ تھوڑی دری بعد کمر صاحب ملک احمد سعید اعوان کے ہمراہ باہر تشریف لائے۔ ملک احمد سعید صاحب نے حضرت مولانا کا کمر سے تعارف کرایا۔ مولانا نے کمر صاحب سے دو منٹ تھائی میں ملاقات کے لئے فرمایا۔ چنانچہ یہ تینوں حضرات کوٹھی کے عقب میں چلے گئے۔ مولانا نے تمام تفصیلات کمر صاحب کے گوش گزار کیں۔ کمر صاحب نے واقعہ سن کر لبا سانس لیا۔ آسمان کی طرف دیکھا، پیشانی پر پہنسہ آگیا اور پھر کچھ دری خاموشی کے بعد مولانا سے عرض کیا کہ آپ مجھے ملیں۔ اس عنوان پر میں آپ سے تفصیل سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کے پچھے عرصہ بعد قادریانی حماقت و سازش سے ۲۹ مسی کے واقعہ کے خلاف تحریک ثتم نبوت چل نکلی تو قادریانوں نے ملک میں بچ صاحبان، افران، سیکرٹری صاحبان، بھٹو صاحب اور ان کی کینٹنٹ کے ارکان میں ایک تصویری تقیم کی؛ جس میں کمر صاحب، ملک سعید اعوان اور مولانا تاج محمود کو ایک ساتھ محو گفتگو کھایا گیا۔ اس تصویر کے ذریعے بھٹو صاحب کو یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی کہ یہ تمام سازش ملک نلام مصطفیٰ کمر، ملک احمد سعید اعوان اور مولانا تاج محمود صاحب نے آپ کے خلاف تیار کی ہے۔ لمحجہ یہ صاحبان اکٹھے کھڑے گفتگو کر رہے ہیں۔

اس گفتگو کے بعد سانحہ ربوہ ہوا۔ یہ سب کچھ کمر صاحب نے آپ کو اقتدار سے علیحدہ کرنے کے لئے کیا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ میں جراثم تھا یہ تصویری کس طرح تیار ہوئی، کس نے تصویر پہنچی، کس طرح تقیم ہوئی۔ اس دن تو ہمارے تین کے علاوہ کوئی شخص اس ملاقات میں موجود نہ تھا۔ گفتگو کیسے ہوئی، نتیجہ کیا نکالا گیا۔ دشمن کی عیاری کہ وہ

اپنی سازش کو دوسرا نگدے رہا ہے۔ میں نے کمر صاحب کو قادریانی ہنگامہ سے باخبر کیا، ان کی سازش سے باخبر کیا، اس نے قادریانیوں نے اس ملاقات کو انسانہ بنا دیا ہے۔ کئی سالوں بعد جب بھٹو صاحب فوت ہو گئے، مولانا فرماتے ہیں کہ تقریب میں پر لیں انفرمیشن ڈیپارٹمنٹ نیچل آباد کے فونوگرافر صابری نے مجھے ایک تصویر پیش کی۔ یہ تصویر وہی تھی جو قادریانیوں نے تضمیں کی تھی۔ مولانا فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا صابری صاحب یہ کیا؟ اس نے کہا یہ تصویر میں نے اس کو ٹھی والی ملاقات کی بنا کی تھی۔ میں انفرمیشن ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے مشین تھا۔ آپ کمر صاحب کو لے کر کوئی کے عقب میں گئے۔ میں فوراً سیڑھیوں سے چھٹ پر گیا اور تصویر لے لی۔ ۱۹۷۲ء کی تحریک میں آٹھ صد کاپیاں اس تصویر کی بھجے سے تیار کرائی گئیں۔ فی کاپی چھر روپے چار جز میں نے وصول کیے۔ مجھے نہیں معلوم کہ یہ تصاویر کس ایجنسی نے بھجے ہے بنائیں اور کس مقصد میں لاکی گئیں۔ مولانا نے مسکرا کر فرمایا کہ اُنکی تفصیلات بھجے سے من لیں کہ یہ تصویر میں آنہجباں سے قادریانیوں نے حاصل کیں اور بھٹو گورنمنٹ کو باور کرانے کی کوشش کی کہ یہ تحریک کمر کی پیدا کردہ ہے اور اسی تصویر کا انسانہ بنا یا۔ حالانکہ وہ تحریک خود قادریانی حماتت سے چلی تھی۔ ربوبہ اشیش پر قادریانیوں نے طالب علموں کو پڑایا اور نتیجہ میں خود قادریانیت پڑ گئی۔

کھرا اور تحریک ختم نبوت

مولانا تاج محمد فرماتے ہیں کہ تحریک ثتم نبوت ۱۹۷۲ء میں ایک دفعہ ملک غلام مصطفیٰ کھر کالا ہور میں مجھے پیغام ملا کہ آپ مجھے ملیں۔ مولانا نے حضرت اقدس مولانا سید محمد یوسف بنوری، سربراہ آل پارٹیز مرکزی مجلس عمل سے اس پیغام کا ذکر کیا اور اجازت چاہی کہ اگر اجازت ہو تو ملاقات کر لی جائے۔ حضرت بنوری مردم شناس تھے۔ فوراً فرمایا کہ ضرور ملیں ہذا بینی و بینک کہ یہ آپ کے اور میرے درمیان رہے۔ کسی سے تذکرہ نہ کریں لیکن ملاقات فوری کریں۔

حضرت مولانا تاج محمد چل پڑے۔ تیکی والے ۲ گلبرگ کمر صاحب کی کوئی تھی سے ایک فرلانگ پلے اتار دیا۔ مولانا کے پوچھنے پر تیکی ڈرائیور نے کہا کہ کمر صاحب بھٹو صاحب کے معتوب ہیں۔ ان کی کوئی پرسی آئی ڈی والوں کا پھرہ ہے۔ ہر آئے جائے

واملے کو وہ واجح کرتے ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ میرا مجسی نمبر لوٹ ہو اور پھر میں جرمانے والے بھلکتے پھروں۔ مولانا کو اس بات سے حالات کا اندازہ ہو گیا۔ مولانا مجسی سے اتر کر فوراً کوئی بھی کے آگے سے دور تک سڑک پر چلتے گئے۔ جاتے جاتے محل و قوع کا جائزہ لے لیا۔ آگے جا کر کوئی بھی کے عقب میں مسجد تھی۔ اس میں جا کر نماز پڑھی۔ مسجد کے سامنے کوئی بھی کی صحیح پوزیشن کو سمجھا۔ آپ مسجد میں رہے۔ تھوڑی دیر بعد سی آئی ڈی والوں نے گیٹ کو چھوڑ کر ادھر ادھر کا چکر لگانا شروع کیا۔ مولانا نے گیٹ کو خالی دیکھا۔ فوری طور پر جو تابنھالا اور کوئی میں بھینچ گئے۔ گن میں سے ملاقات ہوئی۔ مولانا نے فرمایا کہ کمر صاحب سے ملتا ہے۔ اس نے انکار کر دیا کہ صاحب کھرپ نہیں ہیں۔ مولانا نے اسے بتایا کہ میں ان کے بلاں پر آیا ہوں۔ آپ جا کر بتائیں کہ فیصل آباد سے مولانا تاج محمود تشریف لائے ہیں۔ پیغام پہنچا تو گن میں کوئی صاحب نے کہا کہ کوئی بھی کی پچھلی جانب لے آئیں۔ مولانا وہاں تشریف لے گئے تو کمر صاحب اپنی بھینسوں کا دودھ نکال رہے تھے۔ چادر اور بنیان پر رکھی تھی۔ ایک چارپائی پر مولانا کو بٹھا دیا تو کمر صاحب نے کہا حضرت میں گور نعمت ہاؤس میں بھی اپنی بھینسوں کا خود دودھ نکالتا ہوں۔ یہ ہماری خاندانی روایت ہے جس کی میں پابندی کرتا ہوں۔

اب کمر صاحب نے گفتگو کا آغاز کیا۔ بھیثت مسلمان میں نے آپ کو بلا یا ہے۔ عقیدہ ختم نبوت ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔ آپ نے مجھے فیصل آباد میں قادریانوں کی سازش سے آگاہ کیا، مگر میں نہ سنبھل سکا۔ دشمن نے مجھے اور بھٹو صاحب کو لڑا دیا ہے۔ آپ کی تحریک دشمن خراب کرنا چاہتا ہے۔ چند باتیں عرض کر دیتا ہوں اس پر آپ سوچ لیں۔ میرے سر پر مرزا ناصر کا لڑکا مسلط ہے۔ وہ ہمارا یونیورسٹی میں پڑھتا ہے۔ ہر روز آگر اُنہیں بھجھے پڑھاتا رہتا ہے۔ اسی طرح مرزا طاہر احمد جو مرزا ناصر کا بھائی ہے وہ بھٹو صاحب پر مسلط ہے۔ مرزا ناصر اپنے بیٹے کے ذریعے مجھے اور طاہر کے ذریعے بھٹو صاحب کو الگ الگ شیئے میں اتارتے رہے ہیں۔ دراصل رائے صاحب ان کا منظور نظر ہے۔ یہ سب لا بنگ اس کے لئے ہو رہی تھی۔ آپ مجھے سے عبرت حاصل کریں۔ چار باتوں کا خیال رکھیں۔ آپ سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے ساتھی ہیں۔ میرے والد مرحوم شاہ جی اور حضرت مولانا محمد شریف بباول پوری کو اپنے ہاں سیرت کے جلوسوں پر بلواتے تھے۔ فیصل

آباد کی ملاقات اور اس دینی تعلق کی بنیاد پر میں نے آپ کو تکلیف دی ہے۔ آپ چار چیزوں کا خیال رکھیں۔

۱۔ قادریانی سو شل بائیکات سے سخت خوف زدہ ہیں۔ کبھی بھی کسی بھی سنج پر تاو قشیر تحریک کامیاب نہ ہو، سو شل بائیکات ترک نہ کریں۔

۲۔ دشمن تشدد کے منصوبے بہار ہا ہے۔ آپ احتیاط بر تنس۔

۳۔ جناب بھٹو صاحب کو قادریانیوں کے گھیرے سے نکالیں۔ اس سے ملاقاتیں ہوتی رہیں، تحریک چلتی رہے۔ جناب بھٹو کی سمجھ میں آگیا تو وہ یہ کام کر جائیں گے۔ وہ جب کام کرنے پر آ جاتا ہے تو فوری فیصلہ کرتا ہے۔ تدرست نے بے پناہ قوت فیصلہ سے اس کو نوازا
ہے۔

۴۔ فلاں صاحب جو دن رات گلے چاڑھاڑ کر آپ کی مجلس عمل کے سنج سے تقریبیں کرتا ہے، وہ رات بھٹو صاحب سے ملا ہے۔ وہ سخت قسم کا جاسوس ہے۔ آپ کا ہر راز بھٹو صاحب تک پہنچاتا ہے۔ آپ اس سے باخبر ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ یہ تمام باتیں میں نے آکر حضرت شیخ بنوری سے عرض کیں تو حضرت بنوری نے چھ رکنی کمیٹی بنا دی۔ حضرت بنوری، حضرت مفتی صاحب، مولانا محمد شریف جالندھری، مولانا تاج محمود، نواب زادہ نصراللہ خاں، آغا شورش کاشمیری پر مشتمل چھ حضرات کی کمیٹی مینگ سے قبل باہمی مشورہ کر کے جو طے کرتی تھی، مینگ میں فیصلہ اسی کے مطابق کرواتے تھے۔ ان تمام اراکین نے باہمی طے کر لیا تھا کہ اس سب کمیٹی کا کسی کو علم نہ ہو گا اور نہ ہی اس کے فیضوں کا کسی کو پہنچے گا۔ تا آنکہ تحریک کامیاب نہ ہو جائے۔

مولانا نے فرمایا کہ کلیم اختر کاشمیری کی سرفراز اللہ خاں قادریانی سے ملاقات ہوئی تو سرفراز اللہ خاں نے کہا کہ مرزا ناصر اپنے باب مرزا محمود کی گردوارہ کو نہیں پاسکا۔ مرزا محمود نے علماء سے، احرار سے، کانگریس سے چوکھی لڑائی لڑی گمراہ نہیں کھائی۔ مرزا ناصر کی ایک دفعہ جناب بھٹو صاحب سے ملاقات ہو گئی تو غلط فہمی کا شکار ہو کر طالب علموں کو ربہ اشیش پر پڑا اکر خود پڑ گئے۔

(”تحریک ختم نبوت ۱۹۷۳ء“ حصہ سوم، از مولانا اللہ و سایا)

بلوچستان میں ۹ مئی کا واقعہ اور

تحریک ختم نبوت پر ایک نظر

۹ مئی کو کوئہ میں قادریانی عبادت گاہ کے بارے میں قومی اخبارات میں مکمل خبر شائع نہیں ہوئی۔ اس روز کوئہ کے غیور مسلمانوں اور ختم نبوت کے شیدائیوں نے حکومت کے تمام حفاظتی انتظامات کو تھس نہیں کر کے قادریانی عبادت گاہ کا گھیراؤ کر لیا تھا۔ آنسو گیس اور لامپھی چارج سے پندرہ مسلمان شدید زخمی ہوئے تھے۔ بلوچستان کے پڑا من صوبے میں اس اقدام کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟ قادریانی جو پاکستان کے مذہبی طور پر مخالف ہیں، ان کا یہ الہامی عقیدہ ہے کہ پاکستان ختم ہو کر اکنہ بھارت بنے گا۔ قیام پاکستان کے وقت باونڈری کمیشن میں انہوں نے مسلمانوں سے الگ اپنا موقف پیش کیا۔ تقسیم کے دوران انہوں نے ضلع گورداپور میں اپنی آزاد حکومت بھیست اقلیت قائم کرنے کی کوش کی تھی، جس میں وہ کامیاب نہ ہو سکے۔

قیام پاکستان کے بعد دوسرے قادریانی خلیفہ مرزا محمود نے کماکہ ”بلوچستان کی کل آبادی پائیج یا چھ لاکھ ہے۔ زیادہ آبادی کو احمدی بنانا

مشکل ہے، لیکن تھوڑے آدمیوں کو تو احمدی بنا کوئی مشکل نہیں۔ پس جماعت اس طرف اگر پوری توجہ دے تو اس صوبے کو بہت جلد احمدی بنایا جا سکتا ہے۔ اگر ہم سارے صوبے کو احمدی بنالیں تو کم از کم ایک صوبہ تو ایسا ہو جائے گا جس کو ہم اپنا صوبہ کہہ سکیں گے۔ پس اس جماعت کو اس بات کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ آپ لوگوں کے لیے یہ عمدہ موقع ہے، اس سے فائدہ اٹھائیں اور اسے ضائع نہ ہونے دیں۔ پس تبلیغ کے ذریعے بلوجستان کو اپنا صوبہ بنالو کہ تاریخ میں آپ کا نام رہے۔“

(مرزا محمود احمد کا بیان "الفضل" ۱۳ اگست ۱۹۳۸ء)

یہ خبر قادیانی جماعت کے سرکاری آر گن "الفضل" میں شائع ہوئی۔ مرزا بشیر الدین کے اس حکم کے بعد قادیانیوں نے بلوجستان کا سروے شروع کر دیا۔ کوئی میں سیٹمنٹ آفس سے ملی بھگت کے بعد بڑی متروکہ جائیدادیں حاصل کر لیں۔ دوران سروے مقامی قادیانی جماعت نے مرزا بشیر الدین کو روپورٹ دی کہ بلوجستان کے بلوچوں اور پختاخانوں کو قادیانی بنانا مشکل ہے، ہم کس طرح اپنی تحریک میں کامیاب ہوں گے، جبکہ قادیانی تعداد میں کم ہیں؟ جس پر مرزا بشیر الدین نے کہا کہ یہ اس طرح ہمارا صوبہ ہو گا، جس طرح ایسٹ انڈیا کمپنی کے چند انگریز سوداگروں نے کوڑوں کے ملک پر اپنی حکمرانی قائم کر لی۔

بیشیر الدین محمود کی ہدایت پر اس وقت کا وزیر خارجہ ظفر اللہ قادیانی بھی بڑی شد وہ میں کام کر رہا تھا۔ اس نے انہی دنوں اپنے دورہ بلوجستان کے موقع پر خان آف قلات حضرت میر احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی اور مرزا قادیانی کی نبوت ثابت کرنے کی کوشش کی تو مروح حق خان آف قلات نے کہا کہ ظفر اللہ سن لو! حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی ہیں، ان کے بعد نبوت ختم ہے۔ اگر جو دعویٰ کرے گا، وہ کذاب ہو گا۔ یہ بھی کہا کہ اگر حضور مسیح پسر اُبید و بارہ تشریف لا کر کہہ دیں کہ مرزا کو نبی مان لو تو میں ایسے شخص کو نبی ماننے کے لیے تیار نہیں ہوں گا۔ یہ خان آف قلات کے خوبصورت جملے حضرت مولانا قاضی عبد الصمد سریازی نے اپنی فارسی کتاب میں منظوم طریق پر درج کیے ہیں۔

قادیانیوں کے خلیفہ مانی بشیر الدین محمود نے کونٹہ میں ڈیرہ لگا دیا اور بڑے پیالے پر تبلیغ شروع کر دی۔ اس تبلیغ میں وہ نوجوان لڑکیوں کو زیادہ استعمال کرتے۔ مسلمان نوجوان ان کے دام میں پھنس رہے تھے۔ اس وقت استاد العلماء حضرت مولانا عبدالواہب لہری نے قادیانیوں کے خلاف اعلان جہاد شروع کر دیا۔ انسوں نے شر سے پانچ میل دور اپنی کلی جیسو میں مرکز قائم کیا اور اپنے طلباء سے کام لیا۔ مولانا عبدالواہب لہری نے ایک عظیم اور تاریخی کارنامہ یہ انجام دیا کہ انسوں نے ایک بہت بڑا اشتمار شائع کیا جس پر ایک ہزار علمائے کرام کے دستخط موجود تھے جنہوں نے مرتضیٰ قادیانی کے کفر کی تصدیق کی۔ اس اشتمار کے شائع ہونے کے بعد قادیانی ایوان میں زوالہ آگیا۔ مولانا عبدالواہب لہری نے تبلیغ طلبے منعقد کیے۔ انسوں نے ختم نبوت کے عنوان سے ایک بہت بڑا جلسہ موجودہ کالیکس پڑوں ڈپو جائیٹ روڈ کے مقام پر منعقد کیا۔ جلے میں سچ پر حضرت مولانا عرض محمد بانی مدرسہ مطلع العلوم، حضرت مولانا عبدالعزز خطیب جامع مسجد چمن چھانک، حضرت مولانا عبداللکھور خطیب جامع مسجد مرکزی، مولانا قاضی دوست محمد جعفر اور مولانا عبدالغفور موجود تھے۔ جلے کے مختتم علیہ ختم نبوت مولانا عبدالواہب لہری تھے۔ ممتاز عالم دین مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی مسئلہ ختم نبوت پر تقریر کر رہے تھے۔ قادیانی خانہ ساز نبوت کا ایک فرد بھر ڈاکٹر محمود جوی۔ ایم۔ ایج کونٹہ سے ریٹائرڈ ہوا تھا، اپنے پند سماحتیوں کے ساتھ جلے میں شریک ہوا۔

مولانا محمد ابراہیم کی تقریر کے دوران میجر محمود طغیب انداز میں سکراتا رہا۔ ایک مرتبہ اس نے لوگاتو ہزاروں کے مجمع کو یہ علم ہو گیا کہ یہ تاؤیانی ہے۔ مسلمانوں نے نعروں تکمیر لکھایا۔ اس کو مارنے کے لیے دوڑے۔ بدجنت میجر محمود بھاگنے نگا۔ ایک ریلوے کوارٹر میں گھس گیا۔ ایک نوجوان نے اس کو دیں جہنم رسید کر دیا۔ اس واقعہ کے بعد پولیس نے مقدمہ درج کر کے مولانا عرض محمد، مولانا عبدالعزز، مولانا عبداللکھور، مولانا عبدالغفور اور مولانا محمد ابراہیم کو گرفتار کر لیا۔ مقدمہ درج کر لیا تھا، لیکن پولیس نے خود ہی تین ماہ بعد مقدمہ کو واصل و فائز کر دیا۔ تمام نفعاء کو رہا کر دیا گیا۔ پولیس نے مولانا عبدالواہب لہری کو گرفتار کرنے کی جدوجہد کی، وہ شر سے باہر

تھے۔ پولیس نے لیویز کو کماکہ وہ گرفتاری کرے۔ لیویز نے رپورٹ دی کہ مولانا عبدالواہب کو گرفتار کرنے سے سریاب کے قبائل اور علماء حکومت کے خلاف ہو جائیں گے، جس پر حکومت کو مولانا عبدالواہب لہزی کو گرفتار کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔

یہجر محمود کے قتل کے بعد قادیانیوں کی سرگرمیاں ماند پڑ گئیں۔ ۱۹۵۰ء میں مجلس احرار کے ارکان چوبہ دری شوق محمد نے مجلس تحفظ ختم نبوت قائم کر دی تھی۔ مجلس پر اللہ تعالیٰ کا خاص انعام رہا۔ مجلس کی کارکردگی سے قادیانی اس صوبے میں پاؤں نہ جاسکے۔

۱۹۷۳ء میں قادیانیوں کے خلاف شہید اسلام مولانا سید علیش الدین شہید نے ٹوب میں تحریک چلائی۔ ٹوب کو قادیانیوں کے وجود سے پاک کر دیا گیا۔ ملک کا یہ وہ واحد حصہ ہے جہاں قانوناً قادیانیوں کا داخلہ منوع ہے۔ ۱۹۷۴ء میں قوی اسلام نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا لیکن قانون سازی نہ ہوئی تھی کہ مارشل لاءِ لگ گیا۔ ۱۹۸۳ء میں قادیانیوں نے مبلغ اسلام، مجاهد ختم نبوت مولانا اسلام قریشی کو اغوا کر لیا جس پر ملک بھر میں ایک بار پھر تحریک شروع ہو گئی، مگر حکومت نے ملت اسلامیہ کا مطالبہ تسلیم کرتے ہوئے اتنا قادیانیت آرڈیننس نافذ کر دیا، لیکن قادیانیوں نے اس آرڈیننس کو قبول نہ کیا۔ مسلمانوں کے جذبات سے کھینا شروع کر دیا۔ اقلیت ہوتے ہوئے بھی اکثریت کو دبانے کی کوشش کی۔ ایک موقع پر مرزا طاہر نے کہا تھا کہ اب احمدیوں نے لوہے کی نوبی پہن لی ہے۔ قادیانیوں کو بعض بڑی طاقتلوں کی بھی حمایت حاصل ہے جس کے مل بوتے پر انہوں نے شیر کی کچمار میں ہاتھ ڈال دیا۔ صدارتی آرڈیننس کے بعد قادیانیوں نے اپنی عبادت گاہ سے کلم طیبہ نہ ہٹایا، جس پر مجلس نے قراردادیں منظور کیں، لیکن حکومت نے عملی اقدام نہ کیا۔

اس پر تنظیم تحفظ ختم نبوت کے طبلاء سید انور شاہ، نصر اللہ کاڑہ، سلیم خان، محمد کاظم مینگل، احسان اللہ شیرانی کی قیادت میں طبلاء نے قادیانی عبادت گاہ سے کلم طیبہ ہٹا دیا، لیکن قادیانیوں نے چند گھنٹوں میں زیادہ پختہ طریقے سے کلم تحریر کر دیا،

جس پر مسلمانوں میں اشتغال پیدا ہو گیا۔ ۲۸ اپریل کو مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کا اجلاس صوابی امیر یادگار سلف ترجمان علمائے حق حاجی محمد زمان خان اچنڈی کی صدارت میں منعقد ہوا۔ ۲۸ اپریل کے اجلاس کی کارروائی جو روزنامہ جنگ اور مشرق کوئندہ میں شائع ہوئی۔

آل پارٹیز مجلس عمل تحفظ ختم نبوت بلوچستان کی نو منتخب مجلس عاملہ کا اجلاس صوبائی صدر حاجی محمد زمان خان اچنڈی کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ اجلاس میں جمیعت علمائے اسلام، جماعت اسلام، اتحاد المسلمين، جمیعت اہل حدیث، جمیعت طلباء اسلام، اسلامی جمیعت طلباء، مجلس تحفظ حقوق اہل سنت اور دیگر مذہبی اور سیاسی تنظیموں کے نمائندوں نے شرکت کی۔ اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ ۹ مئی ۱۸۸۶ء کو بعد از نماز جمع جمع ہوں گے۔ وہاں مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے زیر احتمام اجتماع ہو گا۔ بعد ازاں مجلس عمل کے رہنماؤں کی قیادت میں بصورت جلوس روانہ ہو کر سنڈیہن سکول کے سامنے فاطمہ جناح روڈ پر ایک عظیم الشان جلسہ عام ہو گا جس سے تمام مکاتب فکر کے رہنماء خطاب فرمائیں گے۔ جلسے کے اختتام پر نماز عصر و پنچ ادا کی جائے گی۔ اس سے قبل صوبائی صدر نے اجلاس کو پہلیا کہ تقریباً ایک ہفت قبل فاطمہ جناح روڈ پر واقع قادریانی عبادت گاہ پر سے کلمہ طیبہ کو مجلس تحفظ ختم نبوت کے طلباء نے مٹا دیا تھا لیکن چند گھنٹوں کے بعد غیر مسلم اتفاقی گروہ قادریانیوں نے صدارتی آرڈیننس کی وجہاں اڑا کر دوبارہ اپنی عبادت گاہ پر کلمہ طیبہ تحریر کر دیا۔ اس مسئلے پر مجلس تحفظ ختم نبوت نے ضلعی انتظامیہ سے رابطہ قائم کیا۔ ڈپٹی کمشنر نے قادریانی عبادت گاہ سے کلمہ طیبہ مٹانے کے لیے تین دن کی مهلت طلب کی لیکن پانچ دن گزرنے کے باوجود کوئی عملی اقدام نہیں کیا گیا۔ بنا بریں مجلس عمل تحفظ ختم نبوت بلوچستان نے عملی کارروائی کا فیصلہ کیا۔ اگر انتظامیہ نے قادریانی عبادت گاہ کی بیت اور فکل مسجد سے تبدیل نہ کی تو مجلس عمل خود عملی اقدام کرے گی۔

قادریانی عبادت گاہ کے سامنے جلسہ کے انتظامات کرنے کے لیے کئی کمیٹیاں تھکلیل کی گئیں جو ۸ مئی کے اجلاس میں اپنی رپورٹیں پیش کریں گی۔ دریں انہاء

مجلس عمل کے سالار عنایت اللہ خان بازی نے مجلس عمل میں شامل تمام جماعتوں کو ہدایت کی کہ اس عظیم مظاہرے کے لیے اپنے رضاکاروں کی فرست مہیا کر دیں۔ اجلاس کے شرکاء میں حاجی محمد امین اللہ خان، مولانا اللہ واد خیرخواہ، حافظ حسین احمد (جمعیت علمائے اسلام) عبدالجید خان، مولانا عبد الغفور بلوچ، چوبہدری محمد حسین (جماعت اسلامی)، مولانا محمد اوریس فاروقی (جمعیت اہل حدیث)، مولانا انوار الحق حقانی خطیب مرکزی جامع مسجد، مولانا حسین احمد شروعی خطیب مسجد الحبیب، اعجاز یوسف ایڈوکیٹ (مجلس تحفظ حقوق اہل سنت) مولانا نیاز محمد دو تانی، عنایت اللہ بازی، حاجی عبدالغیث، محمد نسیم ترین (جمعیت علماء اسلام) مولانا محمد شفیق، حاجی سید شاہ محمد، فیاض الحسن سجاد، سید سیف اللہ آغا، مولانا عبداللہ جان بحر العلوم، چوبہدری محمد طفیل صاحب احرار، نصر اللہ خان کاکڑ، حاجی تاج محمد فیروز، حاجی عبد المنان اور راحت ملک شامل ہیں۔

مجلس عمل کے اعلان کے بعد ضلعی انتظامیہ نے ۳۰ اپریل کو قادریانی عبادت گاہ سے کلمہ طیبہ ہٹا دیا۔ مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے فیصلے کی تمام دینی جماعتوں جمعیت علمائے اسلام، جماعت اسلامی، مجلس تحفظ حقوق اہل سنت، تنظیم اہل سنت، سواد اعظم، جمعیت علمائے پاکستان، جمعیت اشاعت توحید اہل سنت، جمعیت اہل حدیث، انجمن اتحاد المسلمين، جمعیت طلباء اسلام، اسلامی جمعیت طلباء اور دوسری تنظیموں نے اخباری ہیات کے ذریعے تکمیل حمایت کا اعلان کر دیا۔ تنظیم تحفظ ختم نبوت طلباء کے صدر سید اور شاہ نے ۳۰ اپریل کو پریس کانفرنس میں قادریانیوں کے خلاف مجلس عمل کی کارروائی کی تکمیل حمایت کی اور طلباء تنظیموں سے مل کر مظاہرے کی تیاری شروع کر دی۔

۲ مئی کو صوبہ بھر کی جامع مسجد میں نماز جمعہ کے اجتماع میں مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے مطالبات کی تکمیل حمایت کا اعلان کر دیا گیا اور مسلمانوں کو مسئلہ کی اہمیت سے آگاہ کیا۔ اس دوران ضلعی انتظامیہ نے صوبائی حکومت کو صورت تعالیٰ سے آگاہ کر دیا۔

ضلعی انتظامیہ نے صورت حال پر قابو پانے کے لیے مختلف طریقے اختیار

کیے۔ انہوں نے یہ خیال کر لیا کہ انتظامیہ نے گلہ طیبہ ہٹا دیا ہے، اس لیے مجلس عمل مزید کارروائی نہیں کرے گی۔ اس گھما گھمی میں تنظیم تحفظ ختم نبوت پاکستان کے صدر حافظ محمد اسلم صاحب اور لاہور کے خالد متنین نے کوئی کادورہ کیا جو بت موثر ثابت ہوا۔ ۸ مئی کو وہ لاہور روانہ ہو گئے۔ ۸ مئی کو مجلس عمل کا اجلاس صوبائی امیر حاجی محمد زمان خان اچنڈی کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس کی خبر جو اخبارات میں شائع ہوئی، وہ یہ ہے۔

کل جماعتی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت بلوچستان کا ایک اہم اجلاس صوبائی امیر جانب حاجی محمد زمان خان اچنڈی کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں تمام مذہبی و سیاسی جماعتوں کے نمائندوں نے شرکت کی۔ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے امیر مجلس نے مرکزی امیر مولانا خان محمد صاحب (کندیاں شریف) سے اپنی ملاقات کی تفصیلات پتا تے ہوئے کہا: حضرت امیر مرکزیہ کا حکم ہے کہ تمام ملک میں ملت کے دشمنوں کا باطہ بند کرایا جائے۔ مسلمان ناموس رسالت کے لیے اپنی تمام ترقوت اور مکمل وسائل ہبوئے کار لائیں تاکہ متفقہ قاریانیت کا سد باب ہو سکے۔ انہوں نے فرمایا کہ پورے ملک میں وہ حالات پیدا کیے جائیں کہ حکومت مسلمانوں کے بغاوی مطالبات کو ماننے پر مجبور ہو جائے۔ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے مجلس کے سیکریٹری اطلاعات مولانا حسین احمد شروعی نے کہا کہ قاریانی عبادت خانہ اگر "مسجد" کہلانے کا مستحق ہے تو اسے قرآنی احکام کے مطابق مسلمانوں کے ہاتھ میں ہونا چاہیے۔ اور اگر وہ "مسجد" نہیں اور کافروں کی عبادت گاہ ہے تو اس کی مشاہدت مسجد سے فوری طور پر ختم کی جائے۔ مینارے، محراب اور منبر اور ہر وہ چیز جو "خانہ خدا" "مسجد" کی خاصیت ہوا کرتی ہے، اس "خانہ ایمان" سے ہٹا دی جائے۔ اس لیے کہ اس سے امت مسلمہ کے ایک ایک فرد کی ولاؤزاری ہوتی ہے اور کسی بھی وقت خون خرابے کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتا ہے۔ انہوں نے کہا بلوچستان کے لاکھوں مسلمانوں کے مذہبی جذبات و احساسات کو مجرور کرنا ارباب اقتدار کی سب سے بڑی غلطی ہوگی۔ عظیم تر جلسے اور مظاہرے کے پیش نظر مجلس عمل کے کارکن صحیح ہی سے تمام قدمداری بازار میں جا بجا سیکر نصب کریں گے تاکہ تمام شرکاء تک قادرین

کی آواز پہنچ سکے۔ مجلس عمل کے سالار اعلیٰ عنایت اللہ خان بازنی نے تمام جماعتوں کے رضاکاروں کو ہدایات دیں کہ وہ صبح ۹ بجے ان سے ملیں اور اپنے اپنے فرائض سنبھال لیں۔

۸ مئی کی شام کو مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنماء حافظ محمد انور مندو خیل کی نگرانی میں ۹ مئی کے مظاہرے کا اعلان لاوڑ پسیکر پر شروع ہوا جس پر انتظامہ گھبرا گئی۔ انتظامہ نے دوسرے اضلاع سے پولیس طلب کر لی۔ پولیس ٹرنینگ سکول کے زیر تربیت رنگروٹوں کو طلب کر لیا گیا۔ راتوں رات پولیس نے قاطمہ جناح روڈ پر واقع قاریانی عبادت گاہ کے اطراف میں ناکہ بندی کر دی۔ رانکنوں، آنسو گیس اور لاشیوں سے مسلح پولیس نے رات کی تاریکی میں ہی پوزیشن سنبھال لی تھی، حتیٰ کہ پولیس بڑی بڑی عمارتوں کی چھتوں پر موجود تھی۔ شی محبثیت نے مجلس عمل کے قائدین سے رابطہ قائم کیا کہ ڈپٹی کمشنز سے بات چیت کی جائے۔

صوبائی امیر حاجی محمد زمان خان اچنزاں نے انتظامیہ سے بات چیت کرنے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے مجلس کے رہنماؤں کو علی الصبح نوبجے دفتر مجلس تحفظ ختم نبوت میں طلب کر لیا۔ اس اجلاس میں شی محبثیت رحیم شاہ عبداللہ زئی بھی پہنچ گئے۔ انہوں نے اکابرین کو بات چیت کے لیے راضی کر لیا۔ مجلس عمل نے الحاج حاجی محمد زمان خان اچنزاں کی قیادت میں چار رکنی وفد بات چیت کے لیے نامزد کیا، جس میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر حضرت مولانا محمد منیر الدین، ڈاکٹر محمد ابراهیم، ممتاز قانون و ان چوہدری اعجاز یوسف ایڈوکیٹ اور فیاض سن سجاد شامل تھے۔ ڈسٹرکٹ محبثیت کی بجائے ایس۔ ڈی۔ ایم نے مظاہرہ ملتوی کرنے کا مطالبہ کیا جس پر قائد وفد حاجی محمد زمان خان اچنزاں نے ایس۔ ڈی۔ ایم کی خبری اور کہا کہ آپ ہمارے ساتھ بات کرنے کے مجاز نہیں ہیں۔ ہماری پوزیشن صوبے کی سطح پر ہے اس لیے چیف مفسر یا چیف سیکرٹری بات کریں۔ انتظامیہ نے صرف جلسہ کرنے کا مطالبہ کیا لیکن قائدین نے مطالبہ ماننے سے انکار کر دیا اور کہا کہ جب پندرہ روز قبل اعلان ہوا، حکومت نے رابطہ قائم نہیں کیا۔ اب عین وقت پر کوئی سمجھوتہ ممکن نہیں ہے، تاہم مجلس عمل کوئی درمیانی راستہ تلاش کرے گی۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے

دفتر میں سینکڑوں کارکن جمع تھے۔ دوسری طرف میزان چوک پر سالار عنایت اللہ خان بازنی کی صدارت میں رضا کاروں کا جلاس ہوا تھا جس میں انتظامیات کو آخری شکل دی جا رہی تھی۔

شرکی بڑی مساجد پر بھاری جمعیت میں پولیس تعینات تھی اور پولیس کا گشت شر میں باری تھا۔ نماز جمعہ کے اجتماعات میں علماء کرام نے ولولہ انگیز خطاب کیے۔ جامع مسجد مرکزی سے مولانا قاری انوار الحق حقانی کی قیادت میں ہزاروں افراد پر مشتمل جلوس سوا دو بجے میزان چوک پر پہنچ گیا۔ دوسرا جلوس جامع العلوم سے حضرت مولانا عبدالواحد کی قیادت میں میزان چوک پہنچا۔ اس کے بعد جامع مسجد عثمانیہ سے مولانا آغا محمد کی قیادت میں جلوس پہنچا۔ جامع مسجد شری میں مولانا محمد منیر الدین، جامع مسجد اقصیٰ سے مولانا محمد نعیم ترین، مولانا محمد یوسف، جامع مسجد عمر سے مولانا محمد اکبر، جامع مسجد مدرسہ مفتاح العلوم سے مولانا عبدالباقي کی قیادت میں، جامع مسجد نور سے بحرالعلوم مولانا عبد اللہ جان کی قیادت میں، جامع مسجد ترین روڈ سے مولانا عبدالقیوم کی قیادت میں، جامع مسجد ختم نبوت سے مولانا محمد شفیع کی قیادت میں، حاجی مسجد الحبیب سے مولانا حسین احمد شروعی، حافظ محمد انور مندو خیل کی قیادت میں، جامع مسجد عبدالصمد سے مولانا قاری احمد یار کی قیادت میں، جامع مسجد لالی سے مولانا محمد رشیق کی قیادت میں، جامع مسجد طوبی سے جلوس مولوی عبدالجید خان، حاجی فضل قادر شیرانی اور حاجی تاج محمد کی قیادت میں جلوس میزان چوک پہنچے۔ مختلف علاقوں سے چار بجے شام تک جلوس پہنچتے رہے۔ ایک بہت بڑا جلوس پشتون آباد سے شیخ الحدیث مولانا نور محمد کی قیادت میں پہنچا۔ جلوس تاج و ختم نبوت زندہ باؤ، قادریانیت کا قبرستان بلوچستان بلوچستان، شدائے ختم نبوت زندہ باؤ، مولانا اسلام قریشی کا قاتل بالکل ظاہر، مرتضیٰ طاہر مرتضیٰ طاہر کے نفرے لگا رہے تھے۔ شر میں عجیب فضا تھی۔ ہر شخص میزان چوک پہنچ رہا تھا۔ میزان چوک میں خلیم الشان جلد منعقد ہوا، جس کی صدارت مجلس عمل کے امیر حاجی محمد زمان اچنزا نے کی۔ شیخ پر حضرت مولانا میر الدین، حضرت مولانا عبدالباقي، حضرت مولانا عبد اللہ جان، بحرالعلوم، مولانا قاری انوار الحق حقانی، مولانا نیاز محمد دوتانی، شیخ الحدیث مولانا نور مجید، مولانا مجید

خان، خطیب بلوچستان مولانا عبد الواحد، مولانا محمد شفیق، مولانا آغا محمد، مولانا محمد دین، مولانا غلام سرور، مولانا قاری عبد الرحمن رحیمی، مولانا عبد القیوم، اکثر ابرائیم، مولانا محمد اوریں فاروقی، حافظ محمد انور مندو خیل، مولانا محمد نعیم ترین، سید جبار عبد الحکیم شاہ، حاجی سید شاہ محمد، حاجی تاج محمد، حاجی فضل قادر شیرانی، حاجی سید سیف اللہ آغا، حاجی نعمت اللہ، پوہدری محمد طفلی احرار، پوہدری اعجاز یوسف ایڈوکیٹ، سکندر خان ایڈوکیٹ، زاہد مقیم انصاری ایڈوکیٹ موجود تھے۔

متاز قاضی شیر محمد نے تناوت قرآن پاک سے جلسے کا آغاز کیا۔ پشتو کے مشور شاعر سید رسول فربادی نے نظمیں پڑھیں۔ شیخ سیکرڑی کے فرانس صاحبزادہ حافظ حسین احمد شروڈی خطیب جامع مسجد الخطیب نے انجام دیئے۔ اسلامی جمیعت طلباء کے رہنماء نصراللہ خان کاکڑ، جمیعت طلباء اسلام کے رہنماء محمد اسحاق ہنوی، تنظیم تحفظ ختم نبوت کے صوبائی صدر سید انور شاہ، دکی کے متاز عالم دین مولانا دین محمد، مسلم لیگی رہنمائلک احمد شاہ لہڑی، شیخ الحدیث مولانا عبد الباقی، بحر العلوم مولانا عبد اللہ جان، فاضل نوجوان محمد نعیم ترین، مولانا محمد اوریں فاروقی، شیخ الحدیث مولانا انور محمد، جمیعت علمائے اسلام کے رہنماء مولانا عبد الغفور حیدری، خطیب بلوچستان شعلہ بیان پشتو کے خطیب جامع العلوم مولانا عبد الواحد، مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی شوریٰ کے رکن مولانا قاری انوار الحق حقانی، مجلس تحفظ ختم نبوت بلوچستان کے صدر مولانا محمد منیر الدین اور مجلس عمل کے صدر اور صدر جلسہ حاجی محمد زمان خان اچکزئی نے خطاب کیا۔ رہنماؤں اور علماء نے حکومت کو انتباہ کیا کہ وہ مجلس عمل کے مطالبات تسلیم کر لے۔ قائدین نے کہا کہ امام الجاہدین مرشد العلماء حضرت خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ کی ہدایت کے مطابق آج صرف جلسہ کیا جائے گا۔ قادریانی عبادت گاہ پر مظاہرہ نہیں کیا جائے گا۔ اس اعلان پر جلسہ گاہ میں بار بار نعرو تکبیر بلند ہوا۔ اکثریت قادریانی عبادت گاہ پر جا کر ہیتا رے، محراب گرانے کے لیے تیار تھی۔ انہوں نے قائدین کی بات مانے سے انکار کر دیا اور مسلسل نفرے لگاتے رہے اور جلوس نکلنے پر بھند رہے۔ حضرت مولانا منیر الدین نے اختتامی دعا کی۔

دعا کے فوراً بعد قائدین کے روکنے کے باوجود چار جلوس مختلف اطراف سے

قادیانی عبادت گاہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ جلوس کے تنظیمین میں مجلس تحفظ قسم نبوت کے جو شیلے رہنا حاجی عبدالمنان برجیج، حاجی سید اختر شاہ، مولانا آغا محمد خلیب جامع مسجد حشائیہ، حافظ عبید اللہ فاروقی، سالار عنایت اللہ خان بازی، فاضل نوجوان محمد قیم ترین، حافظ محمد انور مندو خیل، نظام الدین پانیزی، محمد احراق ہنوی، جمعیت طلباء اسلام کے رہنماء نذر محمد سیاف عبدالعلی، کمال شاہ، اسلامی جمعیت طلباء کے نصراللہ خان کاکڑ، سلیم خان، محمد کاظم مینگل، تنظیم تحفظ قسم نبوت کے صدر سید انور شاہ، نصیب اللہ ناصر اور عمر فاروق شامل تھے۔

واضح رہے کہ مجلس عمل تحفظ قسم نبوت نے ۱۲۸ اپریل کو جب قادیانی عبادت گاہ پر مظاہرہ کا اعلان کیا تو اس کے فوراً بعد تنظیم تحفظ قسم نبوت کے کارکنوں نے سروے کیا کہ شہر میں قادیانیوں کی کتنی آبادی ہے۔ ان کی عبادت گاہ کے اطراف میں کتنے مکان ہیں جن میں مرد کلتے ہیں، ان کے پاس کیا کیا اسلحہ ہے اور مسلمانوں کے مکان کمال کمال ہیں۔ ان نوجوانوں نے مسلمانوں کے مکانوں پر مخصوص نشان لگا دیا تاکہ مظاہرے کے روز آسانی رہے۔ اس سروے سے کارروائی کے دوران بہت بھی سوالت حاصل رہی۔

علاوہ ازیں میزان چوک میں جب قائدین تقریر کر رہے تھے تو سینکڑوں افراد نے خفیہ مقام پر ڈنڈے اور کلہاڑیاں رکھی ہوئی تھیں۔ جلسہ کے خاتمه کے فوراً بعد ہی چار جلوس قادیانی عبادت گاہ کی طرف روانہ ہوئے تو پولیس حیران رہ گئی کہ کس طرح جلوس کو روکے۔ ایک جلوس کی قیادت حاجی عبدالمنان، حاجی سید اختر محمد شاہ، نذر سیاف، کمال شاہ، سید انور شاہ، مولانا آغا محمد، عبدالعلی، عبید اللہ فاروقی، نصراللہ خان کاکڑ، سلیم خان، محمد کاظم مینگل، نصیب اللہ سیک ناصر، عبد الحق، عبد الرحمن اور عمر فاروق کر رہے تھے۔ یہ سب سے بڑا جلوس تھا جو شارع لیاقت، آرچ روڈ اور مسجد روڈ سے ہوتا ہوا قادیانی عبادت گاہ کی طرف پہنچ گیا۔ جب جلوس قادیانی عبادت گاہ سے بیس گز کے فاصلے پر تھا پولیس نے انہا وہند آنسو گیس چینکی۔ اس دوران دوسرا جلوس مسجد روڈ سے فاطمہ جناح روڈ پر قادیانی عبادت گاہ کے میں دروازہ پر پہنچا۔ جیا لے مجاہد محمد قیم ترین نے دروازے پر ڈنڈے مارنے شروع کر دیئے جس پر

پولیس نے آنسو گیس چینکی اور لائٹنی چارج کیا۔ اس دوران ایک جلوس نہدن شریعت سے قادریانی عبادت گاہ کی طرف بڑعا۔ پولیس نے اس پر بھی آنسو گیس چینکی۔ چوتھا جلوس پر نس روڈ کی طرف سے فاطمہ جناح روڈ پر قادریانی عبادت گاہ کی طرف پہنچ گیا۔ بڑا جلوس مسجد روڈ پر قادریانی عبادت گاہ کے بغلی گیٹ کے قریب ڈنا رہا۔ پولیس نے پار بار آنسو گیس چینکی۔ جلوس میں شامل شیدائیاں ختم نبوت نے پھراؤ کی یلغار کی، جس پر پولیس پست ہو کر بھاگ گئی۔ جیا لے مجاہدین قادریانی عبادت گاہ کے بغلی گیٹ پر حملہ آور ہوئے۔ قادریانی عبادت گاہ میں اس وقت دو قادریانی موجود تھے، جنہوں نے عبادت گاہ کے اوپر رست کی بوریوں سے سورچے بنائے ہوئے تھے۔ انہوں نے مسلمانوں پر شدید پھراؤ کیا اور غلیل سے کانچ کی گولیاں ماریں۔ شیدائیاں ختم نبوت زخمی ہونے کے باوجود آگے بڑھتے گئے۔ نصراللہ خان کا کڑ قادریانی عبادت گاہ کے بغلی گیٹ (گلی والے) پر پہنچ گئے۔ انہوں نے اس کو توڑنا شروع کر دیا۔ ایک قادریانی نے چھٹ پر سے بڑی ایسٹ ان کے سر پر ماری، لیکن وہ زخمی ہونے کے باوجود ڈٹے رہے۔ سید انور شاہ نے اپنے زخمی ساتھی کو دیکھ کر ایک پھر چھٹ پر بیٹھے ہوئے قادریانی کے سر پر مارا اور وہ پھر لگتے ہی زمین پر گر پڑا۔ اس دوران نذر محمد سیاف اور عبدالعلی بھی پہنچ گئے۔ وہ دروازہ توڑ کر اندر داخل ہونے کی کوشش کر رہے تھے کہ پولیس نے انہا دھند شینگ کی۔ ہر طرف گیس کے سیاہ بادل چھا گئے۔ شینگ سے تین افراد زخمی ہو گئے۔ متعدد بے ہوش ہو گئے۔ آنسو گیس ایک کلومیٹر اطراف میں پھیل گئی۔ شارح لیاقت عبدالستار روڈ، آرج روڈ تک گیس کے اثرات سے راگیر بھی متاثر ہوئے۔ قادریانی عبادت گاہ کے اطراف میں رہنے والے مسلمانوں نے فوری طور پر عزم نوجوان کوپانی فراہم کیا۔ بے ہوش ہونے والوں کو نمک، اچار، ترش اشیاء فراہم کیں حتیٰ کہ پردہ دار خواتین اور بچوں نے طبی امداد فراہم کی۔ اس دوران چاروں طرف سے دوبارہ قادریانی عبادت گاہ پر یلغار ہوئی۔ ہر طرف سے پھراؤ ہوا۔ پولیس نے دوبارہ آنسو گیس چینکی، جس پر مجاہدین کے گروپوں نے قادریانوں کی دکانوں کو تسم نہ کر دیا۔ یہ حقیقت ہے کہ مظاہرین نے کسی قادریانی کے گھر پر حملہ نہیں کیا، حالانکہ وہ ان کی زد میں تھے۔ مظاہرین نے ایک بار پھر

قادیانی عبادت گاہ پر دھاوا بول دیا۔ مزید تازہ دم پولیس فورس بھی پہنچ گئی۔ ہزاروں افراد و فتر مجلس تحفظ ختم نبوت کے سامنے جمع ہو گئے جمال مولانا عبد الواحد صاحب موجود تھے۔ وہ مجلس کے دوسرے قائدین سے مشورہ کر کے عملی اقدام کرنا چاہتے تھے کہ پولیس نے یہاں پر لاٹھی چارج کیا۔ پولیس کی بکتر بند گاڑی سے آنسو گیس پھینکی گئی۔ قادیانی عبادت گاہ کو پولیس کی بکتر بند گاڑی (ٹینک) نے گھیرے میں لے لیا۔ بکتر بند گاڑی سے مظاہرین پر آنسو گیس پھینکی جاتی رہی۔ جلوس دوبارہ جامع مسجد طوبی کے سامنے منظم ہوا۔ یہاں پر نوجوانوں نے اینٹوں اور پتھروں کو ٹرالیوں اور ریڑھیوں میں ڈالا اور دوبارہ آگے بڑھے۔ جلوس دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ ایک حصہ نے مغربی اور دوسرے نے شرقی طرف سے یلغار کی۔ پولیس کی بکتر بند گاڑی پر شدید پتھراو کیا۔ دوسری طرف سے مکار قادیانی بھی غلیل سے مسلمانوں کو پتھر مارتے رہے۔ جب پولیس نے آنسو گیس کے گولے پھینکے، چند باہم نوجوانوں نے ان گولوں کو دوبارہ پولیس کی طرف پھینک دیا جس سے پولیس پیچھے ہٹ گئی۔ مظاہرین نے قادیانی عبادت گاہ پر شدید پتھراو کیا جس سے بچلی کی تاریخ ٹوٹ گئی۔ پانچ قادیانی زخمی ہو گئے، پولیس نے مظاہرین کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور آنسو گیس پھینکنی شروع کی۔ یہاں پر مظاہرین نے ایک سرکاری افسر کو یہ غلال بنا لیا۔ ایک کاشیبل بھی زخمی ہوا۔ مظاہرین ڈٹ گئے۔ انہوں نے قادیانی عبادت گاہ کو کھل طور پر گھیرے میں لے لیا۔ اس وقت ایک گھنٹہ سے زائد اس کارروائی کو ہو چکا تھا۔ دوسری طرف مجلس عمل کے قائدین میزان چوک پر موجود تھے۔ ان کو ایک کلومیٹر دور سے ہی آنسو گیس کے چلنے کی آوازیں آئیں اور بدبو عحسوں کی۔ اس وقت انتظامیہ کے ایک افسر گھبرائے ہوئے پہنچے۔ انہوں نے ہاتھ جوڑ کر قائدین سے کہا کہ وہ خدا کے لیے چلیں اور مظاہرین کو کنٹرول کریں۔ قائدین نے مشورہ کیا۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی شوریٰ کے رکن جامع مسجد مرکزی کے خطیب مولانا قاری انوار الحق حقانی نے حاجی محمد زمان خان اچھنگی، مولانا نور محمد سے کہا کہ ہمیں اس وقت مظاہرین کی رہنمائی کرنی چاہیے۔ قائدین جب میزان چوک سے روانہ ہوئے تو ان کے پیچھے بھی بہت بڑا جلوس روانہ ہو گیا۔ انتظامیہ نے کوشش کی کہ مجلس کے

رہنمہ سرکاری گاڑی میں سوار ہو جائیں لیکن مجلس عمل کے رہنماؤں نے سرکاری گاڑی میں بیٹھنے سے انکار کر دیا۔ اس وقت ضلع کے تمام افران ڈپٹی کمشنز ایس ایس پی، ڈی آئی جی موقع پر پہنچ چکے تھے۔ انہوں نے مجلس کے قائدین سے کہا کہ وہ صورت حال کو کنٹرول کریں۔ قائدین میں حاجی محمد زمان خان اچکزئی، مولوی عبدالجید خان، مولانا قاری انوار الحق حقانی، شیخ الحدیث مولانا نور محمد، مولانا عبد اللہ خان، مولانا عبدالباقي، مولانا عبدالواحد، حافظ حسین احمد شروعی، ملک احمد شاہ لہڑی، حاجی فضل قادر شیرانی، چوبہری اعیاز یوسف، ملک محمد عظیم بڑپیچ، مولانا محمد اسحاق، ڈاکٹر ابراہیم، تاج محمد، حاجی سید شاہ محمد، سید سیف اللہ آغا، سید عبدالحکیم شاہ، مولانا نیاز محمد دو تالی، چوبہری محمد طفیل احرار اور مولانا محمد دین شامل تھے۔ مولانا قاری انوار الحق حقانی نے بتایا کہ وہ مسلمانوں کے جذبہ حرمت سے انتہائی متاثر ہوئے۔ ہزاروں مسلمانوں نے قادریانی عبادت گاہ کو گھیرے میں لیا ہوا تھا اور ہر قسم کے خطرے سے بے نیاز ہو کر نعرے لگا رہے تھے۔ قائدین نے حکومت سے کہا کہ اب حالات خراب کرنے کی ذمہ داری اس پر ہے جس نے ہمارا مطالبہ تسلیم نہیں کیا۔ قائدین کے کئے پر پولیس نے ڈیڑھ گھنٹے کے بعد شینگ بند کر دی۔ قائدین کے ضلعی انتظامیہ سے ڈاکرات شروع ہو گئے۔ اسی دوران شریں میں یہ خبر پھیل گئی تھی کہ پولیس نے مظاہرین کے خلاف کارروائی کی ہے اور قادریانیوں نے جلوس پر فائزگ کی ہے۔ ہزاروں مسلمان سلم ہو کر موقع پر پہنچنے لگے۔ پولیس نے ناکہ بندی کر کے ان کو دور رکھا۔ مغرب کی نماز مظاہرین نے قادریانی عبادت گاہ کے قریب بکٹپنڈ گاڑیوں کے سامنے ادا کی جس کی امامت مولانا قاری انوار الحق حقانی نے کرائی۔ رات گیارہ بجے انتظامیہ نے مجبور ہو کر قادریانی عبادت گاہ کو سربھر کرنے کا فیصلہ کیا اور قادریانیوں کو بہادیت کی کہ وہ اپنی جان بچانے کے لیے خود کو حکام کے حوالے کر دیں۔ اس دوران چند قادریانی ملحقوں مکان میں کوڈ گئے۔ انتظامیہ نے ۸۰ قادریانیوں کو تحويل میں لے لیا۔ انتظامیہ کے افران جب قادریانی عبادت گاہ کے اندر داخل ہوئے تو وہاں پر ایشوں کے ڈھیر لگئے ہوئے تھے۔ تقریباً ایک سو غلیلیں اور ہزاروں کاچھ کی گولیاں ملیں۔ ایک کمرہ میں فست ایڈ کا مکمل سامان ملا۔ واضح رہے کہ قادریانیوں نے ایک سوچے سمجھے منصوبے

کے تحت بھاری تعداد میں اسلحہ جمع کیا جس کو نکال کر لے جانے میں کامیاب ہو گئے۔ ان کی یہ منصوبہ ہندی تھی کہ جو مسلمان ان کی عبادت گاہ کے اندر داخل ہو، اس کو نشانہ بنایا جائے۔ مسلمان بھی چاہتے تھے کہ وہ ایک گولی چلا میں۔ جس دن انسوں نے ایک گولی چلائی، وہ دن بلوچستان میں ان کا آخری دن ہو گا۔

انتظامیہ نے ان کی عبادت گاہ کو سربھر کر دیا، اور مجلس کے رہنماء حاجی محمد زمان خان اچکزئی اور مولانا قاری انوار الحق حقانی کو سلیمان دکھائیں۔ ان رہنماؤں نے واپس آکر منصرخ طلب کیا اور مسلمانوں کو پہلایا کہ حکومت نے قادیانیوں کی عبادت گاہ کو سربھر کر دیا اور یقین دلایا ہے کہ دو ماہ کے اندر ان کا مطالبہ تسلیم کر لیا جائے گا۔ اس اعلان کے بعد پُر عزم مظاہرین نے پُر جوش نعرے لگائے۔ پانچ گھنٹے کے بعد محاصرہ چھوڑ دیا۔ محاصرے کے دوران میں انہوں افراد روئیاں اور پانی لے کر مظاہرین کی خدمت کرتے رہے۔ قریبی آبادی کی طرف سے منظور احمد جمالی، صابر جیل، پلیس بیکنی کے مالک محمد ظفر نے بڑی دلچسپی سے خدمت کی۔ محاصرہ ختم کرنے کے بعد رات گیارہ بجے عظیم الشان جلوس نکالا گیا جو شارع لیاقت سے ہوتا ہوا میزان چوک میں جلسہ میں تبدیل ہو گیا۔ ۱۲ بجے رات کو جلسہ ختم ہوا تو مظاہرین اپنے اپنے علاقوں میں جلوس کی صورت میں گئے۔

اس واقعہ میں زخمی ہونے والے مجاہدین کے نام مندرجہ ذیل ہیں:

سید بدر الدین آغا، محمد قاسم مینگل، نفیس خان، عبدالجبار، امیر محمد سرپرہ، عبدالباسط، عبدالکبیر مغل، عبدالقدیر خان، نور محمد۔

علاوه ازیں دوسرے زخمیوں کے نام معلوم نہیں ہو سکے جو طبی امداد کے بعد ہسپتال سے چلے گئے تھے۔

۹ مئی کے واقعہ پر حاجی محمد زمان خان اچکزئی نے ۱۰ مئی کو بیان جاری کیا جو مندرجہ ذیل ہے:

کل جماعتی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت بلوچستان کے امیر حاجی محمد زمان خان اچکزئی نے کوئہ کے شریوں کا پڑاں تحریک چلانے پر شکریہ اوایکا ہے۔ انسوں نے اس بات پر انتہائی سرت کاظمار کیا کہ مسلمانوں نے اپنی ذات کی قربانی دی، مصائب

جھیلے، مگر عام شریوں کے لیے زحمت کا باعث نہیں بنے۔ کوئی توڑ پھوڑ نہیں کی۔ یہاں تک کہ قادریوں کے عام گھروں پر حملے سے گریز کیا۔ صرف مبارزین کے ساتھ مقابلہ کرتے رہے۔ انہوں نے کہا کہ عین ہنگامے کے دوران ایسے اسلامی تعلیمات پر عمل خوشی و انبساط کا باعث ہنا ہے۔ انہوں نے قادریوں کو کہا ہے کہ وہ اپنے کو غیر مسلم اقلیت تنیم کر لیں، تو مسلمان دیگر اقليتوں کی طرح ان کی حفاظت کا ذمہ لیں گے۔ اگر وہ ملک و ملت سے بغاوت کے شدید ترین جرم کا ارتکاب کرتے رہیں گے تو اپنے لیے بھی مشکلات پیدا کریں گے، ہمارے لیے بھی۔ اگر قادریوں کو اس ملک میں رہنا ہے تو وہ ملکی قوانین کی پابندی کریں اور اگر انہوں نے اسلامی تعلیمات اور احکام کا نداق اڑایا اور مسلسل شعائر اسلامی کی توثیق کرتے رہے اور قانون سے کھینا ترک نہ کیا تو دنیا کی کوئی طاقت انہیں مسلمانوں کے غیظ و غضب سے نہیں بچاسکے گی۔

حاجی محمد زمان خان نے کہا کہ صلیٰ انتظامیہ نے حالات کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے انتہائی تذیرہ کا ثبوت دیا اور انہوں نے اقدام کر کے حالات کو مزید خراب ہونے سے بچالیا، لیکن قادری عبادت خانے کا سر بھر ہونا ہماری منزل نہیں، ابتدائی قدم ہے۔ اگر اس عبادت گاہ سے میثارے، محراب وغیرہ نہیں ہٹائے گئے اور مسجد سے اس کی مشاہدہ ختم نہیں کی گئی تو پھر مسلمان دوبارہ میدان عمل میں اتریں گے۔ اس لیے حکومت کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ مسلمانوں کے مطالبات فوری طور پر تسلیم کر لیں۔ انہوں نے کہا کہ مقاصد کے حصول تک پُرانی تحریک جاری رہے گی۔ اگر حکومت نے بروقت اقدام کیا تو اچھی بات ہے، ورنہ وقت آنے پر مجلس عمل، عملی اقدام پر غور کرے گی۔

مجلس عمل کے رابطہ سیکریٹری کامیاب جو ۱۹۴۷ء کے اخبارات میں شائع ہوا۔ کل جماعتی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت بلوجستان کے سیکریٹری اطلاعات مولانا حسین احمد شروعی نے ایک اخباری بیان میں طلباء کو خراج عقیدت اور ہدیہ یہ تحریک پیش کرتے ہوئے بتایا کہ نوجوانوں نے اپنے خلوص اور عقیدہ ختم نبوت سے محبت کی وجہ سے فضائے بدر پیدا کی اور خالی ہاتھ پولیس اور کفار کے ساتھ بیک وقت تصاوم

کر کے یہ ثابت کیا کہ مگر مجلس عمل نے باقاعدہ جہاد کا اعلان کیا اور مجلس سے مسلک تمام مسلمان متحد ہو کر میدان میں آئے تو دنیا کی کوئی طاقت اس سیلا ب کو نہ روک سکے گی۔ ۹ مئی کو جو کچھ ہوا، یہ ہنگامہ صرف چند پورے عزم نوجوانوں نے کیا۔ اگر مجلس عمل نے باقاعدہ قبضے کا اعلان کیا ہوتا تو کوئی قادریانی زندہ نہ بچتا اور قادریانی عبادت گاہ کی اینٹ سے اینٹ بجادی جاتی۔ مسلمان بھی شہید ہوتے۔ مولانا نے مجلس عمل کے قائدین اور خصوصاً مولانا خان محمد صاحب امیر مرکزیہ کی فراست کو داد آفرین پیش کی کہ انہوں نے خوان خرابے کو اپنی داشمندی سے روکا۔

مجلس عمل کے سیکریٹری اطلاعات نے قادریانی عبادت گاہ کے آس پاس رہنے والے مسلمانوں کو بھی مبارکبادی ہے۔ اور ان کا شکریہ ادا کیا، جنہوں نے ہنگامے کے دوران طلباء کی مدد کی۔ خصوصاً وہ خواتین اور بچے جنہوں نے بے ہوش نوجوانوں کو طبی امداد فراہم کی۔ شینگ کے اڑ سے بے ہوش ہونے والوں کو نمک، اچار، ترش اشیاء اور وافر مقدار میں پانی فراہم کیا۔ مولانا نے ان سب کو مجاہدین اور مجاہدات کا لقب دیا اور توقع ظاہر کی کہ وہ آئندہ بھی دینی تحریکات میں مجاہد، علماء، طلباء اور نمازیوں کا ساتھ دے کر دین سے محبت کا ثبوت پیش کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ جن لوگوں کو شریروں کی اخلاقی حمایت حاصل ہو، وہ ہمیشہ فتح حاصل کرتے ہیں۔ اس واقعے میں انتظامیہ کے لیے درس عبرت ہے کہ اگر ملک کو یہ وطنی دشمنوں سے بچانا ہے تو ملک کے اندر والوں کے ساتھ ایسا طرز عمل اختیار کریں کہ وقت آئنے پر یہ لوگ ملک کا دفاع کرنے والوں کے ہاتھ مضبوط کر سکیں۔ مولانا نے نوجوان طلباء کے مجاہدے اور قربانی کو مستقبل میں یک عظیم ترین اسلامی انقلاب کا پیش خیمه قرار دیتے ہوئے تمام دیندار نوجوانوں کو افسوسی تربیت حاصل کرنے کا مشورہ دیا ہے۔

(بفت روزہ ٹائم نیوٹ، کراچی، ج ۵ شمارہ، بابت جولائی ۱۹۸۶ء از فیاض صن جہاد)



مرزا طاہر احمد کی پچاس لاکھ میتھیں

مرزا منور احمد ملک (سابق قادریانی)

جماعت قادریانیہ کی تعداد کے بارے میں اکثر علمائے کرام ایسے اعداد و شمار پیش کرتے ہیں، جسے قادریانی فوراً رد کر دیتے ہیں۔ علمائے کرام کے بیان کے مطابق پاکستان میں قادریانیوں کی تعداد ایک لاکھ کے قریب ہے۔ علماء اس تعداد کو بیان کر کے حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ پاکستان کی تیرہ کروڑ کی آبادی میں قادریانیوں کی جو نسبت بنتی ہے، اس کے مطابق ان کو شری حقق دیئے جائیں، مثلاً ملازمتوں میں ان کو ان کی تعداد کے مطابق سیٹھیں دی جائیں۔ علماء کی بیان کردہ تعداد کے مطابق ۱۳ کروڑ یا ۱۳ لاکھ کے مقابل پر ایک لاکھ تعداد بنتی ہے جس کی نسبت ۱۳ سو پر ایک ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر تیرہ سو سیٹھیں ہوں تو ایک سیٹھ قادریانیوں کو ملے گی۔ علماء اس بات پر شاکی ہیں کہ قادریانیوں کو ان کے حق سے بست زیادہ دیا جاتا ہے۔ اسی نسبت کو سامنے رکھتے ہوئے قوی اسمبلی کو سیٹھوں کی تعداد میں سے (جو کہ ۲۶۰ ہے) قادریانیوں کے لیے ایک سیٹ کا چوتھائی حصہ بھی نہیں بتا، جبکہ قادریانیوں کو ایک سیٹ ملی ہوئی ہے۔ اسی طرح تمام صوبوں کی صوبائی اسمبلیوں کے اراکین کی کل تعداد ۳۶۰ بنتی ہے، جس میں سے قادریانیوں کی آدھی سیٹ بھی نہیں بنتی جبکہ

قادیانیوں کو ۳ سیشن ملی ہوئی ہیں۔

دوسری طرف جماعت اپنی تعداد پاکستان میں ۳۵ لاکھ بتاتی ہے۔ یہ دہ تعداد ہے جو آج سے ۲۵ سال پہلے بتائی جاتی تھی۔ (جب ۱۹۷۳ء میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا تھا) جماعت قادیانیہ نے آج تک باضابطہ اپنی تعداد کا اعلان نہیں کیا۔ مذکورہ بالا تعداد جماعت کے مریٰ (مولوی) امیر جماعت و دیگر سرکردہ افراد "بے ضابطہ" طور پر جماعت کے حوصلے قائم رکھنے کے لیے بتاتے ہیں۔ جماعت کے افراد کے نزدیک مریٰ امیر جماعت یا جماعت قادیانیہ جھوٹ نہیں بول سکتے، لہذا وہ اس تعداد پر یقین رکھتے ہیں۔ خاکسار نے اس جماعت میں ۳۰ سال گزارے ہیں۔ اپنے بچپن اور جوانی کا سنبھارا وہ اس جماعت میں گزارا ہے۔ اپنی تمام توہانایاں اس جماعت کی بہتری کے لیے وقف کیے رکھیں اور ایک جنونی قاریانی کے طور پر ہر کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ پنجاب یونیورسٹی میں ایم۔ ایس۔ سی کے دوران قاریانی طلباء کا قائد (زعیم) رہا۔ چکوال میں سروس کے دوران گمراں کے طور پر رہا اور جملہ میں نائب امیر جماعت قادیانیہ ضلع جملہ کے عمدے پر بھی رہا، مگر جب جماعت قادیانیہ میں جھوٹ کی فراوانی، اسلامی اقدار کا فقدان، انصاف و عدل سے خال، ظلم و بربرت کا دور دورہ دیکھا تو ۱۵ جنوری ۱۹۹۹ء بھطابق ۲۶ رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ جمعۃ الوداع کے دن اپنے خاندان کے بارہ افراد کے ساتھ قادیانیت سے توبہ کر کے اسلام قبول کر لیا (اب یہ تعداد ۱۹۱۹ء ہو چکی ہے)

اس لیے خاکسار کی بیان کردہ باتیں اور اعداد و شمار ذاتی مشاہدے اور جماعتی عمدوں پر فائز رہنے کی وجہ سے ذاتی علم کی بنیاد پر ہیں۔ جماعت قادیانیہ کے ذمہ دار افراد جو تعداد اپنی بتاتے ہیں، وہ ابھی تک ۳۵ لاکھ کے قریب ہے۔ گویا ۱۹۷۳ء میں سال پہلے جو تعداد تھی، اب بھی وہی ہے۔ البتہ چند غیر ذمہ دار ۵۰ سے ۵۰ لاکھ کے قریب بتادیتے ہیں۔ اگر ہم اس تعداد کو ۵۰ لاکھ فرض کر لیں تو اس پر ایک جائزہ لیا جاسکتا ہے۔ ۵۰ لاکھ کی تعداد کے حساب سے پاکستان میں ان کی تعداد کے حوالے سے نسبت ۲۶:۱ بنتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہر ۲۶ افراد پر ایک قادیانی ہو گا۔ یہ نسبت پاکستان کے کسی بھی ضلع میں موجود نہیں۔ ۲۶:۱ کی نسبت تقریباً ۳ فیصد بنتی ہے۔

تعلیمی میدان

ایک عام تاثر یہ ہے کہ قادریانی لوگ تعلیمی میدان میں بہت آگے ہیں۔ یہ درست ہے کہ جماعت بچوں کی تعلیم کے بارے میں بہت زور دیتی ہے۔ ایک عرصے تک بورڈ، یونیورسٹی سے پوزیشن لینے والوں کو انعام دیتے جاتے رہے ہیں۔ یوں کما جا سکتا ہے کہ قادریانی بچوں کی کم از کم ۸۰ فیصد تعداد تعلیم حاصل کرتی ہے جبکہ چناب نگر (ربوہ) کی خواندگی کی شرح ۹۵ فیصد بتائی جاتی ہے۔ اس بنیاد پر اگر ہم جائزہ لیں تو چناب نگر (ربوہ) کے تعلیمی اداروں کے علاوہ پاکستان میں کسی بھی تعلیمی ادارے میں ۳۰ فیصد قادریانی طلباء نہیں ہیں، حالانکہ پاکستان کی خواندگی کی شرح ۳۰ فیصد کے قریب ہے۔ اس طرح تو ہر تعلیمی ادارے میں قادریانیوں کی تعداد ۸ فیصد سے بھی زیادہ ہوئی چاہیے۔

جناب یونیورسٹی کی ۱۰ ہزار کی تعداد کے حساب سے ۳ فیصد کے حساب سے ۳۰۰ قادریانی طلباء ہونے چاہئیں تھے، مگر وہاں پر تعداد ۲۵ تھی، جس میں سے ۰ مقامی اور ۳۵ پورے پاکستان میں سے تھے۔ (یہ جائزہ ۱۹۸۲ء کا ہے) چکوال کالج کی ۱۵۰۰ تعداد میں سے ۶۰ طلباء قادریانی ہونے چاہئیں تھے، مگر ۱۹۸۶ء میں ایک بھی نہیں تھا جبکہ ۱۹۸۸ء میں زیادہ سے زیادہ تین تھے۔ گورنمنٹ ڈائریکٹری کالج ناہلیانوالہ جملہ میں ایک ہزار کی تعداد میں ۳۰ قادریانی طلباء ہونے چاہئیں تھے مگر ۱۹۸۹ء تا ۱۹۹۵ء تک ۱۹۹۴ء سے وہ سے تعداد نہیں بڑھی۔ گورنمنٹ کالج گوجر خان میں ۱۹۹۵ء تک، ۱۹۹۴ء تک ہزار کی تعداد پر ۳۰ قادریانی طلباء ہونے چاہئیں تھے، جبکہ زیادہ سے زیادہ تعداد دو تھی ہے۔

اب وہ بھی نہیں ہے۔ (یہ سب ذاتی مشاہدے کے مطابق ہے)

پورے پاکستان کے ایم ایس سی فرکس اور پی ایچ ڈی کے افراد پر شامل ایک PIP (پاکستان انسٹی ٹیوٹ آف فرکس) سوسائٹی بنی ہوئی ہے جس کی تعداد ایک ہزار سے زیادہ ہے۔ اس میں قادریانیوں کی تعداد کم از کم چالیس ہوئی چاہیے تھی، مگر اس میں کل تعداد ۳ تھی، جس میں سے ڈاکٹر عبدالسلام فوت ہو چکے ہیں اور خاکسار

جماعت چھوڑ چکا ہے۔ اب یہ تعداد دو رہ گئی ہے۔

بنجاب لیکھر رز اینڈ پروفیسر الیسوی ایش کے ممبران کی کل تعداد ۱۳ ہزار سے زائد ہے۔ اس میں ۵۶۰ قاریانی پروفیسر ہونے چاہئیں تھے، جبکہ ان کی تعداد ۲۵ سے بھی کم ہے۔

جماعت قاریانیہ جو کہ تعلیمی میدان میں بہت آگے ہے، اس میدان میں یہ حالت ہے کہ کسی بھی لیول پر اس کی آبادی والی نسبت موجود نہیں۔ اس جائزے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ تعلیمی میدان میں بھی ان کی شمولیت ۴۵% فیصد سے بھی کم ہے، اس کی بنیاد پر اگر تعداد کا اندازہ لگایا جائے تو چھ لاکھ سے کم بنتی ہے۔

مالی میدان

جماعت قاریانیہ میں چندوں کی بھروسہ ہے۔ ایک قاریانی پر اس کی ماہوار آمدن کا چھ فیصد چندہ عام لاؤ ہے۔ اس کی ادائیگی لازمی ہے۔ عدم ادائیگی پر وہ چندہ اس آدمی کے لحاظتے میں بطور بقايانام ہو جاتا ہے۔ اگر ایک قاریانی چندہ دینے سے انکار کر دے تو وہ قاریانی نہیں رہ سکتا، حالانکہ چندہ ایک اختیاری مد ہے، جس کی شرح مخصوص نہیں ہوتی۔ آدمی حسب توفیق ادا کر سکتا ہے، جب کہ نیکس کی شرح مخصوص ہوتی ہے اور اس کی ادائیگی لازم ہوتی ہے، عدم ادائیگی پر بقايانام رہ جائے گا، ختم نہیں ہو گا۔

چندہ عام کے ساتھ چندہ جلسہ سالانہ، چندہ تحریک جدید، چندہ وقف جدید، چندہ صد سالہ جوبلی (یہ اب ختم ہو چکا ہے)، چندہ خدام الاحمدیہ (چندہ مجلس)، یہ نوجوانوں پر لاؤ ہے، چندہ تعمیر بار (یہ بال ۱۹۷۳ کے قریب تعمیر ہوا تھا مگر چندے کی وصولی اب تک جاری ہے)، چندہ بوسنیا، افریقہ، چندہ ڈش ائیٹیا قاریانی ٹی وی نیٹ ورک کا، چندہ الجنة امامہ اللہ (یہ خواتین پر لاؤ ہے)، چندہ اطفال (یہ بچوں پر لاؤ ہے)، چندہ النصار (یہ ۳۰ سال سے زائد عمر کے افراد کے لوگوں پر لاؤ ہے) وغیرہ۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ ایک قاریانی کو اپنی آمدن کا کم از کم ۵۰ فیصد ماہوار چندہ و ناپڑتا ہے۔ چندوں کی وصولی کا رضاکارانہ نظام موجود ہے، جس میں وصولی کرنے والے کا کوئی کمیشن نہیں۔

جماعت قادریاً یہ کامیابی کیسی اور ہو۔ سال میں دو تین بار مختلف چندوں کے مختلف انپکٹرز مرکز سے آکر حساب وغیرہ چیک کرتے ہیں اور کل وصول شدہ رقم مرکز (چناب گل) میں پہنچاتا یقینی بناتے ہیں۔ اس مالی نظام کی بناء پر جماعت قادریاً یہ پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ یہ یہ بڑی منظم جماعت ہے، حالانکہ اس کا کام نظام نہیں۔ تو اسد و ضوابط، اصول وغیرہ نہیں ہیں، صرف چندہ اکٹھا کرنے کا نظام ہے۔ اگر اس منظم طریقہ سے چندہ وصول نہ ہوتا تو آج مرزا قادریانی کے خامان کے ہر شہزادے کے نام کئی کئی مربع اراضی نہ ہوتی اور نہ ہی عیش و عشرت کی زندگی گزار رہے ہوتے۔ یہ سب اسی مالی نظام کی "برکات" ہیں۔ خیراس پر بعد میں کسی اور موقع پر بات کی جائے گی۔ جب قادریانی جذبات میں آکر ان "برکات" سے انکار کریں گے؟

چندہ تحیرک جدید میں ہر صورت جوان، بوڑھا اور بچہ شامل کیا جاتا ہے۔ جماعت اس بات پر پورا ذور لگاتی ہے کہ ہر ذی روح تحیرک جدید میں شامل ہو بلکہ کچھ بے روح بھی اس میں شامل ہیں۔ یعنی فوت شدہ افراد کے نام کا چندہ ان کے لواحقین سے لیا جاتا ہے۔ اب اگر کسی بستی سے تحیرک جدید میں شامل ۱۲۰۰ افراد ہوں، تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہاں کی آبادی زیادہ سے زیادہ ۱۲۰۰ افراد پر مشتمل ہے، حالانکہ اس میں فوت شدہ افراد بھی شامل ہیں۔

اب اس کی دلیل کے بعد یہ بتانا چاہوں گا کہ پورے پاکستان میں تحیرک جدید کے کل ممبران ایک لاکھ سے کم ہیں۔ ممکن ہے کہ اب دو چار ہزار زیادہ ہو چکے ہوں اور جماعت فوراً اپنی جماعت میں یہ اعلان کر دے گی کہ ایک لاکھ والی بات بالکل غلط ہے اور جماعت کے افراد یہ سمجھنے لگیں کہ شاید ۲۰-۵۰ لاکھ ممبران ہوں گے، حالانکہ ایک لاکھ سے دو چار ہزار زیادہ تو ہو سکتے ہیں، مگر دو لاکھ سے کسی بھی طرح زیادہ نہیں ہو سکتے۔ تحیرک جدید کے انپکٹر حضرات کی زبانی یہ معلوم ہوا تھا کہ ایک لاکھ کی تعداد پوری کرنی ہے۔ اب اگر علماء کی بیان کردہ تعداد کو لیا جائے تو وہ تحیرک جدید کے ممبران کے ساتھ ملتی ہے، جبکہ قادریانیوں کی بیان کردہ تعداد ۵۰ لاکھ کسی طرح بھی ثابت نہیں ہوتی۔ یہ تعداد صرف اپنی جماعت کے افراد کے مورال کو قائم رکھنے کے لیے بتابی جاتی ہے۔

اپ ۱۹۴۸ء میں مردم شماری ہو چکی ہے۔ اس میں قادیانیوں کو ہدایت ملی تھی کہ جو افراد ہیرون ملک گئے ہوئے ہیں، اور وہاں عرصہ سے مقیم ہیں، وہاں کی شہرت حاصل کر کے وہاں کی جماعتوں میں شامل ہیں، ان کے بھی نام پاکستان میں شامل کیے جائیں۔ اس طرح ہزاروں افراد جو ہیرون ممالک سیٹل ہیں، ان کی تعداد بھی یہاں شامل ہے۔ اس کے باوجود ان کی کل تعداد ۲ سے ۳ لاکھ کے درمیان ہو گی۔ مردم شماری کے تفصیلی نتائج سامنے آنے کے بعد حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی۔ اس کے لئے چند ماہ کے انتظار کی ضرورت ہے۔ یہ واضح رہے کہ جماعت بغیر کسی وجہ کے ان نتائج کو تسلیم نہیں کرے گی۔

راولپنڈی ڈویژن میں قادیانیوں کی تعداد

اگر ضلع جملم کی جماعت کا جائزہ لیں تو اس وقت ضلع جملم میں ۱۱-۱۲ جگہ جماعت موجود ہے۔ سب سے بڑی جماعت محمود آباد جملم میں ہے۔ محمود آباد میں ۱۹۴۰ء کے قریب ۸۰ فیصد آبادی قادیانیوں کی تھی۔ ۱۹۴۷ء میں ایک قادیانی کے غیر قادیانی سمجھنے کا جنازہ قادیانیوں نے پڑھنے سے انکار کر دیا، جس پر ایک بہت بڑا خاندان جماعت چھوڑ گیا، پھر آہستہ آہستہ کوئی نہ کوئی خاندان جماعت چھوڑتا چلا گیا اور یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔ ۱۹۴۷ء سے قبل یہ تعداد ۵۰ فیصد رہ چکی تھی۔ ۱۹۴۷ء کے بعد ۳۵ فیصد کے قریب رہ گئی۔ اب ۳۰ فیصد سے بھی کم آبادی قادیانیوں کی ہے۔ گزشتہ پچاس برسوں میں کوئی ایک بھی نیا خاندان قادیانی نہیں ہوا بلکہ تسلسل کے ساتھ جماعت چھوڑی جا رہی ہے۔ باوجود اس کے کہ قادیانی، غیر قادیانی مسلمانوں میں رشتہ نہیں دیتے، پھر بھی گزشتہ ۲۵ سالوں میں ۳۰ کے قریب قادیانی خواتین کے رشتے مسلمانوں سے ہوئے، بعد میں وہ خود اور ان سے ہونے والی اولاد قادیانی نہیں ہیں۔ بس جو چند ایک مسلمان عورتوں سے قادیانی مردوں نے شادیاں کیں، وہ خاندان آہستہ آہستہ جماعت چھوڑ گیا۔ جماعت میں ایک ایسا سیٹ اپ بن چکا ہے جو ظالم ترین آمیت کا نظام ہے۔ اب یہ خود ہی ختم ہو جائے گی انشاء اللہ۔ علماء کو اپنے

تو اتنا جی اس طرف استعمال کرنی چاہیے۔ جملم شر میں ایک بست بڑی جماعت ہوا کرتی تھی، جس میں سب سے بڑا خاندان یعنی برادری کا تھا جو آہستہ آہستہ جماعت چھوڑتا چلا گیا۔ ۱۹۷۸ء میں خاصی تعداد جماعت سے علیحدہ ہو گئی۔ اب زیادہ سے زیادہ ۳۵ گھروں پر مشتمل ایک جماعت ہے، جس کی تعداد آہستہ آہستہ کم ہو رہی ہے۔ تیرے نمبر پر پاکستان چپ بورڈ فیکٹری ہے جو مرزا طاہر احمد کے بھائی مرزا منیر احمد کی ہے۔ یہ مرزا قادیانی کے خاندان کے شزادوں کا بڑا مسکن ہے۔ مرزا منیر احمد کا بیٹا فیکٹری احمد طارق ضلع جلم کا امیر جماعت ہے۔ اس کی آمرانہ پالیسیوں کی وجہ سے جماعت علمائے کرام کی کوششوں کے بغیر ہی انعام کو پہنچ جائے گی انشاء اللہ۔ اس فیکٹری میں ۱۵-۱۶ قلویانی نوجوان ملازم ہیں، باقی سب مسلمان ہیں۔ ضلع جلم کی جماعت کو کنزول کرنے والا محرك گروہ یہاں پر موجود ہے۔ اس کے علاوہ کلاگو جراں میں ایک بڑی جماعت ہوا کرتی تھی۔ اب وہ بھی چند افراد پر مشتمل ہے۔ کل ۸/۱۰ گھر قادیانیوں کے ہوں گے، چک جمال میں بھی ایک جماعت ہوا کرتی تھی۔ اب وہاں جماعت ختم ہو چکی ہے۔ البتہ دو تین قادیانی ملازم کلاڈ پو میں موجود ہیں۔ منگلا میں چند ملازم پیش جو دوسرے شروں سے آئے ہوئے ہیں، پر مشتمل ایک چھوٹی سی جماعت ہے جو ۲ یا ۵ گھروں پر مشتمل ہو گی۔ روہتاس میں ایک گھرانے پر مشتمل جماعت ہے۔ کوہلہ فقیر میں ایک بست بڑی جماعت تھی جو کہ اب ختم ہو چکی ہے۔ جادہ میں ایک جماعت تھی جو اب ختم ہو چکی ہے اور قادیانیوں کی عبادت گاہ اب مسلمانوں کے پاس ہے۔ ہپتال میں دو گھروں پر مشتمل ایک جماعت جو مستقبل میں ختم ہو جائے گی۔ کوت بصیرہ میں قادیانی ختم ہو چکے ہیں۔ تحصیل پنڈ دادن خان میں ڈنڈوٹ میں ۳-۴ گھروں پر مشتمل ایک جماعت ہے۔ یہ سارے افراد سیمنٹ فیکٹری میں ملازم ہیں۔ شاید اب وہ بھی نہ ہوں، کیونکہ سیمنٹ فیکٹری کے ختم ہونے کی خبر سنی گئی ہے۔ کھیوڑہ میں دو تین گھر ہیں، وہ بھی ملازم پیش جو دوسرے شروں سے آئے ہیں۔ پنڈ دادن میں جماعت موجود ہے جو ۱۰/۱۵ گھروں پر مشتمل ہو گی۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ پورے ضلع میں قادیانیوں کی کل تعداد ایک ہزار سے بھی کم ہے۔ تحصیل سوبادہ بالکل خالی ہے، کہیں ایک جماعت بھی نہیں۔ ایک ہزار کا

سن کر قادیانی خوش ہوں گے کہ چلو زیادہ ہی بتائی ہے، کچھ پرده رہ گیا ہے۔ ضلع جملم کی کل آبادی ۱۵ سے ۲۰ لاکھ کے قریب ہوگی۔ اس میں ایک ہزار کی نسبت ۱:۲۰۰۰ بنتی ہے۔

۱۹۰۳ء میں مرزا غلام احمد قادیانی جملم پکھری میں مولوی کرم دین صاحب آف بھیں کے ساتھ ایک مقدمہ کے سلسلہ میں جملم آئے، جہاں دو تین دن ٹھرے۔ ان کے قیام و طعام کا سارا انتظام جملم کی جماعت نے کیا۔ اس وقت جملم میں کافی جماعت موجود تھی۔ محمود آباد بھی تقریباً سارا قادیانی تھا۔ زیادہ تر اخراجات راجہ پنڈیتے خال آف دارا پور نے ادا کیے۔ تین دنوں میں جملم میں ۱۳۰۰ افراد قادیانی ہوئے۔ ذرا غور فرمائیے کہ ۱۹۰۳ء سے قبل خاصی جماعت موجود تھی اور پھر ۱۳۰۰ نے قادیانی بھی ہوئے۔ آج جب کہ اس بات کو ۹۶ سال ہو چکے ہیں۔ اگر صرف وہی خاندان قادیانیست پر قائم رہتے تو تجوہ تھی نسل کے بعد اب ان کی آبادی ایک لاکھ سے زیادہ ہوتی۔ اب جبکہ پورے ضلع کی آبادی ایک ہزار سے کم ہے تو جماعت کی ”ترقی“ کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ گویا ۹۹ فیصد قادیانی جماعت چھوڑ گئے ہیں۔

ضلع چکوال میں شرکے اندر ۵/۲۵ گھر قادیانیوں کے ہیں، جب کہ ایک درجن سے زائد گھر اب قادیانیست چھوڑ چکے ہیں۔ موضع بھون میں ۸۔۸ گھر ہیں۔ کلر کمار میں ۵۔۵ گھر، دھرکنہ میں ۶ گھر اور بوچھال کلاں میں ۲ گھر قادیانیوں کے ہیں۔ پنجند میں ۸/۱۰ گھر قادیانیوں کے ہیں۔ رتحوچھا میں بھی ۶۔۷ گھر قادیانیوں کے موجود ہیں۔ سب سے بڑی جماعت دوالمیال کی ہے، جہاں پہلے نصف سے زائد گاؤں قادیانی تھا۔ اب ۲۵۔۳۰ گھر قادیانیوں کے رہ گئے ہیں۔ یہ وہی گاؤں ہے جہاں ایک قادیانی خاتون کے تین بیٹے جazel تھے۔ اب یہ جماعت بھی آخری سانسوں میں ہے۔ پورے ضلع چکوال میں قادیانیوں کی کل تعداد ۴۰۰ کے قریب ہوگی، جب کہ ضلع چکوال کی کل آبادی ۱۲۔۱۳ لاکھ ہوگی۔ قادیانیوں کی کیا نسبت بنتی ہے، اس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ جن جماعتوں کا ذکر کر رہا ہوں، ہر جماعت سے بہت سے لوگ جماعت چھوڑ چکے ہیں۔ علاقے کے لوگ یہ جانتے ہیں کہ لوگ مسلمان ہوتے ہیں۔ قادیانی کبھی نہیں کوئی ہوتا۔ یہ بات قادیانیوں کو بھی بہت پریشان کرتی ہے۔ ان کی

نوجوان نسل کو مایوس کرنے والی سب سے بڑی یہ بات ہے۔

صلع راولپنڈی

اسی صلع میں کل کتنی تعداد ہوگی، اس کا اندازہ تو مشکل ہے، البتہ اس بات سے جائزہ لیا جاسکتا ہے کہ راولپنڈی شریں نماز جمعہ ادا کرنے والی دو جگہیں ہیں۔ ایک مری روڈ پر تین منزلہ عمارت تیلی محلہ کے ناپ کے قریب ہے، دوسری عید گاہ کے نام سے سیٹھاٹ ٹاؤن میں بلاک کے پاس تھی مگر جب انہوں نے وہاں عید گاہ کے نام سے تعمیر شروع کی تو مسلمانوں نے احتیاج کر کے اسے بند کر دادیا۔ اب انہوں نے اسے فروخت کر دیا ہے اور E/69 میں ہیرالور الدین احمد (متوفی) کے مکان کو خرید کر اس کے پچھلے حصہ میں ڈبل سٹوری عبادت گاہ بنائی ہے۔ ان دونوں جگہوں پر زیارت سے زیادہ دو ہزار افراد نماز پڑھ سکتے ہیں۔ قادریانیوں میں نماز جمعہ کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے۔ مرد، خواتین، بچے، بوڑھے تمام جمعہ کے لیے جاتے ہیں۔ تقریباً ۹۰ فیصد آبادی جمعہ پر پہنچ جاتی ہے۔ اب اگر دونوں عبادت گاہوں میں ۲ ہزار افراد آسکتے ہیں تو راولپنڈی شریں قادریانیوں کی تعداد کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ ۲ ہزار کی تعداد تو صرف احتیاطاً اللہ رہا ہوں، ورنہ عید گاہ میں تو ۱۵۰ یا ۲۰۰ آتے تھے۔ مری روڈ پر ۵۰۰ یا ۶۰۰ کے قریب آتے تھے (یہ اپنے مشاہدے کی بات کر رہا ہوں کیونکہ رقم ۱۹۸۳ء سے ۱۹۸۹ء تک اکثر ہماری جمعہ پر ہتھارہ ہے بلکہ ۱۹۹۵ء تک اکثر و بیشتر جمعہ کے لیے ان دونوں عبادت گاہوں میں جاتا رہا ہے) علاقائی جماعتیں بھی برائے نام ہیں۔ تحصیل گوجر خان میں گوجر خان شریں ۱۰ یا ۱۱ گھروں پر مشتمل ایک جماعت ہے۔ گوجر خان سے ۸ یا ۱۰ کلو میٹر دور ایک بہت پُرانی جماعت چنگا بیکیال میں ہے جو اب آخری سانسوں میں ہے، چند گھر باقی رہ گئے ہیں۔ تحصیل گوجر خان میں کل تعداد ۲۵۰ کے قریب ہوگی۔ پورے صلع راولپنڈی کی تعداد ۳ سے ۲ ہزار تک ہو سکتی ہے۔

اسلام آباد

اسلام آباد میں ایک عبادت گاہ ہے جو سنگل سٹوری ہے۔ اس میں زیادہ سے

زیادہ ۴۰۰ افراد جمعہ کو آتے ہیں۔ اسی طرح اسلام آباد کی تعداد ایک ہزار سے تجاوز نہیں کرتی، جبکہ دو چھوٹی چھوٹی جماعتیں دیساں میں ہیں۔ اسی طرح راولپنڈی اور اسلام آباد کے اضلاع میں کل تعداد ۵ ہزار تک ہو سکتی ہے۔ یقیناً اسے پڑھ کر خوش ہوں گے کہ چلہ ہماری اصل تعداد سے زیادہ ہی ظاہر کیا ہے، کچھ پر وہ رہ گیا ہے۔ پورا صوبہ سرحد قادیانیوں سے غالی ہے۔ پورے صوبہ میں ایک ہزار کے قریب قادیانی ہوں گے۔ قادیانی اس تعداد پر بھی خوش ہوں گے۔ صرف چنان نگر (ریوہ) ایسا شر ہے جہاں صرف قادیانی آباد ہیں۔ وہ تعداد ۳۰ یا ۳۵ ہزار افراد پر مشتمل ہوگی۔ ضلع بہاولپور، ضلع رحیم یار خاں، بہاول گیر یعنی پوری ریاست بہاول پور میں کل تعداد ۵۰۰ کے کم ہے۔ یہ اعداد و شمار راقم کے ذاتی مشاہدے کی بنیاد پر ہیں۔ نذر کور بالاسات ضلعوں میں کل تعداد ۸ ہزار بنتی ہے۔ ۲۵ لاکھ کہاں آباد ہیں؟

پچاس لاکھ میمعتیں

۱۹۹۳ء سے جماعت نے ایک نیا سلسلہ شروع کیا ہے، جسے عالمگیر بیعت کا نام دیا گیا ہے۔ ۱۹۹۳ء فروری یا مارچ میں پوری جماعت کو یہ نارگش دیا گیا کہ جو لائی ۱۹۹۳ء تک دو لاکھ نئی بخشیں کروائی جائیں۔ اس کا اعلان جلسہ سلامتہ لندن میں جو لائی کے میئنے میں کیا جائے گا اور اس دن عالمگیر بیعت ہوگی۔ دو لاکھ کے نارگش کو پوری دنیا میں تقسیم کر دیا گیا۔ اس میں سے جملہ کے حصہ میں ۵۰ کی تعداد آئی۔ یہ کیونکہ نئی تحریک تھی، پوری جماعت حرکت میں آگئی۔ ۵۰ کے مقابل پر ۷۲ افراد کی بیعت کروائی گئی۔ یہ بھی تقریباً وہ افراد تھے جو یا پسلے قادیانی تھے اور بعد میں جماعت چھوڑ گئے با پھر ان کے فارم پڑ کروا کر ۷۲ کی تعداد پوری کر دی گئی۔ ۱۹۹۳ء کے جلسہ میں مرتضیٰ طاہر احمد نے یہے فخر سے اعلان کیا کہ نارگش پورا ہو گیا ہے۔ اس طرح دو لاکھ بخشیں ہو گئی ہیں۔ جماعت میں تو خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ اب مرتضیٰ طاہر نے اعلان کیا کہ اگلے سال کا نارگش ڈیل ہے، یعنی چار لاکھ۔ اس میں سے جملہ کے حصہ میں ۶۰ کا نارگش آیا، مگر پورے سال کی محنت کے بعد ۵ / ۷ افراد کے فارم پڑ سکتے۔ گویا

ٹارگٹ بالکل پورا نہ ہوا بلکہ ۱۰ فیصد بھی نہ ہو سکا، مگر ۱۹۹۳ء کے جلسہ سماں میں مرزا طاہر احمد نے اعلان کیا کہ چار لاکھ کا ٹارگٹ پورا ہو چکا ہے۔ اب اگلے سال ۱۹۹۵ء کے لیے ۸ لاکھ کا مقرر کیا گیا۔ جملہ کو تقریباً ۳۵۰ کا ٹارگٹ ملا، مگر ۲۳ فارم پر ہو سکے۔ یہی حال راولپنڈی اور چکوال کا تھا مگر ۱۹۹۵ء میں جلسہ پر مرزا طاہر نے ٹارگٹ پورا ہونے کی نوید سنائی۔ اب ۱۹۹۶ء کے لیے ۱۶ لاکھ کا ٹارگٹ دیا گیا۔ جملہ کو ۴۰۰ سے زائد کا ٹارگٹ ملا۔ جواب میں دو تین فارم پر ہو سکے۔ ۱۹۹۷ء کے جلسہ میں ۱۲ لاکھ کا ٹارگٹ پورا ہونے کا اعلان ہوا۔ ۱۹۹۷ء کے لیے ۲۲ لاکھ کا ٹارگٹ مقرر ہوا۔ جملہ کے لیے ۱۵۰۰ کا ٹارگٹ ملا، جبکہ فارم ۲/۱۵ افراد کے پڑھو سکے، مگر ۱۹۹۷ء کے جلسہ میں ٹارگٹ پورا ہونے کا اعلان کروایا گیا۔ ۱۹۹۸ء کے لیے ۲۳ لاکھ کا ٹارگٹ دیا گیا۔ جولائی ۱۹۹۸ء میں راقم اپنے گاؤں محمود آباد گیا۔ وہاں چند لوگوں سے باشیں کرتے ہوئے راقم نے کہا کہ اب ۲۳ لاکھ کا اعلان نہیں ہو گا کیونکہ اس سے شک پڑ سکتا ہے۔ اب ۵۰ کے قریب بتاتا جائے گا پھر ہی ہوا کہ ۱۹۹۸ء کے جلسہ میں ۵۰ لاکھ نئی بیعتوں کی نوید سنائی گئی۔ اس ٹارگٹ میں سے جملہ کو ۳۰۰۰ کا ٹارگٹ مل چکا ہے، مگر جواب میں ۲۰۰ سے بھی کم فارم پڑھوئے۔ (اب اگر جائزہ لیں تو وہ دو سو افراد بھی جماعت سے ملک نہ ہوں گے) مگر اعلان ہیشہ ٹارگٹ کے پورا ہونے کا کیا گیا۔ اب ۱۹۹۹ء کے لیے ٹارگٹ ایک کروڑ کا ہو گا۔ ڈبل فارمولے کے مطابق ۲۳ کا ڈبل ۱۲۸ ہونا تھا، مگر ۵۰ لاکھ کی پہچلی بیعتوں کو ڈبل کرنے سے ٹارگٹ ۱۰۰ لاکھ کا رکھا ہو گا۔ اب یہ بھی احتیاط کی جائے گی کہ شک نہ پڑ جائے۔ لذدا ۸۰ سے ۹۰ لاکھ بیعتوں کی نوید سنائی جائے گی۔

علم گیر بیعت

اب عالمگیر بیعت کا کیس اسی شیخ پر آتیا ہے کہ اس کا پول کھلنے والا ہے۔ اب زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔ راقم ۱۹۹۷ء میں بہاولپور گیا۔ خدام الاحمدیہ (نجوانوں کی تنظیم) کے قائد سے ملاقات ہوئی۔ پوچھا آپ کی بیعتیں کیسی جارہی

ہیں؟ اس نے بتایا: صرف چھٹے سال ۲۰۰۰ میتھیں ہوئی ہیں۔ واضح رہے کہ ان کی مرکزی عبادت گاہ میں ۲۰۰ سے زائد افراد کی گنجائش نہیں۔ اس سے پوچھا گیا کہ ۱۲۰۰ میں سے کتنے سو افراد جمعہ کی نماز کے لیے آتے ہیں۔ کہنے لگا ۳ / ۳ افراد۔ رقم نے کہا: باقی سارا کچھا ہے، گند ہے جو جمعہ کے لیے نہ آئے، اس کا کیا کرنا ہے؟ اس پر وہ خاصا پریشان ہوا اور کہنے لگا یہ بات تو درست ہے کہ ۱۲۰۰ میں سے کوئی بھی نہیں آتا، مگر ۱۲۰۰ میتھیں کیسے ہوئیں؟ پھر پوچھا: اب ۱۹۹۷ء میں کیا نارگٹ طا۔ لازماً ڈبل ہو گا یعنی ۲۴۰۰۔ اب تک کتنی میتھیں ہوئی ہیں؟ کہنے لگا: ابھی تک تو کوئی نہیں ہوئی۔ یہ اپریل ۱۹۹۷ء کی بات ہے، یعنی موقع اعلان سے تین ماہ قبل۔

اب ساری جماعت خصوصاً پاکستان میں آرام کر رہی ہے۔ نارگٹ مل جاتا ہے، کام کچھ بھی نہیں ہوتا۔ لندن میں اعلان ہو جاتا ہے کہ نارگٹ پورا ہو گیا اور پھر اگلے سال کا نارگٹ ڈبل ہے۔

اب اس کھیل کے اختتام کا وقت آگیا ہے۔ ۱۹۹۸ء سے ۱۹۹۳ء تک اعلان کروہ تعداد کے مطابق ایک کروڑ دو لاکھ افراد نے قادیانی ہو چکے ہیں۔ ۱۸۹۹ء کے موقع اعلان کے مطابق اب سال تک ۲ کروڑ قادیانی ہو چکے ہوں گے۔ اب احباب جماعت کی آنکھیں کھلنے کا وقت آگیا ہے کہ وہ دیکھیں دھڑا دھڑ میتھیں ہو رہی ہیں۔ ہر ضلع کو نارگٹ ملتا ہے اور اعلان کر دیا جاتا ہے کہ پورا ہو گیا ہے۔ اب تک ہونے والی بیجنتوں کی تعداد ہر ضلع کی اصل تعداد سے کمی گنا زیادہ ہے تو کمال ہیں وہ قاریانی؟

اگر ابھی آنکھیں نہیں کھلیں تو آگے پڑھئے۔ جماعت کے اس فارمولے کے مطابق ۲۰۰۰ء میں ۲ کروڑ قادیانی ہوں گے جبکہ ۲۰۰۱ء کا نارگٹ ۳ کروڑ ہو گا اور اسی میں احتیاطی پہلو سامنے رکھ کر اعلان کیا جاتا رہا۔ ۲۰۰۱ء میں صرف ایک سال میں ۵ ارب لوگ قادیانی ہو چکے ہوں گے، جبکہ دنیا کی کل آبادی چھ ارب ہے۔ اس فارمولے کے مطابق ۲۰۰۱ء تک کل ۱۱ ارب قادیانی ہو چکے ہوں گے۔ امریکہ یورپ اور باقی دنیا کے تمام دانشور اور تمام ادارے بے بس ہو جائیں گے کہ چھ ارب تو وہ آبادی ہے جس میں کروڑوں عیسائی ہیں، کروڑوں مسلمان ہیں، کچھ ہندو، کچھ بدھ

مت کے ماننے والے وغیرہ اور اب ۱۱ ارب قادیانی بھی ہو گئے۔ گویا اب تو دنیا کی آبادی کے ارب ہو گئی ہے۔ آبادی کو کنٹرول کرنے والے، حساب رکھنے والے اور ذینما تیار کرنے والے تمام ادارے حیران رہ جائیں گے کہ جب ۱۲ سالوں میں دنیا کی آبادی تین گناہ ہو گئی ہے، جبکہ ان لوگوں کو دور بین سے بھی وہ گیارہ ارب قادیانی نظر نہیں آئیں گے۔

اگر مرتضیٰ طاہر احمد نے کوئی لحاظ نہ کیا اور ڈبل کافار مولا جاری رکھا تو ۲۰۱۰ء میں صرف ایک سال میں ۱۲۶ ارب لوگ قادیانی ہوں گے۔ یہ کسی بھی ایئٹھی دھماکے سے زیادہ دنیا کو متاثر کرنے والا دھماکہ ہو گا، کیونکہ دنیا کی کل آبادی تو چھ ارب ہے، جبکہ آئندہ دس سالوں میں صرف قادیانی ہونے والے افراد ۵۰ ارب ہوں گے جبکہ چھ ارب برقرار رہیں گے۔

اگر جماعت آئندہ اعداد و شمار کی الجھن سے بچنے کے لیے ۲ کروڑ پر اکتفا کرتی ہے اور ہر سال ۲ کروڑ کا ہی اعلان کرتی ہے تو یہ جماعت کی اساس اور نظریہ کے خلاف ہو گا کیونکہ جماعت کا بنیادی نظریہ ہے کہ یہ خدائی جماعت ہے جو بھی تحریک شروع کی جائے، وہ ضرور کامیاب ہوتی ہے۔ دنیا ادھر سے ادھر ہو جائے "خدائی تحریک" ضرور کامیاب ہوتی ہے۔ اب اگر دو کروڑ پر جماعت رک جاتی ہے تو جماعت پر حرف آتا ہے کہ اس نے کام کرنا چھوڑا دیا ہے اور تمام سرگرمیاں ماند پڑ گئی ہیں۔

اگر جماعت میں یا مرتضیٰ طاہر احمد کو مشورہ دینے والوں میں کوئی سائنس دان یا ماہر شماریات ہوا تو وہ انہیں بتا سکتا ہے کہ پہلے فارمولے (ڈبل والے) سے گراف تیزی سے اوپر کو اٹھتا ہے اور چند مرطبوں بعد بلندیوں کو چھوٹے لگتا ہے اور اب (۲ کروڑ پر اکتفا کرنے سے) یہ افقي لائن پر آگیا ہے جو جمود کو ظاہر کرتا ہے مثلاً اگر دو کروڑ سے ڈبل فارمولے کے ساتھ چلا جائے تو اسال بعد ایک سال میں ۲۰۲۳ء کروڑ قادیانی ہوں گے اور کل ۱۰ سالوں میں کل ۲۰ کروڑ قادیانی ہوں گے جو کہ اوپر والی تعداد کا ۹۹% فیصد بنتا ہے، گویا جماعت کی کارکردگی ۹۹% فیصد کم ہو گئی۔ ایسی صورت میں جماعت قادیانیہ کے خدائی جماعت ہونے کا دعویٰ غلط ثابت ہو جائے گا۔

اب صورت حال یہ ہے کہ ہر ضلع یا جماعت کی کل تعداد سے ۱۵ گنا زیادہ کا

ٹارگٹ پچھلے چھ سالوں میں مل چکا ہے اور بقول مرزا طاہر احمد کے یہ ٹارگٹ پورا بھی ہو چکا ہے۔ اب احباب جماعت کو یہ دیکھنا چاہیے کہ اگر چھ سال پہلے ان کی عبادت گاہ میں عید کے دن ۱۰۰۰ افراد آتے تھے تو کیا اب ۱۵۰۰ یا ۱۶۰۰ افراد آتے ہیں؟ اس پر غور کرنے کے بعد یقیناً ان کو مایوسی ہو گی۔ وہ دیکھیں گے کہ جماعت تو جھوٹ نہیں بول سکتی۔ اصل میں ہمارے علاقے کی جماعتوں سے ہیں۔ اور ہر تو قادریانی نہیں بڑھے۔ دوسرے شروں میں ضرور ہوئے ہوں گے۔ اب جناب آپ کے کمی رشتہ دار، دوست دوسرے شروں میں ہوں گے۔ ان سے یہی سوال پوچھئے تو پتا چلے گا کہ وہ بھی یہی سمجھ رہے ہیں کہ دوسرے شروں میں لوگ قادریانی ہو رہے ہیں۔ پورے پاکستان کا جائزہ لینے کے بعد بھی آپ جماعت کو جھوٹا نہیں سمجھیں گے کیونکہ آپ کے خون میں یہ شامل کر دیا گیا ہے کہ قادریانی جھوٹ نہیں بولتے، حالانکہ بات بالکل الٹ ہے۔

اب اگر آپ کے دوست رشتہ دار لندن (انگلینڈ) میں ہوں تو ان سے پوچھیں کہ آپ کے علاقے میں کتنے انگریز (گورے) پچھلے سالوں میں قادریانی ہوئے ہیں تو یقیناً آپ کو سخت مایوسی ہو گی۔ ان کا جواب ہو گا کہ دوسرے ملکوں میں ہو رہے ہیں۔ اب خود غور کریں کہ جماں مرزا طاہر احمد پندرہ سال سے مقیم ہیں۔ جماں جماعت کا ہیئت کوارٹر بننا ہوا ہے، وہاں پر بھی اگر ٹارگٹ پورا نہیں ہوا اور جس ملک میں پہلے ہیئت کوارٹر تھا یعنی پاکستان، اس میں بھی ٹارگٹ پورا نہیں ہوا تو پھر دو کروڑ نی ہونے والی حصیں کمال ہوئی ہیں؟ کسی ایک افریقی ملک میں تو ہو نہیں سکتیں، کیونکہ ان ملکوں کی تو اپنی آبادی ہی کم ہے اور اگر اس مقدار کو ۵/۶ ملکوں میں تقسیم کر دیا جائے تو یہ ایک چیران کن خبر بنتی ہے، جس نے پوری دنیا کو ہلا کر رکھ دینا تھا کہ ان ملکوں کی ایک چوتھائی آبادی قادریانی ہو گئی ہے۔

جب پاکستان کی جماعتوں کو ہر سال ٹارگٹ مل رہا ہے اور وہ پورا بھی نہیں ہو رہا تو ٹارگٹ کے مکمل ہونے میں اچھی خاصی کمی ہوئی تھی، مگر اعلان تو ہوتا ہے کہ ٹارگٹ پورا ہو گیا ہے۔ یہ جماعت کا ایسا جھوٹ ہے جس کا پول کھلنے والا ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ اس جماعت سے قادریانی حضرات کو ایک بڑا سارا ملتا ہے۔ مورال بڑھتا

ہے اور قادریانیت کو چھوڑنے کے لیے پرتو لئے والے حضرات کچھ دیر کے لئے پروگرام ملتوي کر دیتے ہیں، مگر جب جماعت کا تعلیم یافتہ اور باشور طبقہ یہ دیکھے گا کہ ایک ایسی جماعت، جس کا دعویٰ ہے کہ اسلامی تعلیم کا حسین نمونہ اس جماعت میں ہے، اس کا یہ حال ہے کہ وہ بڑا "سنجیدہ جھوٹ" بول رہی ہے تو یقیناً پھر جو ق در جو ق قادریانی لوگ اسلام میں داخل نہیں ہوں گے؟

اگر آپ کسی ایسے گاؤں کا جائزہ لیں جہاں ۵ / ۷ گھر قادریانیوں کے ہوں تو آپ کو یہ بات ضرور ملے گی کہ فلاں فلاں گھریا خاندان قادریانی ہوتا تھا، پھر بعد میں مسلمان ہو گیا۔ فلاں گھر میں قادریانی عورت آئی اور بعد میں مسلمان ہو گئی۔ فلاں عورت نے قادریانی مرد سے شادی کی مگر اس عورت کے اثر سے مرد بھی مسلمان ہو گیا۔ شاید ہی کسی گاؤں میں یہ بات سامنے آئے کہ فلاں خاندان مسلمان تھا اور بعد میں قادریانی ہو گیا۔

اصل بات یہ ہے کہ جب کوئی آدمی نیا "شوہ" چھوڑتا ہے، مذہبی آئندہ یا دین تھے تو خاصے لوگ اس کے گرد جمع ہو جاتے ہیں، پھر جب حقیقت ان کے سامنے کھلتی ہے تو وہ آہستہ آہستہ پیچھے ہٹتے چلے جاتے ہیں۔ مرتضیٰ غلام احمد قادریانی نے جب امام مسیح اور مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تو رسالت کے لوگوں نے (جو یقیناً ان پڑھ تھے) اس پڑکشش نعروں کو سنتے ہی بغیر کسی تحقیق کے فوراً قبول کر لیا، کیونکہ مسلمان تو امام مسیح کے مختار تھے، جو نبی پاچلا کہ ایسا کوئی دعوے دار آگیا ہے تو فوراً قبول کر لیا۔ مرتضیٰ قادریانی نے ۱۸۸۹ء میں باضابطہ بیعت کا آغاز کیا تو ۱۹۰۲ء تک اچھی خاصی جماعت پیدا کر لی۔ جملہ میں مولوی بربان الدین صاحب معلمی جو نیا محلہ میں ایک مسجد کے امام تھے، ۱۸۹۱ء میں بیعت کر آئے اور آکر اپنے شاگردوں کو بھی قادریانیت میں شامل کر لیا۔ محمود آباد کے تمام بڑے اس مسجد میں قرآن وغیرہ پڑھنے جایا کرتے تھے۔ وہ سب مولوی بربان الدین صاحب کی وجہ سے قادریانی ہو گئے۔ نبوت کا دعویٰ تو مرتضیٰ قادریانی نے ۱۹۰۲ء میں کیا۔ جب مولوی بربان الدین صاحب اور دیگر لوگ مرتضیٰ قادریانی کو اپنا پیر مان چکے تھے تو انہوں نے اپنے پیر صاحب کے نئے دعویٰ کو عقیدت کی وجہ سے مسترد نہ کیا، پھر مرتضیٰ قادریانی کی ظالی و بروزی اصطلاحات نے کسی کو بھی انکار نہ

کرنے دیا کیونکہ ان کی نئی اصطلاحات نے علماء کو سختیوں کر دیا۔ مرتضیٰ قادریانی کی وفات کے بعد جماعت کے افراد آہستہ آہستہ چھوٹتے چلے گئے، مگر اس دوران چندوں کے لامتناہی سلسلہ نے ایک ایسے نظام کو جنم دیا جو وقتاً فوتاً مرکز سے انسپکٹر آکر چندہ جمع کرنے، حساب چیک کرنے اور جماعت کو منظم رکھنے اور جماعت سے دور افراد کو چندہ دہندگان میں شامل کرنے کے لیے ان کے گھروں تک بار بار چکر لگا کر جماعت کے قریب کرنے کا سبب بنا۔ ۱۹۱۳ء میں مرتضیٰ غلام احمد کے بڑے صاحبزادے مرتضیٰ بشیر الدین محمود احمد جو کہ اس وقت ۲۵ سال کے تھے، مرتضیٰ قادریانی کے دوسرا جانشین (خلفیہ) بنے۔ انہوں نے جماعت کو منظم کرنے میں بہت اہم کردار ادا کیا۔ نئی تنظیمیں، نئے ادارے، نئے چندے اور نئی نئی سکیمیں شروع کیں۔ ۱۹۲۵ء میں ان کی وفات تک منظم ہو چکی تھی۔ اس کے بعد مرتضیٰ ناصر احمد کے دور میں جماعت کم ہونا شروع ہو گئی۔ ۱۹۲۷ء میں پورے پاکستان میں جماعت جوش پیدا کر دیا۔ انہوں میں مرتضیٰ طاہر احمد نے انتظام سنبھالا تو جماعت میں زبردست جوش پیدا کر دیا۔ انہوں نے جماعت کو یہ فلسفہ دیا کہ اگر صرف ۱۰ نیصد آبادی قادریانی ہو جائے تو حکومت جماعت کے ہاتھ آسکتی ہے۔ ۱۹۸۲ء تا ۱۹۸۳ء ہر جماعت میں تبلیغ کے لیے ایک زبردست جوش پیدا کر دیا۔ ہر جوان کو ایک ایک قادریانی کرنے کا ٹارگٹ دیا گیا۔ ہر فرد کو اپنے گھر میں غیر قادریانیوں کو چائے وغیرہ کی دعوت پر بلا کر تبلیغ کرنے کا پابند کیا اور جماعت نے بھی اس پر پوری طرح عمل کر کے خوب مخت کی مگر نتیجہ مایوس کن رہا۔ راقم اس وقت چنگاب یونیورسٹی کے قادریانی طلباء کا قائد (زعیم) تھا اور علامہ اقبال ناؤں، گارڈن ناؤں اور ماذل ناؤں پر مشتمل جماعتی قیادت کا ایک اہم رکن تھا، لہذا یہ باشیں ذاتی علم اور مشاہدے پر بنی تھیں۔

اب صورت حال یہ ہے کہ باقی ماندہ قادریانیوں کی چار نسلیں گزر چکی ہیں اور اب نئی نسل جو کہ نسل در نسل قادریانی ہے، اس کا جماعت چھوڑنا خاصاً تکلیف دہ ہے۔ جس طرح ایک ہندو کے گھر میں پیدا ہونے والا ہندو نہ ہب کو ہی سچا سمجھتا ہے، بے شک وہ اعلیٰ تعلیم حاصل کر لے، دہرہ اپنے غیرہ بھی نظریہ پر قائم رہتا ہے۔ پارسی، سکھ، عیسیائی اور یہودی گھرانوں میں پورش پانے والے افراد اپنے اپنے

نہ ہب پر قائم رہتے ہیں۔

قادیانی یہ جانتے ہیں کہ جماعت میں چندوں کی بھرمار پر بڑا زور ہے مگر اسلام کا بنیادی رکن زکوٰۃ بالکل نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ تحریک جدید، وقف جدید، چندہ عام اور دیگر چندوں پر امام جماعت سے کئی خطبے مل جائیں گے، مگر زکوٰۃ پر کوئی خطبہ دریافت نہ ہو گا۔ جلسہ سالانہ میں شمولیت کے لیے خطبات تو ملیں گے، مگر حج یا مناسک حج کے بارے میں کوئی خطبہ نہ ملے گا۔ جماعت کے تمام مرکزی عمدوں پر مرتضیٰ قادیانی کے خاندان کے افراد کا بقدر ہے۔ ان کے لیے کسی قابلیت کی ضرورت نہیں، جبکہ ان کے نیچے کام کرنے والے جامعہ قادیانیہ سے سات سالہ کورس کرنے کے علاوہ ۲۰ یا ۲۵ سال فیلڈ کا تجربہ بھی رکھتے ہیں۔ جماعت کے بنیادی عمدوں یعنی مقامی امیر جماعت اور اس کی مجلس عاملہ کے لیے عمدے کا انتخاب اور وہی ہو گا جو چندے کا بقایادار نہ ہو۔ بے شک وہ اخلاقی و مذہبی تعلیم کے حوالے سے کیسا ہی کیوں نہ ہو، جبکہ ایک نیک متقیٰ اسلامی شعار کا پابند اگر مالی کمزوری کی وجہ سے چھ ماہ سے زائد چندے کا بقایادار ہے تو وہ ووٹ دے سکتا ہے نہ عمدہ لے سکتا ہے۔ تقویٰ اور پرہیزگاری پر پیسے کو ترجیح ہے۔ اس کے علاوہ بہت سی دوسری جماعتی زیادتیاں زبانِ زد عالم ہیں، جن کو مضمون کی طوالت کی وجہ سے کسی اور مضمون کے لیے اٹھا رکھتا ہوں۔ ان سب خراپیوں کو جانتے ہوئے بھی وہ خاموش ہیں۔

جب سے پاکستان میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا ہے، مسلمانوں اور قادیانیوں میں خاصی دوری پیدا ہو گئی ہے۔ جہاں کوئی مسلمان قادیانی ہونے کی جرأت نہیں کرتا، وہاں قادیانی بھی اس دوری کو پار کرنے کی ہمت نہیں رکھتے۔ خدا تعالیٰ قادیانی نوجوانوں کو ہمت دے کہ وہ اس دوری کو عبور کر کے مسلمان ہو جائیں۔ آمین!



پاکستانی سمسی تو انائی کا

نظام تباہ کر دیا گیا

اسلام آباد (ضیاء اقبال شاہد خبر نگار خصوصی) حد درجہ ذمہ دار ذرائع نے پاکستان میں سمسی تو انائی کے منصوبوں کا ناکام بنانے کی ایک سازش کا انکشاف کیا ہے اور دعویٰ کیا ہے کہ اس سازش میں کتنی ملکی اور غیر ملکی عناصر شامل ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ حکومت پاکستان سارے معاملات کا جائزہ لے رہی ہے اور عنقریب ہی سننی خیز انکشافت کی توقع ہے۔ ذرائع کے مطابق اس سازش میں مرکزی کروار ایک ہندو تاجر اور ایک خاتون سائنس وان نے او اکیا ہے۔ پاکستان کے خلاف اس عالی سازش کا ابتدائی انکشاف اسلام آباد میں پاکستان ایئٹی تو انائی کمیشن کے سائنس وانوں کے ایک اجتماع میں اس وقت ہوا جب ایک وزیر مملکت کی موجودگی میں پاکستان کے ایک ممتاز سائنس وان نے اس سکینڈل کا ایک واضح اشارہ دیا۔ اسلام آباد میں وزیر مملکت سردار آصف احمد علی کی صدارت میں پاکستان نیو گلینسر سوسائٹی کا جلاس جاری تھا کہ ممتاز سائنس وان ڈاکٹر تحقیق مفتی اپنی نشت پر کھڑے ہو گئے اور انہوں نے بڑے جذباتی لمحے میں کما کہ ۸۲ کروڑ ڈالر کی اس سازش پر بھی غور کیا جائے جو سی

آئی اے کے ایک لیٹر پر ایک فیکم کمپنی کو تو انہی کے شعبے میں ایک ٹھیکہ دینے سے شروع ہوئی اور یہ سازش بھی ایک ہندو نے ترتیب دی تھی۔ وفاقی وزارت سائنس و میکنالوژی کے سب سے سینٹر سائنس و ان ڈاکٹر عقیق مفتی کے اس سوال پر اجلاس میں سناتا چھاگیا، تاہم کسی نے ان کے اس سوال کا جواب نہیں دیا۔ بعد ازاں نمائندہ جنگ نے اس اہم سائنس و ان سے رابطہ قائم کیا تو انہوں نے کہا کہ بہتر ہے کہ اس معاملے پر میری زبان نہ کھلوایے، میں نے ایک لفظ بھی آپ کو بتا دیا تو وہ مجھے قتل کر دیں گے۔ مجھے منظر سے ہٹانے کے لیے مجھ پر پسلے ہی دو حملے کیے جا چکے ہیں، مجھے ابھی خاموش رہنے دیجئے۔ ان الفاظ کے ساتھ سابق ڈائریکٹر جنرل نیشنل انٹی ثیوٹ آف سائکون میکنالوژی اور موجودہ ممبر پاکستان سائنس فاؤنڈیشن ڈاکٹر عقیق مفتی کی آنکھوں سے آنسو چھک گئے اور وہ اچانک کانفرنس ہال سے غائب ہو گئے۔ عالمی شہرت یافتہ سائنس و ان اور حکومت پاکستان کے گریڈ ۲۱ کے یہ افسر پاکستان کے ساتھ ہونے والی اس واردات کی مزید تفصیلات بتانے سے انکاری ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں بہت جلد صدر غلام الحق خان کو ایک تفصیلی خط میں تو انہی کے شعبہ میں پاکستان کے خلاف ہونے والی اس سازش سے پرده اٹھاؤں گا۔ اس اہم قوی معاملے پر جنگ کی آزادانہ تحقیق کے نتیجہ میں سننی خیز انکشافات ہوئے ہیں۔ حد درجہ ذمہ دار ذرائع نے بتایا ہے کہ نیشنل انٹی ثیوٹ آف سائکون میکنالوژی (این آئی ایس ٹی) کے ذریعہ پاکستان میں سول سیلوں اور فوٹو ولٹک سیلوں میں تجارتی پیمانے پر تیاری کو روکنے کی جس سازش کا ڈر اپ سین اب سامنے آیا ہے، اس کا آغاز ایک عشرہ پسلے ایک عالمی اجارہ دار ملک کی طرف سے کیا گیا تھا۔ اب ان عالمی اجارہ داروں کے مقاصد پورے ہو گئے ہیں، اب این آئی ایس ٹی کی تمام مشینیں اور سائنسی آلات تقریباً بے کار ہو گئے ہیں اور پاکستان سنسی تو انہی کی میکنالوژی سے محروم ہو گیا ہے۔ ذرائع نے بتایا ہے کہ ۱۹۹۳ء میں اقوام متحده کے فنڈز کے ذریعہ سائکون میکنالوژی کے لیے تعمیر ہونے والی ایک عظیم الشان بلڈنگ کا افتتاح اقوام متحده کے سکریٹری جنرل نے کرنا تھا مگر مبینہ طور پر وزارت سائنس کے اعلیٰ افسروں نے ذیڑھ کروڑ روپے خورد بردا کر لیے اور متعلقہ سائنس و ان پر وبا و ڈالا گیا کہ وہ نامکمل بلڈنگ کو مکمل قرار

دینے کا سرٹیفیکٹ جاری کریں۔ سائنس و ان کے انکار پر اسے مختلف نوعیت کی انتظامیہ کی طرف سے اذیتیں پہنچائی گئیں، تاہم پاکستانی سائنس و انوں نے سلیکون نیکنالوجی سے متعلق اقوام متحده کے مالی تعاون سے کام جاری رکھا اور سورہ میل بنانے کے پیچیدہ طریقہ کارکودس سے بارہ گنا آسان بناتے ہوئے پاکستان میں عالی منڈی کے مقابلے میں ۳۰ فیصد کم اخراجات سے سورہ میل بنا کر رکھا دیئے۔ یہ سائنس و ان انٹر نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف سلیکون نیکنالوجی قائم کرنے کے لیے اقوام متحده کی امداد سے پہلے اپنے گھروں سے میز کریاں اٹھالائے اور مانگ مانگ کر لیبارنزی قائم کی مگر پاکستانی سائنس و انوں کی ان کوششوں کو ناکام بنانے کے لیے سابق صدر رضیاء الحق کے دور کے آخری دنوں سے ملک کے اندر اور باہر سازشوں پر عمل درآمد شروع کر دیا گیا جواب بھی جاری ہے۔

امریکہ میں مقیم ایک خاتون ڈاکٹر لینی اعجاز نے اعلیٰ ترین پاکستانی حکام کے ساتھ رابطہ قائم کیا۔ اس خاتون کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس کا تعلق قاویانی گروہ سے ہے، امریکہ میں ورجینیا پولی ٹیکنیک انسٹی ٹیوٹ کی سربراہ اس خاتون نے پاکستانی حکام کے سامنے ایک اسلامی یونیورسٹی کے قیام کا ارادہ ظاہر کیا اور بتایا کہ وہ پاکستان میں سلیکون نیکنالوجی کے فروع کے لیے کروڑوں ڈالر کی سرمایہ کاری لائے گی۔ ذمہ دار ذرائع نے بتایا کہ ڈاکٹر لینی اعجاز کو پاکستان میں پہلی مرتبہ نصیا گلی میں ہونے والی ایک پاکستان سائنس کانفرنس میں ممتاز سائنس و ان پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام اور ایمی توہانی کمیشن کے سابق چیرمن مسیر احمد نے پاکستانی سائنس و انوں سے متعارف کرایا تھا۔

ڈاکٹر لینی اعجاز نے پاکستان آتے ہی سیاست و انوں اور اعلیٰ افسروں میں اپنے منصبے کا جال پھیلا دیا۔ یہ خاتون سلیکون نیکنالوجی کے ممتاز ماہر ڈاکٹر عیش مفتی کے گھر بھی گئیں اور ان کی الہیہ کو ایک لاکھ روپے مالہنہ کے عوض اپنے ادارے کے بورڈ آف گورنریز میں خدمات سرانجام دینے کی پیغامبیری کی۔ ذرائع نے بتایا کہ ڈاکٹر لینی اعجاز اپنے ساتھ دو امریکی ماہرین کو بھی پاکستان لے آئی۔ یہ خاتون حکومت پاکستان کے ساتھ ۲۶ کروڑ روپے کے ایک ایسے منصبے کو حصی شکل دینے لگی جس پر عمل

درآمد کے بعد حکومت پاکستان سلیکون نیکنالوجی یا دیگر متعلقہ شعبہ میں پاکستان میں ڈاکٹر لئنی اعجاز کے گروپ کے علاوہ کسی دوسرے کو کام نہیں کرنے والے گی۔ ذمہ دار ذرائع نے بتایا کہ اس خاتون کے ایماء پر پاکستان میں بینکرز کنسورٹیم قائم کر دیا گیا۔ اس خاتون نے حکومت پاکستان کو یہ یقین دہانی بھی کرانی کہ وہ پاکستان میں تجارتی پیمانے پر سول ریل بنائے گی اور سرکاری سطح پر سول ریل کی تیاری کا کام ختم کر دیا جائے۔ ذمہ دار ذرائع نے بتایا کہ پاکستان کے تین اہم سائنس دانوں نے اس خاتون کے منصوبے کی مخالفت کی اور یہ موقف اختیار کیا کہ اس طرح پاکستان میں مقامی سطح پر سائنس و نیکنالوجی کا عمل رک جائے گا مگر کسی نے ایک نہ سنی۔ جب اس خاتون نے پاکستان میں سائنس و نیکنالوجی کے فروغ کا سرکاری عمل رکوا دیا تو امریکے میں اس خاتون کو ایک فرماڑ کے کیس میں گرفتار کر لیا گیا، تاہم اس وقت تک پاکستان کے سرکاری اداروں میں اس سلسلے میں سائنسی تحقیق کا عمل رک کر رہ گیا تھا۔ ذمہ دار ذرائع نے بتایا کہ مقامی سطح پر سول ریلوں کی تیاری کے منصوبے کو سیوتاش کرنے کے سلسلے میں ایک اہم کارروائی سابق وزیر اعظم کے دور میں بھی ہوئی جبکہ کمار ناہی ایک ہندو ایک عرب شزادے کا مینچر بن کر پاکستان آیا اور اس نے اعلیٰ ترین پاکستانی حکام کو سول ریل کے سلسلے میں یہ تجویز پیش کی کہ وہ ۳۰۰ میگاوات کے سول درآمد کر کے پاکستان لائے گا۔ اس مقصد کے لیے اینٹاک ناہی ایک کمپنی کو متعارف کرایا گیا اور اس کمپنی نے بہت سے پاکستانی افسروں کے بیرون ملک دورے کرائے اور سول ریل درآمد کرنے کے لیے لیٹر آف ائینیٹ کے حصول کے لیے راہ ہموار کر لی۔ یہ فرم پاکستان ایئٹی توانائی کمیشن کے ایک سابق ملازم کو بھی بطور معاون اپنے ساتھ لائی تھی۔ کمپنی نے حکومت پاکستان کے ساتھ کافی دنوں پر معاملہ کیا کہ چھ سال کے لیے ۸۳۰ ملین ڈالر کا قرضہ اس کمپنی کو عالمی ذرائع سے دلایا جائے گا۔ اس کمپنی نے پاکستان میں سول ریل بنانے کی ایک فیکٹری قائم کرنے کا ارادہ بھی ظاہر کیا۔ ذمہ دار ذرائع نے بتایا کہ اس پیشکش کے بعد مقامی سطح پر سول ریل بنانے کے لیے کوشش کرنے والے پاکستانی سائنس دانوں کے ساتھ زیاد تر شروع ہو گئیں۔

نیشنل ائٹی ٹیوٹ آف سلیکون نیکنالوجی کے اس وقت کے ڈائرکٹر جزل ڈاکٹر

عینیق مفتی کو کھلے الفاظ میں کہا گیا کہ اگر آپ نے سول سیل بنانے کی کوشش کی تو ہم آپ کو دنیا کے لیے عبرتاک مثال بنا دیں گے۔ ذمہ دار ذرائع نے بتایا کہ کمار ناہی ہندو سعودی شزادے کے میمنج کے طور پر حکومت پاکستان کے افسروں کو سول سیل کی فیکٹری کے قیام کا جھانسہ دیتے رہے، اور بعد ازاں جب اس کمپنی کو ۱۰۰ میگاوات کے سول سیل بنانے کی فیزیبلٹی رپورٹ پیش کرنے کو کہا گیا تو وہ کمپنی انکار کر کے واپس چلی گئی۔ ذرائع نے بتایا کہ عالمی اجراء دار ایک ہندو کے ذریعہ پاکستان میں سول سیل کے منصوبوں کو سیوتاڑ کرنا چاہتے تھے اور اپنا کام سرانجام دے کر چلے گئے۔ ذمہ دار ذرائع نے بتایا کہ پاکستان میں سلیکون نیکنالوجی کے ماہر ڈاکٹر عینیق مفتی ان دنوں اسلام آباد کی پاکستان فاؤنڈیشن کے ایک گوشے میں بیٹھے ہیں۔ سائنس دانوں کی برادری میں انہیں شہید سائنس دان قرار دیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کو درجنوں عالمی فورموں میں شرکت کے دعوت نامے ملتے ہیں لیکن کہا جاتا ہے کہ انہیں عالمی کانفرنسوں میں شرکت سے روکنے کی تدابیر کی جاتی ہیں۔ پاکستان میں مشی توatalی کے منصوبوں کو سیوتاڑ کرنے کے سلسلے میں ہونے والی عالمی سازشوں سے متعلق مندرجہ سننی خیز امکشافتات کی توقع ہے۔

بہ شکریہ روزنامہ ”جنگ“ لاہور
۱۹۹۲ ستمبر



تھیم کشمیر

ایک خطرناک سازش

امریکہ، پاکستان اور بھارت کے درمیان متأزعہ مسئلہ کشمیر کے حل کے لئے سرگرم ہو گیا ہے اور امریکہ میں قائم کشمیر ٹڈی گروپ نے کشمیر کی تقسیم اور لائن آف کنٹرول کی نئی حد بندی کے سلسلے میں تفصیلی رپورٹ تیار کر کے پاکستانی اور بھارتی حکام کے حوالے کر دی ہے۔ یہ منصوبہ جو تجاویز، نقشوں اور اعداد و شمار پر مشتمل ہے، اس میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ پاکستان اور بھارت کے درمیان موجودہ کنٹرول لائن کی کوئی پیدائشی منطق نہیں ہے۔ اس منصوبے کے مطابق ریاست میں جغرافیائی تبدیلیوں کو علاقائی ایڈجسٹمنٹ (Adjustment) کا نام دیا گیا، جس میں نوٹل ۱۸۹۵ مربع کلومیٹر کے علاقے کو اور ۵۰ لاکھ ہزار کی آبادی کو شامل کیا گیا ہے۔ منصوبے کے تحت بھارت کے زیر کنٹرول علاقے کا ۲۵۰۱ مربع کلومیٹر کا علاقہ اور اس کی ۵ لاکھ ۸۵ ہزار آبادی پاکستان کو منتقل کی جائے گی جبکہ پاکستان کے زیر کنٹرول علاقے میں سے ۳۶۷ مربع کلومیٹر کا علاقہ اور اس کی چودہ لاکھ پانچ ہزار کی آبادی بھارت کے حوالے کی جائے گی۔ اس رپورٹ میں جس کو

”کشمیر اے وے فارورڈ“ (Kashmir a Way Forward) کا نام دیا گیا ہے، کما گیا ہے کہ ان مجوزہ جغرافیائی تبدیلیوں سے پاکستان کا نیلم کش دریائے گنگا اور پونچھ کے علاقے پر کنٹرول محفوظ ہو جائے گا۔ پانی کی بہترین منصوفانہ تقسیم کے لیے یہ منصوبہ انتہائی اہم ہے کہ بھارت کی شمالی نیشنل ہائی وے اور خصوصاً کارگل کے علاقے میں گزرنے والی شاہراہ کی سلامتی محفوظ ہو جائے گی، جبکہ بھارت اوڑی ہائیڈرو الیکٹرک پاور پراجیکٹ کو محفوظ بنانے کے لیے بھی علاقے کی وسعت کا فائدہ اٹھاسکتا ہے۔

کشمیر مذہبی گروپ جسے امریکی ارائیکین کانگرس کی اکٹریت اور امریکی محکمہ خارجہ کی حمایت حاصل ہے، مسئلہ کشمیر کو حل کرنے کے لیے دو علیحدہ کشمیری ریاستوں کے قیام کے منصوبے پر محسوس کام کر رہا ہے۔ اندریں صورت حالات، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پاکستان کا تازعہ کشمیر کے حل کا موقف کیوں، کب اور کیسے کمزور ہوا؟ اقوام متحده کی قراردادیں برائے حق خود ارادت کشمیر، طاق نیاں پر کیسے چلی گئی؟

اقوام متحده دو الفاظ ایسے ہیں کہ دنیا بھر کے سیاسی مدبر، ارباب علم و دانش اس مرکب کے معنی ذہن میں رکھ کر مسئلہ کشمیر کے بارے میں سوچنے کی زحمت گوارہ نہیں کرتے۔ یہ کتنی مضمک خیز اور الفاظ کی کھلی توپیں ہے کہ پچاس کے ہندسے کو چھوٹے والی اقوام متحده کا ادارہ، خود کو متحد کئے اور اپنے دور کن ممالک کو برسوں سے باہم دست و گرباں ہوتا دیکھتا رہے۔ مستحق اور دعویدار رکن کے حقوق کو تسلیم کرنے کے بعد بھی اس کے حق میں صداقت کا نغمہ نہ لگائے، بلکہ اقوام متحده کے لیے مسلسل بد نتی کا باعث بتا چلا جائے اور تمام تین حقائق کے باوجود اسے انہی دو مظلوم افظوں سے یاد کیا جائے۔ اقوام متحده، فیال النعجم۔

گھات میں صیاد ہے

سیاسی سمجھ بوجھ رکھنے والے اہل فکر و نظر کے لیے یہ راز، اب راز نہیں رہا

کہ مغربی طاقتیں مسئلہ کشمیر کو حل کرنے کے نام پر ایک ایسا منصوبہ تیار کیے بیٹھی ہے، جس کا اصل مقصد کشمیر کی تقسیم ہے۔ یہ تقسیم صرف اور صرف بھارت کے مفاد میں ہوگی۔ تقسیم کشمیر کا یہ منصوبہ نیا نہیں بلکہ بہت پرانا ہے۔ اس پرانے منصوبے کو نئے رنگ و روغن کے ساتھ قابل عمل بنانے کے لیے کچھ ایسی طاقتیں بھی سرگرم عمل ہیں، جن کا بظاہر کشمیر سے کوئی تعلق نظر نہیں آتا۔ ایسی ہی ایک طاقت، قادریانی جماعت بھی ہے جو ان دونوں مقبوضہ کشمیر میں خاصی سرگرم ہے۔ مقبوضہ کشمیر میں سرگرم قادریانیوں کے اسرائیل سے روابط اب ڈھکے چھپے نہیں رہے۔

دجال قادریانی مرتضیٰ غلام احمد قادریانی نے اپنی کتابوں میں دعویٰ کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اور آنے والا مسح میں ہوں۔ اپنے جھوٹے دعوے کو صحیح ثابت کرنے کے لیے قادریانی دعویٰ کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انتقال کشمیر میں ہوا اور ان کی قبر سری نگر کے قریب واقع ہے۔ قادریانی گزشتہ ایک سو سال سے کشمیر میں اپنے قدم جمانے کی کوشش میں ہیں اور اس مسئلے میں کہتے ہیں کہ مسح اول کشمیر میں دفن ہے جبکہ مسح موعود کے دم سے کشمیر ایک مشتمل ملک بنے گا۔ مرتضیٰ غلام احمد قادریانی نے مہاراجہ پر تاب عنکھ کے دور میں اپنے ایک پیروکار حکیم نور الدین کو ریاستی مشیر بنوایا اور کشمیر میں اپنا کام شروع کیا لیکن ۱۸۹۲ء میں مہاراجہ پر تاب عنکھ نے حکیم نور الدین کو ریاست سے نکال دیا کیونکہ وہ تمام اہم عمدوں پر قادریانیوں کو فائز کروارہتا ہا۔

قادریانیوں نے کشمیر میں گھنے کی دوسری کوشش ۱۹۳۱ء میں کی جب مرتضیٰ غلام احمد قادریانی کا بیٹا مرتضیٰ بشیر الدین کشمیر کمیٹی کا سربراہ بن بیٹھا۔ ۱۹۳۷ء میں تقسیم ہند کے لیے انگریزوں کا مقرر کردہ حد بندی کمیشن گوردا سپور پنجا چوتھا قادریانیوں نے خود کو مسلمانوں سے علیحدہ ظاہر کیا اور مسلمانوں کا تناسب کم کروا دیا۔ گوردا سپور بہت اہم ضلع تھا کیونکہ یہ بھارت اور کشمیر میں واحد زمینی رابطہ تھا۔ قادریانیوں کی ملی بھگت سے انگریزوں نے گوردا سپور بھارت کے حوالے کر دیا۔

محابدین نے کشمیر کے کئی علاقوں فتح کر لیے تو پاکستانی فوج کے انگریز کمانڈر

انچھے جزل گریسی نے قادیانیوں پر مشتمل فرقانِ رحمت تشكیل دے کر جموں کے مجاز پر بھاولی۔ یہ پہلیں ریاست جموں و کشمیر پر قادیانی جہنڈا لرانے کے لیے قائم ہوئی۔ ۱۹۴۷ء میں اکٹھاف ہوا کہ اسرائیلی فوج سینکڑوں قادیانیوں کو تربیت دے رہی ہے۔ اسرائیل اور قادیانیوں کی قربت کا اندازہ اس حقیقت سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ اسرائیل میں قادیانیوں کے دفاتر کئی دبائیوں سے کام کر رہے ہیں۔ قادیانی کشمیریوں کو یہودی النسل قرار دے کر اسرائیل کی ہمدردی حاصل کر چکے ہیں اور لندن میں بیٹھے ہوئے قادیانی دانشور، اسرائیل کی مدد سے کشمیر میں خوب کام کر رہے ہیں۔ انتہائی باخبر ذرائع کے مطابق قادیانیوں کی سرگرمیوں کا مرکز سری نگر ہے اور وہ خود مختاری کے نظریے کو فروغ دے رہے ہیں۔ اس نظریے کا مقصد متحده جموں و کشمیر کی خود مختاری نہیں، بلکہ صرف اور صرف وادی کی خود مختاری ہے۔

مقبوضہ جموں و کشمیر میں ضلع وار ریفرنڈم کی تجویز اقوام متحده کے ایک نمائندے مسٹر ڈسکن نے ۱۹۵۰ء میں بھی پیش کی تھی۔ اب ۵۰ سال بعد قادیانی دانشور ایک دفعہ پھر اس منصوبے کو سامنے لارہے ہیں۔ ضلع وار ریفرنڈم سے لداخ اور جموں، بھارت کے پاس جائے گا۔ آزاد کشمیر، پاکستان کے پاس رہے گا اور سری نگر خود مختار بن جائے گا، جہاں قادیانی اقتدار میں شامل ہو کر بھارت کے ساتھ جا طیں گے۔

یاد رہے کہ اگر کشمیر تقسیم ہو جائے تو اس تقسیم سے مسلمانوں کو کچھ نہ ملے گا، جو کچھ بھی لینا ہے، وہ سری نگر اور گرد و نواح میں موجود اتنی فیصد قادیانی لیں گے۔ ہم محض قادیانیوں پر لعن طعن کر کے تقسیم کشمیر کی میں الاقوامی سازش کو ناکام نہ بنانا پائیں گے، بلکہ اس سازش کو ناکام بنانے کے لیے ان مسلمان لیڈروں کا گریبان بھی پکڑنا ہو گا جو بالواسطہ یا بالواسطہ طریقے سے مغربی طاقتوں اور قادیانیوں کے ہاتھوں استعمال ہو رہے ہیں۔ کشمیر تقسیم ہو گیا تو سری نگری ایئرپورٹ پر کھڑے اسرائیلی طیارے پاکستان کے ائمہ پروگرام کے لیے ایک مستقل خطروں بن جائیں گے۔

خلافت، ملوکیت یا انسانیت پر ظلم

ایک قاریانی جماعت قادریانیہ کی اندر رونی کمانی سناتا ہے:

جب سے دنیا معرض وجود میں آئی ہے، اس وقت سے اچھے اور بُرے لوگ اس دنیا میں آتے رہے اور یہ سلسلہ ابھی تک جاری و ساری ہے۔ آئیے میں آپ کو آگاہ کروں کہ مرزا طاہر اور اس کے مفاد پرست ٹولے نے کس طرح انسانیت پر ظلم کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ یہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ ان کے ظلم و ستم سے تنگ آکر میں نے جماعت احمدیہ کے اندر ایک نئی تحریک ڈبل مظلوم کا آغاز کیا ہے تاکہ انسانیت کو ظلم سے بچالیا جاسکے کہ جو افراد جماعت احمدیہ کے جال میں پھنس چکے ہیں، ان کی مدد کی جائے اور جو ابھی اس جماعت میں شامل ہونے کا خیال رکھتے ہیں، ان کو آگاہ کیا جائے کہ آپ اپنے پسلے عقائد پر ہی قائم رہیں، اسی میں آپ کی بھتری ہے۔ اگر پھر بھی کوئی جنوں جس پر جماعت احمدیہ کا اثر ہو چکا ہے اور میرے موقف سے متفق نہیں ہے، اس کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ جو حال ہمارے ساتھ ہو رہا ہے، وہی کل آپ کے ساتھ ہونا ہے بشرطیکہ آپ نیک سیرت اور سعید فطرت روح رکھتے ہوں۔ آپ کی آگاہی کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ جناب اگر میں فوت ہو جاتا ہوں تو میرے جنازے کو کوئی انسان ہاتھ لگانے کے لیے تیار نہیں۔ اگر اس سے

بڑا دنیا میں کوئی اور ظلم ہے تو مجھے بھی آگاہ فرمائیں۔ چونکہ میرے عقائد جماعت احمدیہ والے ہیں اور دوسری طرف ان کے ظلم و ستم کی وجہ سے مجھے ان سے اختلاف ہو چکا ہے، جس کے میرے پاس ٹھوس ثبوت موجود ہیں۔ آپ یہ جان کر حیران ہوں گے جب میں نے اپنی ظلم و ستم اور درود بھری و استان مرزا طاہر صاحب کو بڑے ادب و احترام کے ساتھ لکھی تو جواب آتا ہے کہ خبردار! آئندہ مجھے خط نہ لکھیں۔ کیا خلیفہ ایسا ہوتا ہے؟

اب کون احمدی ہے جو اپنے خلیفہ کی اس قسم کی تحریر پڑھنے کے بعد مجھ سے تعلقات رکھے گا۔ چونکہ جماعت احمدیہ کے افراد کی تربیت ہی اس طرح کی جاتی ہے کہ کوئی فرد بھی اپنے خلیفہ کے خلاف یا بیش تقدیم کرنے کے لیے تیار نہیں۔ وہ ہر لفظ خلیفہ کے منہ سے نکلنے والا خدائی آواز سمجھتے ہیں۔

یہ کہاں کا انصاف ہے کہ ایک حاضر سروس ہیڈ ماسٹر صاحب کے گھر جماعتی خرچہ پر ڈش لگوادی جاتی ہے جبکہ اس کے حقیقی بھائی کی غربت کا یہ عالم ہے کہ اس بیچارے نے گھر کی سلامی مشین بیچ کر اپنے بچے کا داخلہ بھجوایا ہے۔ ایک اور صاحب جس کے بچے بھی جرمنی گئے ہوئے ہیں اور اچھا بھلا زمیندار بھی ہے، اسے زنا کیس میں ۳۵ ہزار کی رقم ربوہ خزانے سے مدد دے دی گئی۔ جب کہ دوسری طرف ایک ہومیو پیتھی کا طالب علم جو سب کچھ چھوڑ کر ان میں شامل ہوا ہے، اس کی تعلیم کے لیے جماعت احمدیہ اسے نظر انداز کر دیتی ہے جو ضلع بھر میں اول پوزیشن حاصل کرتا ہے، جو زمانہ طالب علمی میں ہی ایک ایسی مجبور و بے کس بچی جس کو ہر طرف سے مایوس لوٹا پڑا، یہ طالب علم اسے گیارہ گھنٹوں کے اندر اندر قوت گویائی واپس آنے کی پیش گوئی کر دیتا ہے۔ اللہ کے فضل و کرم کے ساتھ ایسا ہی ہوا۔

(روزنامہ وفاق لاہور مورخ ۱۳ اگست ۱۹۹۶ء)

ایسے طالب علم کی تعلیمی امداد کے لیے میری عزیز جماعت احمدیہ کے پاس کچھ بھی نہیں، جس کے وجود سے بنی نوع انسان کو فائدہ پہنچ رہا ہے حالانکہ وہ طالب علم جب صاحب حیثیت تھا، ان کو اپنی آمنی میں سے باقاعدگی کے ساتھ چندہ ادا بھی کرتا رہا۔ ستم ظرفی یہ کہ اس بیچارے کے دیئے ہوئے چندہ میں ہی سے کچھ اس کی مدد کر

دی جاتی، مگر ایسا نہیں ہوا، چونکہ ظلم کرنے والے کا دل پھر ہو جاتا ہے اور عقل کے تمام خالی ہو جاتے ہیں۔ دوسری طرف یہودی ممالک میں جماعت احمدیہ نے مفت ہسپتال اور سکول کھول رکھے ہیں۔ ثابت یہ کیا جاتا ہے کہ ایسا انسانی ہمدردی کے تحت کیا جاتا ہے۔ کیا یہ تم طرفی نہیں ہو گی کہ جو جماعت احمدیہ میں شامل ہو چکے ہیں، ان کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے بلکہ خدا نخواستہ اگر کوئی لکھ کر مدد کے لیے فرماد کرتا ہے تو اٹا اس کا نماق اڑانے میں لذت محسوس کی جاتی ہے۔ اصل ان کا مقصد پیسے کے زور سے لوگوں کو اپنے عقائد میں شامل کرنا ہے۔

ربوہ دار الفیافت میں لنگرخانہ جاری ہے جس میں ہر خاص و عام کھانا کھا سکتا ہے۔ یہ فیض عام ۲۲۳ گھنٹے جاری رہتا ہے، مگر مزے کی بات یہ ہے کہ جو لوگ اس جماعت میں شامل ہو چکے ہیں، ان میں سے بعض تو عید کے دن بھی ایک گوشت کی بوٹی کو ترس رہے ہیں۔ بعض تو فاقہ کشی کا شکار ہیں۔ خود میری بے بسی کا یہ عالم تھا کہ بعض دفعہ میرے بچوں کو پانی کے ساتھ روٹی کھا کر سکول جانا پڑا۔ جس گذریے کو اپنی بھیڑوں کا ہی علم نہیں، کیا وہ گذریا کھلوانے کا حقدار ہو سکتا ہے؟

ربوہ سے تعلق رکھنے والے ایک ایسے شخص کی واسطان جس کی غربت کا یہ عالم تھا کہ وہ بیچارہ بنیان اور انڈرویز پہنچے ہوئے تھا، تیرا کوئی اس کے پاس کپڑا نہیں تھا، جماعت احمدیہ کے کارکن چندہ لینے کے لیے اس کے دروازے پر دستک دیتے ہیں۔ گھروالا سوال کرتا ہے کہ آپ چندہ لے کر کیا کرتے ہیں؟ جواب ملتا ہے کہ غباء اور بیواؤں پر خرچ کیا جاتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ پھر آج مجھ سے زیادہ دنیا میں کوئی غریب نہیں۔ جھپٹ کران سے وصول شدہ چندہ چھین لیتا ہے، جو اس وقت تقریباً ۲۰ روپے بنتے تھے اور ان سے کہتا ہے کہ میرے گھر میں کھانے کے لیے کچھ بھی نہیں۔

اگلے روز اسے جماعت کے ایک عمدیدار جناب بھائیڑی صاحب کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ وہ بیچارہ ان کے سامنے بنیان اور انڈرویز میں پیش ہوتا ہے۔ اس انسان نے ان کی یہ کرتوں میں دیکھیں۔ اس نے جماعت احمدیہ کو ہمیشہ کے لیے خیر باد کہہ دیا ہے اور ربوبہ شرستک چھوڑ دیا ہے۔

ذرا سمجھیدگی کے ساتھ سوچئے، مرتا طاہر کی بیٹی کی شادی جو دش انشیتا پر دو گھنے
ٹلی کاٹ کی گئی، اس پر کتنا خرچ آیا ہو گا۔ کیا خوب ہو تاکہ اس رقم سے ہزاروں
غیرب پچیاں بیانی جاتیں۔

دراصل مرتا طاہر کو اپنی بچپن والی غربت بھول چکی ہے جب ان کا فزیکل
امبوجیش والا نیچرا چکن اتار کر (لی۔ لی) کرنے کے لیے کہتا ہے تو مرتا طاہر فاموش
کھڑا رہتا ہے۔ جب اچکن اتاری گئی تو نہ نیچے بنیان اور نہ ہی قیص تھی۔ آج غریب
اگر اسے خط لکھتا ہے تو کہتا ہے کہ خبردار! آئندہ مجھے خط ہی نہ لکھیں۔

جب میں نے غریب احمدیوں کے حق میں تحریک کا اعلان کیا تو مجھے مرتا طاہر
اور اس کے مفاد پرست ٹولے کی طرف سے ۲۰ ہزار روپے کی رقم پیش کی گئی، مگر
میں نے یہ رقم ٹھکرا دی۔ چونکہ یہ امداد انسانی ہمدردی کی خوبیوں سے خالی تھی، بلکہ
غیرب و بے کس افراد کی ہمدردی میں اٹھنے والی آواز کو دیانا مقصد تھا۔

بطریق اختصار اگر یہ عاجز اپنے موقف میں جھوٹا ہو تو ہرگز مرتا طاہر اور اس
کے مفاد پرست ٹولے کو مقابلہ کی دعوت نہ دیتا۔ اس مقابلہ کے نتیجہ میں مرتا طاہر کا
پاکستان میں قائم مقام امیر (مرا گیا)، اور ان دونوں مرتا طاہر بھی ایک ایسی شدید بیماری
(آرٹریوسکلیروس) کے مرض میں بہلا ہو چکا ہے جس کا اکٹشاف جماعت احمدیہ کے
اخبار «الفضل» نے مورخہ ۹۸-۳-۵ کو کیا۔ دیکھیں خدا کس کے ساتھ ہے، اس
عاجز کو مقابلہ کے نتیجہ میں سرکاری سروس مل جاتی ہے اور صحت مند جسم کے ساتھ
خوش و خرم زندگی بسر کر رہا ہے۔

میری تحریک کا مقصد پیسہ اکٹھا کرنا نہیں اور نہ ہی اقتدار حاصل کرنا ہے بلکہ
میں چاہتا ہوں کہ صاحب ثروت اور صاحب حیثیت قادریانی افراد حقیقت کا غیر
جانبدارانہ جائزہ لیں اور اپنی دولت چند لیروں کے ہاتھوں میں نہ دیں بلکہ اپنے
ہاتھوں سے غریب و بے کس افراد پر صرف کریں۔ اگر آپ ایسا کریں گے تو یہ
خود بخوب شایع محلاں سے باہر نکل آئیں گے، پھر ان کی آنکھوں کے پردے کھل
جائیں گے کہ غریب کس طرح زندگی بسر کرتا ہے۔

میرا مرنا جینا صرف اور صرف مخلوق خدا سے ہمدردی اور انسداد بے رحمی

انسانیت ہے۔ میرا مقصد یہ ہے کہ اپنا نقصان کر کے بھی دوسروں کو فائدہ پہنچایا جائے۔ میں چاہتا ہوں کہ کسی صاحب کو یہ احساس ہی نہ ہونے پائے کہ میں غریب ہوں۔ اس کے دروازے پر جا کر اس کی مدد کی جائے۔ کوئی غریب میری طرح عید کے دن گوشت کی ایک بولٹی کو نہ ترسے۔ کسی غریب کا بچہ مالی حالت کمزور ہونے کی وجہ سے تعلیم نہ چھوڑ دے۔ کسی غریب کی بچی جیزرا اور رشتہ نہ ملنے کی وجہ سے گھر کی دہلیز پر ہی نہ بیٹھی رہے۔ ہم سب ایسے بن جائیں جیسے ایک ماں کے پیٹ سے دو بھائی۔

۲۰۔۳۔۱۹۹۸

سردار تحریک ڈیل مظلوم احمدی
ڈاکٹر عبدالستار گاؤں جمبراں
صلح شیخوپورہ



یہودی اخبار کی تصویر نے مجھے

حیرت زدہ کر دیا

ممتاز صحافی نذریناجی کے تاثرات

بہت کم لوگوں کو معلوم ہو گا کہ میں نے ختم نبوت کی پہلی تحریک میں حصہ لیا اور قید کائی تھی۔ اس وقت تک میں نے خود مرزاں نہیں دیکھے تھے۔ استاد گرامی مولانا محمد حسن مرحوم سے سنا کرتا تھا کہ ایک گروہ ایسا ہے جس نے اپنا ایک نبی بنا رکھا ہے اور اس کے باوجود خود کو مسلمان کملوانے پر بھند ہے۔ اس وقت ہمارا سید حاسد ہما مطالبہ یہ تھا کہ ان لوگوں کو اقلیت قرار دیا جائے۔ یہ جنگ طویل عرصے تک لڑی گئی اور جناب ذوالفقار علیؑ جھٹو مرحوم کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ ان کے دور میں اس گروہ کو غیر مسلم قرار دے دیا گیا۔ کچی بات یہ ہے کہ اس سے زیادہ مرزاں کے خلاف جو کچھ بھی کہا جاتا تھا، مجھے اچھا نہیں لگتا تھا۔ میں سمجھتا تھا کہ علمائے کرام زیادتی کرتے ہیں، جو ان لوگوں کی علیحدہ سماجی پہچان اور کلیدی آسامیوں

سے علیحدگی کے مطالبے کرتے ہیں۔ میرا خیال تھا کہ یہ باقی بینیادی انسانی حقوق کا حصہ ہیں اور یہ حقوق ان لوگوں کو ملنا چاہئیں، لیکن گزشتہ روز ”نوابِ وقت“ نے ایک تصویر شائع کر کے مجھے حیرت زدہ کر دیا۔ یہ تصویر ”ریو ٹائم پوسٹ“ کے ۲۲ نومبر کے شمارے سے لی گئی ہے۔ اس میں اسرائیل کے صدر کے سامنے دو افراد مودب بیٹھے ہیں۔ ایک کا نام شیخ شرف احمد امینی اور دوسرے کا شیخ محمد حمید کاپر ہے۔ شیخ امینی اسرائیل میں اپنے گروہ کے نئے سربراہ شیخ حمید کا اسرائیل کے صدر سے تعارف کرا رہے ہیں اور مرزائیوں کو اسرائیل میں جو آزادیاں حاصل ہیں، ان پر اسرائیلی حکومت کا شکریہ ادا کر رہے ہیں۔ یہ بڑی معنی خیز تصویر ہے۔

جن لوگوں کو اسرائیل کی اصلاحیت معلوم ہے اس کا اندازہ صرف وہی لگائے ہیں کہ ایک ایسے گروہ کے ساتھ وہاں کی حکومت کے اتنے قریبی اور گھرے تعلقات کا مطلب کیا ہو سکتا ہے جن میں رخصت ہونے والے سربراہ کو اسرائیل کا صدر ذاتی طور پر الوادع کئے اور آنے والے کا خیر مقدم کرے۔ اسرائیلی حکومت دنیا کا سب سے بڑا مانیا ہے۔ اس کا ہدف دنیا بھر کے مسلمان ہیں۔ یہ محض ایک ریاست نہیں، ایک مرکز ہے۔ صیونیت کا مرکز، عالمی سرمایہ وارانہ تنظیموں کا مرکز، افریقہ اور ایشیا کی غربی اور کمزور قوموں کے خلاف سازشوں کا مرکز، امریکہ اور مغربی یورپ کے ترقی یافتہ ملکوں کے حکمران طبقوں کو اپنے زیر اثر رکھنے کے لیے منصوبہ بندی کا مرکز اور بدترین عالمی وہشت گروی کا اڈہ۔ یہ محض الزام تراشی نہیں، وہ حقائق ہیں جنہیں امریکہ اور یورپ کے اہل دانش بھی تسلیم کرتے ہیں۔

ترقی یافتہ دنیا ابلاغ کی دنیا ہے۔ آپ کی رائے، خیالات، نظریات اور سوچیں سب کا انحصار اطلاعات پر ہوتا ہے۔ حکومتوں اور اداروں کی پالیسیاں مالیاتی نظام کے تابع ہوتی ہیں۔ یہودیوں نے انہی دو شعبوں پر قبضہ جما رکھا ہے اور جس طرح چاہتے ہیں، ان طاقتوں حکومتوں کو استعمال کرتے ہیں۔ ان سے تمام فوائد اٹھانے کے باوجودو یہ ان کے بھی دوست نہیں۔ آپ کو یاد ہو گا کہ چند ہفتے قبل امریکہ میں اسرائیل کے لیے جاسوسی کرنے والے چند افراد کپڑے گئے تھے۔ یہ اپنے سرپرست امریکہ کے دفاعی راز حاصل کر رہے تھے۔ یہ اتنا بڑا واقعہ تھا کہ اگر امریکی پرلس آزاد ہوتا تو

وہاں بچل مجھ جاتی، لیکن یہودی پریس نے تیرے دن اسے خبروں سے غائب کر دیا۔ آپ شاید امریکی پریس کے آزاد نہ ہونے کی بات پڑھ کر چوکے ہوں۔ وضاحت میں صرف اتنا عرض کروں گا کہ امریکہ کے ذرائع کا غالب حصہ ہی یہودیوں کی ملکیت نہیں، پیشہ ور صحافیوں میں بھی انہی کی اکثریت ہے اور یہ لوگ اخبارات و جرائد اور دیگر میڈیا میں کلیدی آسامیوں پر قابض ہیں۔ اس کے بعد تقسیم و ترسیل کا سارا نظام یہودیوں کے قبضے میں ہے۔ یہ جب چاہیں بڑے سے بڑے اخبار کو اٹھانے سے انکار کر کے مارکیٹ سے غائب کر دیں۔ اپنی اس طاقت کا وہ خوب استعمال کرتے ہیں۔

کسی اشاعتی ادارے میں یہ جرات نہیں کہ اسرائیل کے مظالم کے بارے میں کچی رپورٹ شائع کر سکے۔ صابرہ اور شیلہ کے قتل عام انسانی تاریخ کے بدترین سفراکانہ واقعات تھے۔ ابتدائی چند روزہ خبروں کے بعد انہیں دبا دیا گیا لیکن یورپ کے دو شہروں میں چند افراد کا قتل دنیا کو جنگ کے کنارے پر لے آیا اور کچھ بعدیں نہیں کہ یہ واردات میں بھی خود یہودیوں نے کی ہوں تاکہ لیبیا پر دباؤ بڑھایا جائے جو افریقہ اور عرب دنیا میں مظلوم لوگوں کی مدد کرتا ہے۔ خود پاکستان کے پڑامن ایشی پروگرام کو دنیا بھر میں تنازعہ بنانے والے یہودی ہیں۔ یہ کمال کی بات نہیں کہ ہم جو ابھی تحقیق کے مراحل میں ہیں، دنیا بھر کے سامنے صفائیاں دینے پر مجبور ہیں اور اسرائیل جو بارہ ایشی بھوں کا ذخیرہ رکھتا ہے اور اس کا جارحیت کا ریکارڈ بھی بدترین ہے، اس کا نام تک نہیں لیا جاتا۔

ایک ایسے ملک کی حکومت کے ساتھ اتنے قرعی، خوشنوار اور دوستانہ تعلقات رکھنے والا اگر وہ مسلمانوں کا دوست ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ نہیں کہ مرزا یوسوں پر شک کرتا ہوں، میں تو اسرائیلیوں پر یقین رکھتا ہوں۔ وہ اپنے مفاد کے سوا کسی پر مہربان نہیں ہوتا۔ یہ سوچنا مسلمانوں کا کام ہے کہ ان لوگوں سے اسرائیل کیا مفاد حاصل کر رہا ہو گا؟ قارئین یقیناً اس بات سے باخبر ہوں گے کہ اسرائیل پاکستان کو اپنے بنیادی دشمنوں کی صف میں شمار کرتا ہے۔ اسرائیل کے فوجی ماہرین نے اس موضوع پر بہت کام کیا ہے کہ پاکستان سے اسے کیا کیا خطرات پیش آکتے ہیں اور ان خطرات کو کم کرنے کے لیے اسرائیل کو کیا کرنا چاہیے؟ دنیا بھر کے یہودی ادارے

پاکستان میں عدم استحکام کے لیے کام کرتے ہیں۔ ان لوگوں کی حکومت جب کسی گروہ کی پذیرائی کرتی ہے، اسے اپنے ہاں کام کرنے کی آزادی فراہم کرتی ہے تو کیا اس کے عوض وہ کچھ حاصل نہیں کر رہی ہوگی؟ یہ امر شک و شبہ کی گنجائش سے بالا ہے کہ یہودی گھانٹے کا سودا نہیں کرتا۔

علمائے کرام تو مرزا یوں کو کلیدی عمدوں سے الگ کرنے کے مطالبات عقائد کے حوالے سے کرتے ہیں لیکن پاکستان کے وفاع کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ان لوگوں سے چوکس رہا جائے۔ یہ کچھ بھی نہ کرتے ہوں تو بھی ان سے محتاط رہنے کی یہی وجہ کافی ہے کہ ان پر اسرائیل اور بھارت کی حکومتیں مہربان ہیں۔ پاکستان میں ان کی تنظیم کا طریقہ کار پڑا اسرار ہے۔ یہ لوگ جس ملک میں بھی ہوں، ایک مرکز کے تابع ہیں اور اس کی ہدایات کو ہر چیز پر ترجیح دیتے ہیں۔ آپ کو میرے قلم سے یہ باتیں کچھ عجیب لگیں گی لیکن یاو کریں کہ اگر اس صدی کے اوائل میں فلسطین کے مسلمانوں نے اس طرح سوچ لیا ہوتا جس طرح میں آج مرزا یوں کے بارے میں لکھ رہا ہوں تو شاید وہ اس طرح جلاوطن نہ ہوتے۔ وہ اکثریت میں تھے اور غافل تھے۔ یہودیوں نے آہستہ آہستہ معاشرے کے ہر شعبے میں اپنی جڑیں پھیلائیں اور پھر اقلیت میں ہونے کے باوجود ایک پوری قوم کا قتل عام کراویا۔ شروع میں کوئی خدشہ ظاہر کرتا تو وہ اتنا ہی معمولی نظر آتا جتنا آج آپ کو میری بات نظر آئے گی۔ ہمارے روشن خیال اور ترقی پسند لوگ اس قسم کی باقتوں کو فیشن کے خلاف سمجھتے ہیں۔ فلسطین کے دانشوروں نے بھی یہی سمجھا ہو گا۔ ان کی قوم کا انجام سامنے ہے۔ جو گروہ اسرائیل کا دوست ہے، اسے معمولی اور کمزور تصور نہیں کرنا چاہیے۔ اس کا مطلب ہے کہ دنیا کی سب سے منظم مالی، فوجی اور ذرائع ابلاغ پر قابض وقتیں ان کے ساتھ ہیں۔ یہ وقتیں پاکستانی عوام کی دشمن ہیں۔ جب وہ اس ملک کے ایک گروہ کی سرپرستی کر رہی ہوں تو یہ جانے کے لیے زیادہ عھل کی ضرورت نہیں کہ وہ گروہ کیا خدمات انجام دے رہا ہو گا؟

ڈاکٹر عبد السلام قادریانی کا مسئلہ

مغل سلطنت کے زوال کے بعد جب انگریزوں نے ہندوستان میں قدم جاتے تو ان کے سامنے ہندوستانی اقوام میں دو قویں سامنے آئیں: (۱) مسلمان (۲) ہندو۔ مسلمانوں سے حکومت چھینی تھی۔ مسلمانوں میں حکومت کا بدیبہ اور اس کا نشہ باقی تھا۔ انگریزوں نے ہر مرحلہ میں ہندو کو آگے بڑھانے کی کوشش کی اور مسلمانوں کو قدم قدم پر پساندہ رکھنے اور کمزور رکھنے کی کوشش کی۔ ڈبلیو ڈبلیو ہنتر کی کتاب ”ہندوستانی مسلمان“ میں اس کے تفصیلی کوائف دیکھے جاسکتے ہیں۔ مسلمان مذہب و اخلاق کے لحاظ سے متاز تھے۔ اکابر علمائے دین اور مصلحین ملت کی افاس قدیمة ہندوستانی مسلمانوں نے اپنے سینوں میں جذب کی تھیں۔ یہاں تک کہ یہ بھی کہا گیا: قرآن عرب میں نازل ہوا، مصر میں پڑھا گیا، ہندوستان میں سمجھا گیا۔ شاہ ولی اللہ ابن عبد الرحیم الدھلوی جب ہندوستان کے علوم سے سیراب ہو کر عرب پہنچے تو ان کے استاد گرنی شیخ ابو طاہر کردی مدنی رحمتہ اللہ علیہ شاہ صاحب کے علوم و فنون سے متاثر ہو کر اور علوم عقلیہ و نقلیہ کی گمراہی و گیرائی دیکھ کر بے اختیار تھیں اُنھے ”ہو یصصح منی اللفظ وانا اصصح منه المعنی“ یہ صادرادے مجھ سے الفاظ حدیث کی تصحیح کرتے ہیں اور میں ان سے معنی و مفہوم حدیث کی تصحیح کرتا ہوں۔ پھر مسلمانوں کے کان شروع ہی سے قرآن مجید کی آیات جہاد اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث مبارکہ ”الجنه تحت ظلال السیوف“ سے آشنا تھے۔ صحابہ کرام، تابعین عظام، ائمہ ہدایت کی تابیاں زندگیاں ان کا مرکزو

محور تھا۔ انگریزوں نے جب یہ صورتحال دیکھی تو اس کے لیے طویل منصوبہ بندی کی۔ انگریزوں کے ماتحت جو تعلیمی ادارے ہندوستان کے طول و عرض میں انگریزوں کی زیر سپرستی کام کر رہے تھے، ان سے کتاب الجماد خارج کی۔ ہدایہ سے ابواب الجماد نصاب تعلیم سے خارج کیا۔ ان لوگوں کو نئے العلماء کا خطاب دیا، جنہوں نے انگریزوں کی کسی بھی نوع سے خدمت کی۔ راس کماری سے خبر تک سارے مسلمان امت مسلمہ واحدہ تھے۔ ان میں وہابی اور غیر وہابی کا فتنہ کھڑا کیا تاکہ مسلمانوں کی صلاحیتیں اور جذبہ حریت و جماود انگریزوں کے خلاف صرف ہونے کے بجائے آپس میں صرف ہوں۔ جن لوگوں نے یہاں تقیید و عدم تقیید کی بحث اٹھائی، ان لوگوں کی ہمت افزائی کی گئی کہ اس طرح مسلمان اصل تبلیغ سے ہٹ کر آئیں، رفع یہین کے مسائل میں پڑے رہیں۔ یہاں تک کہ شاہ اسحاق کی گدی پر ایک شخص کو بخواہیا گیا اور اس کو نئے العلماء کے لقب سے نوازا گیا۔

ابھی انگریز کا جذبہ انتقام سرد نہیں پڑا کیونکہ مسلمانوں کا کعبہ عبودیت مکہ مکرمہ اور مرکز عقیدت مدینہ منورہ تھا۔ ان دونوں مقامات سے مسلمانوں کا رودھانی تعلق تھا۔ ضرورت تھی، انگریز کے نقطہ نگاہ سے کہ عرب سے تعلق منقطع کیا جائے اس کیلئے مختلف مراحل سے گزر کر مرزا غلام احمد قادیانی کا انتخاب کیا گیا اور اس نے نبی موعود اور مسیح قادیانی کے دعاوی کے سایہ میں خود کو پیش کیا۔ انگریز سمجھتا تھا کہ مسلمان اپنی تاریخ سے واقف ہیں۔ مسلمان نے اپنی تاریخ میں کبھی بھی کسی مدعی نبوت کو برداشت نہیں کیا، اس لیے مرزا کے قادیانی کو ضرورت سے زیادہ تحفظ فراہم کیا۔ اس لیے وہ مسلمانوں کے غیظ و غصب سے نجیگی، ورنہ اس کا حشر بھی میلہ کذاب اور اس کے ساتھیوں سے مختلف نہیں ہوتا۔ مرزا قادیانی کو مسلمانوں کے اجتماعی ضمیر نے کبھی برداشت نہیں کیا۔ آخر کار علمائے ربانیں کی محنت اور سعی چکیم نے اقلیت قرار دلوادیا۔ البتہ قادیانیوں کی ریشہ دوانیوں اور مذبوحی حرکتوں نے چین سے بیٹھنے نہیں دیا اور ان کی حرکتیں برابر جاری رہیں۔ آخر کار حکومت پاکستان نے مارشل لاء کے دوران ایک مفصل آرڈی نیشن جاری کیا جس میں ان کو اسلامی اصطلاحات استعمال کرنے کی ممکنگی تھی۔ تاحال ان کی یہودی ذہنیت اور مجوہی

حرکتیں جاری ہیں، چنانچہ اس سلسلہ کی کارروائی متعصب ترین حکومت اور نسلی امتیاز کی قوم جنوبی افریقہ کی حکومت میں ان کی طرف سے مقدمہ دائر کیا گیا۔ اس سے فیصلہ جیسا کچھ ہوتا تھا، ہوا۔ مسلمانوں کو اپنے معاملات کے فیصلے کافروں کی عدالت میں لے جانا منع ہے۔ دنیا کو معلوم ہو گیا کہ قادیانیوں کا تعلق اسلام و شمن عناصرے مضبوط ہے۔ اسرائیل جو عالم اسلام کیلئے تaur ہے، ان سے قادیانیوں کا گمرا تعلق ہے۔ قادیانیوں اور بھائیوں کے ہیڈ کوارٹر اسرائیل میں ہیں۔ اسرائیل کے زیر سایہ قادیانیت اور بھائیت کے سنگاں جمیں گے۔ قادیانیت اور بھائیت کے پھریرے اب اسرائیل کے زیر سایہ لہرائے جائیں گے۔ قاتلهم اللہ انی یوفکون۔ حکومت پاکستان کیلئے کرنے کا کام یہ ہے کہ سارے عالم اسلام کے علماء اور اہل الرائے کو جمع کر کے ان کے سامنے قادیانیت کے مسئلہ کو رکھے اور جس طرح یہ لوگ امت مسلمہ سے کٹھ ہوئے ہیں، ان کو ہیش کیلئے امت مسلمہ سے کاث وے اور سارے عالم اسلام کی پالیسی اس مسئلہ میں ایک ہی ہو۔ ہر ملک میں ایک ہی پالیسی ہو۔

ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کا مسئلہ بھی قابل غور ہے۔ یہ شخص بھی قادیانی ہے، پاک قادیانی ہے، پاکستان آتا ہے تو ”ربوہ“ سے براہ راست اس کا تعلق رہتا ہے۔ اب اس کو یہودی، قادیانی، عالم اسلام میں تفرقی کے لیے استعمال کر رہے ہیں۔ پہا نہیں ہے، یہ شخص کیا گل کھلانے والا ہے۔ اس کے متعلق بھی فیصلہ کرنا چاہیے اور اس سے بھی ہیش کے لیے گلو خلاصی کرنا چاہیے۔ اس کو یہودیوں نے ڈگری اس لیے دی ہے تاکہ اس سے کام لیا جائے۔ اگر کوئی اس کی سند سے متاثر ہے تو دنیا میں یہودی، عیسائی اس سے بھی زیادہ سند یافتہ پڑے ہوئے ہیں۔ ایک مسلمان کے نزدیک قادیانی زیادہ اکفر ہے۔ یہودی اور عیسائیوں کے مقابلہ میں پاکستان کے صدر ضایاء الحق خواہ خواہ اس قادیانی شخص سے متاثر ہیں۔ صدر صاحب کو اپنے ایمان کی خیر منانا چاہیے۔ ایک قادیانی سے محبت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سارے اعمال صالحہ کو جبط کر سکتا ہے۔

اللهم انما عوذ بك من الحور بعد الكور۔

(ہفت روزہ ختم نبوت کراچی، جلد ۳۲، شمارہ ۳۶، فروری ۱۹۸۶ء از منفى ولی حسن نوگی)

کھوٹہ پر بھارت اسرائیل حملہ کا خطرہ

عالیٰ پریس میں ایک مرتبہ پھر پاکستان کی ایئمی تنصیبات پر بھارت اور اسرائیل کے مشترک حملہ کی صدائے بازگشت سنی گئی ہے۔ لندن سے شائع ہونے والے ایک جریدہ کے مطابق اسرائیل نے پاکستان کے ایئمی منصوبہ کو سیوتاڑ کرنے کے لیے ایک وسیع سازش تیار کی ہے، جس کا پتا اس وقت چلا جب پاک فضائیہ میں زیر تربیت ایک ہوا باز مبینہ طور پر اسرائیل کے لیے کام کرنے کے الزام میں گرفتار کر لیا گیا۔ برطانوی جریدہ کے مطابق کھوٹہ پلانٹ پر بھارت اور اسرائیل کے مشترک حملہ کا منصوبہ تیار کیا جا چکا ہے اور کسی بھی وقت حملہ کا خطرہ موجود ہے کیونکہ اسرائیل سمجھتا ہے کہ پاکستان ایٹم بم بنانے کے قریب ہے، چنانچہ اس خطرہ کا مقابلہ کرنے کے لیے کھوٹہ کے اردو گرو حفاظتی اقدامات سخت کر دیئے گئے ہیں۔

پاکستان کی ایئمی تنصیبات پر بھارت اور اسرائیل کی طرف سے حملہ کے خدشات کوئی نی بات نہیں۔ بھارت کی طرف سے پاکستان کی ایئمی پالیسی پر بار بار نکتہ چینی اور پاکستان کی متعدد یقین دہانیوں کے باوجود شک و شبہ کا اظہار ہی نہیں کیا گیا بلکہ بیرونی ممالک اور پریس میں اسرائیل کے تعاون سے پاکستان کے خلاف زبردست مسم چلا گئی۔ اس مسم کا مرکز امریکہ رہا جمل یہودی لالبی بے حد مضبوط اور موثر ہے۔ امریکہ کو اس پاکستان مخالف مسم کا مرکز بنانے کا ایک اہم مقصد یہ بھی تھا کہ پاکستان کے لیے امریکی فوجی اہماد کی راہ میں روکاؤٹ پیدا کی جائیں۔ اس اہماد کی فراہمی میں روکاؤٹ پیدا کرنے میں تو کامیابی حاصل نہیں ہو سکی اس لیے کہ پاکستان کو اسلحہ کی ترسیل اور فراہمی میں خود امریکہ کے سیاسی اور تجارتی مفہومات کا رفرما ہیں۔

امریکہ کی پاکستان کے لیے فوجی امداد افغانستان پر روسی حملہ کے بعد بحال ہوئی ہے اور اس حملہ سے جنوبی ایشیا اور مشرق و سطحی میں امریکی مفادوات کو جو عظیم خطرات لاحق ہوئے ہیں، امریکہ سمجھتا ہے کہ پاکستان اس راہ میں آخری موڑ رکاوٹ ہے، اس لیے فوجی امداد کی بھلی اور اسلحہ کی ترسیل خود امریکہ کے اپنے مفاد میں ہے۔ البتہ پاکستان کی ایشی صلاحیت سے متعلق شکوہ و شبہات نے امریکی انتظامیہ کو بھی متاثر کیا ہے اور اعلیٰ ترین سطح پر امریکہ کی طرف سے پاکستان کی ایشی پالیسی کے متعلق کئی مرتبہ سوال اٹھایا گیا اور ایشی صلاحیت حاصل کرنے کی صورت میں امریکی فوجی امداد بند کرنے کی دھمکی بھی دی گئی، لیکن آج تک امریکہ اور بین الاقوامی ایشی تو ائمہ کی ایجنسی سیاست کوئی بھی یہ ثابت نہیں کر سکا کہ پاکستان ایشی اسلحہ کی تیاری میں مصروف ہے، بلکہ پاکستان میں پائے جانے والے تو ائمہ کے بھرمان کے بعد تو خود امریکہ اور بین الاقوامی ایشی ایجنسی کے ماہرین نے تسلیم کیا ہے کہ پاکستان کے لیے ایشی تو ائمہ کا حصول ناگزیر ہے۔

پاکستان پر بھارت اور اسرائیل کے جس مشترک حملہ کے مبینہ خدشہ کا اظہار اور جس سازش کی نشاندہی کی گئی ہے، پاکستان نہ اس سے آنکھیں بند کر سکتا ہے اور نہ اس خدشہ کو نظر انداز کر سکتا ہے۔ اسرائیل برادر مسلمان ملک عراق کی ایشی تنصیبات پر حملہ کر کے انہیں تباہ کر چکا ہے۔ کچھ عرصہ قبل پاکستان کے کموٹہ ایشی پلانٹ پر بھارتی فضائیہ کے حملہ کی ناکام کوشش کی صدائے بازگشت عالمی پریس کے وسط سے بھی سن گئی تھی۔ عربوں کے خلاف اسرائیلی جارحیت پر پاکستان نے جس طرح ہر مرحلہ پر کھل کر عربوں کے موقف کی حمایت کی اور ان کی امداد کی ہے اس پر اسرائیل کا یہ کہنا ہے کہ پاکستان عربوں سے بڑھ کر عرب ہے۔ اسرائیل کی طرف سے براہ راست پاکستان کی ایشی تنصیبات پر حملہ کی دھمکی کے بعد بھارت اور اسرائیل کے مابین پاکستان کے خلاف جارحیت کے منسوبہ میں پاکستان دشمنی ایسی قدر مشترک ہے جو انہیں پاکستان کے خلاف کسی بھی جارحیت کے ارتکاب پر تحمد رکھتی ہے۔ عراق اور تیونس پر اسرائیل کے فضائی حملوں نے اسرائیلی ہوابازوں میں جو خود اعتمدوی پیدا کی ہے، وہ انہیں پاکستان پر بھی حملہ کی تحریص ولاستی ہے لیکن

اس کے لیے وہ بھارت کی سرزین، ہوائی اڈوں اور فضاوں کو استعمال کرنے پر مجبور ہوں گے۔ مبینہ اطلاعات کے مطابق بھارت پاکستان کے خلاف اس سازش میں برابر کا شریک ہے۔

برطانوی جریدے کے توسط سے منظر عام پر آنے والی اطلاعات کا سب سے تشویش ناک پہلو یہ ہے کہ مبینہ طور پر پاک فضائیہ کے ایک زیر تربیت ہواباز کو سازش کی ایک اہم کڑی قرار دیا گیا ہے۔ ملت اسلامیہ کی تاریخ گواہ ہے کہ دشمنوں کے مقابلہ میں امت مسلمہ کو سب سے زیادہ ہزیمت اسی وقت اٹھائی پڑی جب امت کی اپنی صفوں میں ضمیر فروشوں، قوم فروشوں اور ملت فروشوں کو گھسنے کا موقع مل گیا۔ سقوط بقداد سے لے کر جنگ پلاسی، سقوط میسور، ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں ہزیمت اور آخر سقوط ڈھاکہ تک میں قوم فروشوں کا کروار بڑا نمایاں نظر آتا ہے۔ حکومت کا فرض ہے کہ وہ یہ دیکھے کہ ہماری صفوں میں کمال کمال ایسے افراد گھے ہوئے ہیں جو قوم کو کسی بھی الیہ سے دوچار کرنے میں دشمن کے ایجنس کا کروار ادا کرنے پر مامور ہیں۔ کوشش کی ایسی تعمیبات پاکستانی سا شد انوں اور انجینئروں کی شب و روز کی محنت، لگن، تجربے اور کمال مہارت کا مظہر ہیں، اس لیے دشمنوں کی نگاہوں میں ٹھنک رہی ہیں۔ ان کی کماحت حفاظت حکومت کی ذمہ داری ہے اور یہ توقع رکھنا بھی بے جانہ ہو گا کہ حکومت اس ذمہ داری سے بہر حال عذر برآ ہو گی۔

اسرائیل کو پاکستان کے ایسی رازوں سے آگاہ کرنے کی سازش میں مبینہ طور پر ملوث پاک فضائیہ کے ایک ہواباز کی خبر کے بعد قدرتی طور پر ڈھن اس طرف جاتا ہے کہ پاکستان میں وہ کون ساطبق ہے جو اسرائیل کے لیے اپنے دل میں نرم گوشہ رکھتا ہے اور اس کے لیے جیلے بنانے سے جواز فراہم کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ مشرقی پاکستان کی علیحدگی میں اس طبقے کا کروار بھی بڑا واضح رہا ہے۔ حکومت کو اس پہلو سے بھی اس سارے معاملے کا جائزہ لینا چاہیے اور اگر ملکی و قوی مفادات اجازت دیں تو ایسے افراد کو طشت از بام کرنا چاہیے جو پاکستان کی سالیت، بقا اور آزادی کے خلاف اس شرمناک سازش میں ملوث پائے جائیں۔

پاکستان میں عظیم تر پنجاب تحریک اور قادیانی ٹولہ

اندیشہ ہے کہ سکھ فوئی اور خالصتانی گوریلے پاکستان میں سیاسی پناہ گزین نہ بن جائیں جیسا کہ خوب بھارتی حکومت کی از حد خواہش اور کوشش بھی ہے کیونکہ صرف اسی طرح راجیو گاندھی حکومت معاہدہ شملہ ختم کر کے آزاد سندھ دیش، آزاد بلوچستان، آزاد پختونستان اور عظیم تر آزاد پنجاب کی تحریکوں کو اعلانیہ تیز تر کر سکتی ہے۔ سکھ گوریلوں کا تعاقب کرنے کے بہانے اسرائیل اور جنوبی افریقہ کی طرح بھارتی حکومت تعاقبی مم بھی شروع کر سکتی ہے۔ اس سلسلے میں پاک بھارت جنگ چھڑنے کے امکان کو بھی ہرگز مسترد نہیں کیا جا سکتا کیونکہ راجیو حکومت آزاد خالصتان کی تحریک کو از خود عظیم تر آزاد پنجاب کی تحریک میں بدلتے کی خاطر خاصی سرگرم ہے۔ پاکستان میں آزاد خالصتانی سکھ لالبی کے لیے کام کرنے والوں میں مرزاںی، احمدی اور لاہوری قادیانی فرقے کے لوگ زیادہ سرگرم ہیں۔ ایک قادیانی دانشور نے "امر تر جل رہا تھا" کے زیر عنون جو کتاب لکھی ہے، اس کا دیباچہ ایک ایسے شخص نے تحریر کیا ہے جو تقسیم کے خلاف ہے اور آزاد خالصتان کا حامی ہے، اور امریکہ

میں خالصتانی لابی کے ادیب کی حیثیت سے کام بھی کرچکا ہے۔ کتاب کے دیباچے میں امر تسر کو بیت المقدس کا نام دیا گیا ہے اور لکھا گیا ہے کہ ”امر تسر میرا پچھڑا ہوا یہ دھرم ہے اور میں اس کی دیوار گریہ ہوں۔“ یعنی جس طرح اسرائیل کے یہودی بیت المقدس پر سلطنت داؤدی کا ستارہ داؤد چمکتا ہوا دیکھنے کے خواہاں ہیں اور دیوار گریہ کے پاس روتے ہیں اور اپنے گناہوں اور سابقہ غلطیوں پر نادم ہوتے ہیں، اسی طرح عظیم تر آزاد چنگاپ کی تحریک کے حامیوں نے اپنا راستہ اینگلو امریکی بلاک کے حامی بن کر اب آزاد خالصتان کی تحریک سے جوڑ لیا ہے۔ گزشتہ ۶ برسوں کے دوران، کینیڈا، آسٹریلیا، ہالینڈ، برطانیہ اور امریکہ جانے والے پاکستانی دانشوروں کی اکثریت، آزاد خالصتان کی حامی سکھ لابی کے ساتھ مل کر کام کر رہی ہے جن میں اکثریت پہلیز پارٹی والوں، احمدی قادریانی مرزا یوں یا ان کے ہمدردوں اور بعض چین نواز کیونشوں کی ہے۔ پاکستان کے باہر تمام احمدی اور قادریانی وفاتر خالصتان کی آزاد حکومت یا عظیم تر چنگاپ کی تحریک کے سفارت خانے اور سفارتی مشن کا خاموش کروار ادا کر رہے ہیں۔ کم از کم آزاد خالصتان کے بارے میں نشر و اشاعت کا سارا کام مرزا یوں کے ہاتھ میں ہی ہے۔ ہائگ کائک سے بھی آزاد سکستان کے لیے سریلیہ براستہ کشمیر پہنچایا جا رہا ہے۔

(ب) شکریہ ”چنان“ لاہور)



مرزاںیوں کی خوفناک سیاسی چالیں

از قلم: مولانا عبدالرحیم اشعر

مرزاںی کیا کر رہے ہیں؟

اس سوال کا جواب تو آپ کو آئندہ صفحات کے پڑھنے سے معلوم ہو جائیگا کہ مرزاںی کس قسم کی سازشیں کر رہے ہیں اور ان کی یہ "سیاسی چالیں" کب سے ہیں؟

انگریزوں نے جس دن سے امت مرزاںی کو جنم دیا ہے اسی دن سے یہ جماعت اپنے جھوٹے نبی (مرزا غلام احمد) کی پیروی کرتے ہوئے انگریزوں کی خیر خواہی پورے طور پر کر رہی ہے۔ ان چند اوراق کے پڑھنے سے جہاں آپ کو مرزاںیوں کی سازشوں کا علم ان کے اپنے بیانات کی روشنی میں ہو جائے گا وہاں یہ بات بھی پورے طور سے مکشف ہو جائے گی کہ مرزاںیوں کا یہ دعویٰ (کہ ہماری جماعت مکین بے ضرر اور مذہبی جماعت ہے اور یہ دونوں ملک میں صرف تسلیع دین کے لئے جاتی ہے) کس قدر جھوٹا غلط اور فریب وہ ہے

آئندہ صفحات جن میں اکثر مرزاںیوں کے اپنے بیانات (بالابصرہ وغیر مر جط) درج کئے گئے ہیں۔ صاف بتارہے ہیں کہ مرزاںی فرقہ ایک خطرناک قسم کا سیاسی گروہ ہے جو اپنی حکومت کے خواب دیکھ رہا ہے۔ اگر حکومت پاکستان نے اس فرقہ کی کڑی مگر انہی نہ کی تو بہت ممکن ہے کہ یہ فرقہ آگے چل کر (خدا خواستہ) پاکستان کے لئے کسی ایسی مصیبت کا سبب بن جائے جس کی تلاشی پھر ناممکن ہو جائے۔

وما علینا الا لبلاغ

(۱) ۱۹۵۲ء میں انقلاب برپا کرنا چاہیے (خلفیہ محمود)
"ملاحظہ ہو افضل ۱۶ جنوری ۱۹۵۲ء"

اگر ہم ہمت کریں اور تنظیم کیا تھوڑی محنت سے کام کریں تو ۱۹۵۲ میں ہم انقلاب برپا کر سکتے ہیں۔۔۔ لہذا ۱۹۵۲ کو گزرنے نہ دیکھئے جب تک کہ احمدیت و مرزاںیت کا راعب دشمن (مسلمان) اس رنگ میں محسوس نہ کرے کہ اب احمدیت (مرزاںیت) مٹائی نہیں جا سکتی اور مجبور ہو کر احمدیت کے آغوش میں آگرے۔

(۲) پاکستان کے تمام حکوموں پر قبضہ (مرزا یوسف کو خلیفہ بشیر کا مشورہ)
اصل عبارت دیکھیں

”جب تک سارے حکوموں میں ہمارے آدمی موجود نہ ہوں اُن سے جماعت مرزا یوسف
پوری طرح کام نہیں لے سکتی مثلاً مونٹے موٹے حکوموں میں سے فوج ہے پولیس ہے۔ ایمنیشن
ہے۔ ریلوے ہے۔ فائنس (Finance) ہے۔ اکاؤنٹس ہے۔ کسٹر ہے انجینئرنگ
(Engineering) ہے یہ آنھوں موتے موٹے صیخے ہیں جنکے ذریعہ جماعت (مرزا یوسف) اپنے
حقوق محفوظ کر سکتی ہے۔ پیسے بھی اس طرح کمائے جاسکتے ہیں کہ ہر صیخے میں ہمارے آدمی موجود
ہوں اور ہر طرح ہماری آواز پہنچ سکے۔

(لفظل ۱۱ جنوری ۱۹۵۲ء)

جب تک تمہاری اپنی حکومت نہ ہو تمیں اُمن نہ ملے گا
(مرزا یوسف کو خلیفہ کی تنبیہ)

تم (مرزا یوسف) اس وقت تک اُمن میں نہیں ہو سکتے جب تک تمہاری اپنی بادشاہت نہ
ہو۔

(لفظل ۲۵ اپریل ۱۹۳۰ء)

(۲) علاقے کا کچھ ملکرا اپنا بنالو جہاں صرف مرزا یوسفی مرزا یوسف ہوں
(خلیفہ قادریانی کا مرزا یوسف کو حکم)

احمدیوں (مرزا یوسف) کے پاس چھوٹے سے چھوٹا ملکرا نہیں ہے جہاں احمدی ہی احمدی
ہوں جسمیں کوئی غیر (دوسرا مسلمان نہ ہو اس وقت تم اپنے مطالبہ کے امور جاری نہیں کر سکتے“
(لفظل مارچ ۱۹۲۲ء خطبہ محدود)

واضح ہے کہ لفظل کی کسی اور اشاعت سے معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ قادریان کی نظر اس
مقصد کے لئے صوبہ بلوچستان پر ہے۔

(جو)، ہماری فتح کا قائل نہیں ہو گا وہ حلال زادہ نہیں (مرزا یوسف کا امام)
اصل عبارت ملاحظہ ہو

”(جو) ہماری فتح کا قائل نہیں ہو گا تو صاف سمجھا جائے گا۔ کہ اس کو ولد المحرام بننے کا
شوق ہے۔ اور حلال زادہ نہیں“ (انوار الاسلام ۰۳)

(۶) جب حکومت احمدیت (مرزا یوسف) کی ہو گی تو
بڑی احصہ تو کنجیریاں بھی دیں گی (خلیفہ قادریانی)

”ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے کہ جب ۱۱۱۰ دسوال حصہ تو تجرباں بھی داخل کرنے کو تیار ہو جاویں گی اس وقت حکومت احمدیت (مرزا سیدنا) ہو گی۔

ارشادات خلیفہ قادیانی ضمیر الوبیت ۶۷

(۷) ہمارے ہاتھ حکومت آ جاوی گی تو احمدی (مرزا ای) بادشاہ ہونگے۔
(خلیفہ قادیانی)

”ہمارے ہاتھ حکومت آ جاوی گی احمدی امرا اور بادشاہ ہوں گے تو اس وقت دوں حصہ کی وصیت کافی نہ ہو گی۔“ (ضمیر الوبیت ۲۶)

(۸) ہمارے پاس ہٹلر یا مسویں کی طرح حکومت ہوتی تو
ہم ایک دن کے اندر عیرت ناک سزادیں۔ (خلیفہ قادیانی)

”حکومت ہمارے پاس نہیں کہ ہم جرکے ساتھ ان لوگوں کی اصلاح کریں اور ہٹلر یا مسویں کی طرح جو شخص ہمارے حکموں کی تعیین نہ کرے اس کو ملک سے نکال دیں اور جو ہماری باتیں سننے اور عمل کرنے پر تیار نہ ہوا اس کو عبرت ناک سزادیں۔ اگر حکومت پاس ہوتی تو ایک دن کے اندر اندر ریکام کر لیتے (تقریر خلیفہ قادیانی الفضل قادیان ۲ جون ۱۹۳۶ء جلد ۲۲ صفحہ ۲۷۶)

عنقریب مسلمان میرے سامنے مجرموں کی حیثیت سے پکڑے ہوئے
پیش ہونگے۔ (خلیفہ محمود)

وقت آنے والا ہے جب یہ لوگ (مسلمان) مجرموں کی حیثیت میں ہمارے سامنے پیش ہونگے۔ (تقریر خلیفہ محمود سالانہ جلسہ ذکربر ۱۹۵۱)

یہ (پاکستان اور ہندستان) کی قسم اصولاً غلط ہے (الفضل)

”ہم نے یہ بات پہلے بھی کئی بار کی اور اب بھی کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک یہ تقسیم (پاکستان بننا) اصولاً غلط ہے،“ (الفصل ۱۱۲ اپریل ۱۹۳۷ء ۱۱۳ اپریل ۱۹۳۷ء)

پنڈت نہرو! ہم آپ کی حکومت کے خیرخواہ (وفدار) ہیں (خلیفہ محمود)
مسنگاندھی جب ہندستان میں مارے گئے تو مرزا یوں کے امام نے پاکستان سے
پنڈت نہرو کو پیغام بھیجا اس میں لکھا اور قسم کھا کر لکھا ”خدا جانتا ہے کہ باوجود اس کے کہ ہمیں
ہمارے مقدس مرکز (قادیان) سے زبردست نکلا گیا ہے۔ ہم آپ کے اور آپ کی حکومت کے خیر
خواہ ہیں۔“ (الفصل ۲ فروری ۱۹۴۸ء) پنڈت نہرو سے خیرخواہی اس لئے ہے کہ مرزا محمود بھی اسکے
قادیان جانے کے لئے ازحد بے تاب ہے۔ ملاحظہ ہو پیغام مرزا محمود بر موقعہ جلسہ سالانہ منعقدہ

دسمبر ۱۹۷۴ء (قادیان) پاکستان کے قادیانی قادیان آنے کے لئے بہتا ہیں۔
 (۱۲) ہم کوش کریں گے کہ کسی نہ کسی طرح پاکستان و ہندوستان پھر ایک ہو
 ہو جاویں (مرزا یوس کا اخبار الفضل)

عبارت ملاحظہ ہو۔ ”میں قبل ازیں بتاچا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی مختیت ہی ہندوستان کو
 اکٹھا رکھنا چاہتی ہے لیکن قوموں کی منافرت کی وجہ سے عارضی طور پر الگ بھی کرنا پڑے یا اور بات
 ہے۔ ہم ہندوستان کی تقسیم پر رضا مند ہوئے تو خوشی سے نہیں مجبوری سے اور پھر یہ کوش کریں
 گے کہ کسی نہ کسی طرح جلد تحد ہو جائیں۔“ (مرزا شیر الدین الفضل ۱۶، جی ۷۱۹۷۲ء)
 (۱۳) مسلمان اور ہیں۔ ہم مرزا ہی اور

(مرزا یوس کا اخبار الفضل کا مطالبہ)

مرزا ہی اخبار الفضل خود کہتا ہے کہ ہم مسلمانوں کے ساتھ نہیں مل سکتے کیونکہ ہم مرزا کو
 نبی مانتے ہیں اور مسلمان اسے نبی نہیں مانتے۔ اس لئے ہم مسلمانوں سے جدا اور علیحدہ فرقہ ہیں۔
 اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

جب کوئی مصلح آیا تو اس کے مانے والوں کو نہ مانے والوں سے علیحدہ ہوتا ہے۔ اگر
 تمام انبیاء، ماسیق کا یہ فعل قابل ملامت نہیں تو مرزا غلام احمد کو الزام دینے والے انصاف کریں کہ
 اس مقدس ذات مرزا غلام احمد پر الزام کس لئے؟

پس جس طرح حضرت مولیٰ علیہ السلام کے وقت میں مولیٰ علیہ السلام کی آواز اسلام
 کی آواز تھی۔ حضرت عیینی علیہ السلام کے وقت میں ان کی اور سیدنا مولانا محمد مطہفی صلی اللہ علیہ وسلم
 کی آواز اسلام کا صور تھا۔ اس طرح آج قادیان سے بلند ہونے والی آواز اسلام کی ہے (خبر
 الفضل قادیان جلد نمبر ص ۹۰، ۲۷ دسمبر ۱۹۷۰ء) الفضل کہتا ہے کہ قادیان میں ایک نبی (مرزا)
 نے آواز بلند کی ہے۔ مسلمانوں نے اسے نہیں مانا ہم (مرزا یوس) نے مان لیا ہے اس لئے ہم
 مسلمانوں سے علیحدہ فرقہ ہیں۔

(۱۴) مرزا ہی مسلم لیگ کا ساتھنہ دیں (مرزا یوس کو خلیفہ محمود کا حکم)
 عبارت ملاحظہ ہو۔ اس ایجی ٹیشن (تریکیک پاکستان) قانون بھکنی اور اسٹرائک میں
 احمد یوس کو (مرزا یوس) مسلم لیگ کا ساتھنہ دینا چاہیے۔

(خطبہ محمود یکم فروری ۷۱۹۷۲ء)

(۱۵) ہمیں اقلیت قرار دیا جائے (مرزا یوس کا مطالبہ)

اصل عبارت ملاحظہ فرمادیں۔ ” (بیشرا الدین) نے اپنے نمائندہ کی معرفت ایک بڑے ذمہ دار انگریز کو کہلا سمجھا تھا کہ پارسیوں اور عیسایوں کی طرح ہمارے حقوق بھی تسلیم کئے جاویں جس پر اس افسر نے کہا وہ تو اقلیت ہیں اور تم مذہبی فرقہ ہو۔ اس پر میں نے کہا کہ پارسی اور عیسائی بھی تو مذہبی فرقہ ہیں۔ جس طرح ان کے حقوق تسلیم کئے جاتے ہیں۔ اس طرح ہمارے بھی تسلیم کئے جاویں۔ تم ایک پارسی پیش کرو میں اسی کے مقابلے میں دو دو احمدی پیش کرتا جاؤں گا (الفضل ۱۳ نومبر ۱۹۴۶ء)

(۱۶) مرزا سیوں کا انگریزوں کے ساتھ گھٹ جوڑ

مرزا سیوں کا امام مرزا غلام احمد انگریزوں اور حکومت برطانیہ کے ساتھ اپنے تعلقات استوار کرتے ہوئے اپنی امت کو حکم دیتا ہے کہ انگریزوں کی اطاعت اور تابعداری میں کوئی کسر باقی نہ رہے۔ اور خدا تعالیٰ کی طرح انگریز کی اطاعت بھی فرض اور واجب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سرفراز اللہ خاں ہمیشہ انگریزوں کی خاطر کرتا رہتا ہے اور مصر و ایران کے معاملے میں مسلمان حکومتوں کے مقابلے کو تھکرایتا ہے۔ ملاحظہ ہوشیدت القرآن۔

(۱) سویں راغب جس کو میں بار بار ظاہر کرتا ہوں یہی ہے کہ اسلام کے دو حصے ہیں ایک یہ کہ خدا تعالیٰ کی اطاعت کریں دوسراے اس سلطنت برطانیہ کا جس نے امن قائم کیا ہو۔ جس نے خالموں کے ہاتھ سے اپنے سایہ میں ہمیں پناہ دی ہو۔ سو وہ سلطنت حکومت برطانیہ ہے۔
 (اشتہار گورنمنٹ کی توجہ کے لائق)

(ص ۲۳۳) محقق شہادت القرآن مصنف مرزا غلام احمد

(۲) اگر ہم (مرزاں) گورنمنٹ برطانیہ (انگریزوں) سے سرکشی کریں تو گویا اسلام اور خدا اور رسول سے سرکشی کرتے ہیں۔ (شہادت القرآن ص ۱۸)

(۳) اور سنئیے: گورنمنٹ محسنہ (برطانیہ) سے جہاد درست نہیں بلکہ پچے دل سے اطاعت کرتا ہر ایک (مرزاں) مسلمان کا فرض ہے۔

(بیان رسالت جلد ششم ۶۵)

(برکات خلافت ۶۵)

(۱۷) مرزاں جماعت حکومت برطانیہ کی جاسوس جماعت ہے۔
 (حکومت جرمی بحوالہ الفضل)

ملاحظہ فرمادیں اخبار الفضل مرزا سیوں کا اخبار۔

”ایک دن برلن (جرمنی) میں احمد یوں (مرزا یوسف) نے ایک پارٹی کا انتظام کیا اور بڑے افراد کو پارٹی میں شمولیت کے لئے دعوت نامے بھیجے اور ایک جرمن وزیر بھی اس پارٹی میں شامل ہوا تو حکومت جرمنی نے اس جرمن وزیر سے جواب ٹلی کی کہ برطانیہ کی جاسوس جماعت (جماعت مرزا لی) کی پارٹی میں کیوں شامل ہوئے؟

(الفصل قاديان ۱۳ ایریل ۱۹۸۲ء)

(۱۸) افغانستان میں برطانیہ کی طرف سے مرزا یوں کی جاسوسی (افضل)
 ”حکومت افغانستان نے دو احمد یوں (مرزا یوں) پر مقدمہ چلا�ا کہ وہ برطانیہ کے
 جاسوس ہیں۔“ (خبراءفضل قادریان ۳ مارچ ۱۹۲۰ء)

(۱۹) مرزاں اپنی شاہزادیوں کو نیوالے ہیں۔

ہونا وہی ہے جو میں نے کہا ہے اور وہی ایک دن ہم کر کے رہیں گے۔
 (مرزا محمود کا تازہ خطبہ)

الفضل لاہور۔ ۲۹ جولائی ۱۹۵۲ء میں تازہ خطیہ مرزا محمود کاظما حظ فرمادیں اور آخری

جملے غور سے بڑھیں۔

”اپنا یا بیگانہ کوئی اعتراض کر لے پرواہ نہیں ہوتا وہی ہے جو میں نے کہا ہے۔ اور وہی ایک دن ہم کر کے رہیں گے“ (خطیہ مرزا محمود)

(۲۰) پاکستان کا وزیر خارجہ سر ظفر اللہ (مرزا ای) باہر کے ملکوں میں مرزا بشیر الدین کو پاکستان کا بادشاہ ظاہر کرتا ہے۔

ا خبار افضل ۸ نومبر ۱۹۵۱ء کی مندرجہ ذیل خبر پڑھئے

”لیک س ۶ نومبر عرب ڈیلیگیشن نے امریکہ سے بذریعہ تاریخی حضرت امام جماعت (مرزا ایسماعیل الدین) کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے اقوام تمدنہ کی جزوی اسbelی میں پاکستان ڈیلیگیشن کے لیڈر چودھری سرفراز اللہ خان کو مسئلہ فلسطین کے تھیفہ تک بیہیں ٹھہرنا کی اجازت دی۔“

مندرجہ بالاحوالہ سے صاف ظاہر ہے کہ سر نظر اللہ مرزاںی وزارت خارجہ سے تاجازہ فاائدہ اٹھاتے ہوئے مرزاںیت کا پر پیگنڈہ کر رہا ہے۔ اور یہ ورنی مالک میں یہ ظاہر کرنے کی ناپاک سازش کی گئی کہ پاکستان کا بادشاہ اور امیر مرزا بشیر الدین ہے اگر ایسا نہیں تھا تو شکریہ کا تاریخ حکومت پاکستان کی بجائے مرزا بشیر الدین کو کس حیثیت میں ظفر اللہ نے دلوایا۔ یہ ایک سیدھا سادا

سوال ہے۔ جس کے جواب کے لئے مسلمان مضطرب ہیں۔ وہ حیران ہیں کہ یہ کیا کھلی کھیلا جا رہا ہے۔

(۲۱) حکومت پاکستان کے خط پر سر ظفر اللہ نے جواب دیا تھا کہ وہ امیر المؤمنین مرزا بشیر الدین کی اجازت کے بغیر امریکہ میں مزید قیام کرنے سے معدور ہیں۔

مندرجہ ذیل خبر پڑھئے اور اندازہ لگائیے کہ ظفر اللہ خاں پاکستان کے وزیر خارجہ کس قدر رہیں اور ان کے دل میں حکومت پاکستان کی وقت کتنی ہے وہ خلیفہ بشیر الدین کے حکم کے مقابلے میں حکومت پاکستان کے حکم کو پس پشت ڈالنے کے لئے تیار ہیں۔ اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

”آپ یہ پڑھ کر حیران ہو گئے کہ حکومت پاکستان کی طرف سے سر ظفر اللہ خاں کو ایک خط لکھا گیا کہ پاکستان کا ایک مقندر افسر امریکہ آ رہا ہے۔ آپ کو اس کے امریکہ پہنچنے سک امریکہ میں ٹھہرنا چاہیے۔ لیکن ظفر اللہ نے جواب دیا کہ وہ امیر المؤمنین یعنی مرزا بشیر الدین محمود کی اجازت کے بغیر امریکہ مزید قیام کرنے سے معدور رہیں۔ اگر (حکومت پاکستان) چاہتی ہے کہ میں کچھ عرصہ امریکہ میں ٹھہر دوں تو اسے (حکومت پاکستان کو) مرزا بشیر الدین محمود سے اسکی اجازت لئی چاہیئے۔ (زمیندار ۱۸ جولائی ۱۹۵۲ء)

یعنی حکومت پاکستان اگر خلیفہ بشیر الدین سے اجازت مانگے اور خلفیہ قادریانی امریکہ میں سر ظفر اللہ کو مزید ٹھہر نے کا حکم دے تب تو میں ٹھہر سکوں گا ورنہ میں حکومت پاکستان کی الیگ پر مزید قیام نہیں کر سکتا۔

اندازہ لگائیے حکومت پاکستان کا ایک ملازم پاکستان کو کیسا کو اور صاف جواب دے رہا ہے۔

(۲۲) اگر تم مرزا غلام احمد کو نبی نہیں مانتے تو تمہارے اسلام کا درخت خشک ہے۔ اگر تم مرزا غلام احمد کو نبی نہیں مانتے تو تمہارے اسلام کا درخت خشک (مفہوم تقریر ظفر اللہ)

۷۲ء میں ۱۹۵۲ء کو جہاں بشیر پارک کراچی میں مرزا یوسف کی دور روزہ کا نفرس میں سر ظفر اللہ نے تقریر کرتے ہوئے کہیں وہ کا نفرس ہے جس کے وسرے روز کے اجلاس پر وزیر اعظم پاکستان و دیگر ایک مقندر وزیر کی طرف سے سر ظفر اللہ خاں کو تقریر کرنے سے روکا گیا مگر وہ بازنہ آئے تھے۔

”اگر نعوذ باللہ آپ (مرزا غلام احمد) کے وجود کو درمیان سے نکال دیں۔ تو اسلام کا زندہ مذہب ہونا ثابت نہیں ہو سکتا بلکہ اسلام بھی دیگر مذہب کی طرح ایک خلک درخت شمار کی جائے گا اور اسلام کی برتری دیگر مذہب سے ثابت نہیں ہو سکتی۔“

(منقول از الفضل ۳۱، مئی ۱۹۵۲ء ص ۵ کالم ۲) اندازہ لگایے سر ظفر اللہ کے نزدیک اگر مسلمان غلام احمد قادری کو نبی نہیں مانتے تو ان کا اسلام زندہ مذہب نہیں بلکہ مردہ مذہب ہے گویا پاکستان کے تمام مسلمانوں کا مذہب تو مردہ ہے اور انگریزوں کے تابعداروں (مرزا یوں) کا مذہب زندہ ہے۔

(۲۳) امریکہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر کی اشاعت پر پاکستانی سفارتخانہ کا احتجاج

مگر (ظفر اللہ خاں کی) وزارت خارجہ کا اس احتجاج پر سخت ناراضگی کا اظہار سر ظفر اللہ جو مسلمانوں کے مذہب کو تمردہ کرتے ہیں۔ اور اپنے مذہب کو زندہ کرتے ہیں۔ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ اس کی دشمنی ملاحظہ ہو کر حال ہی میں امریکہ کے ایک ہفتہ وار رسائل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک فرضی تصویر شائع ہوئی ہے اور امریکہ میں پاکستان کا سفارت خانہ اس پر احتجاج کرتا ہے۔ مگر سر ظفر اللہ خاں کی وزارت خارجہ اس احتجاج پر اخذ ناراض ہوتی اور اسے تنپیہ کرتی ہے کہ آئندہ بیان اجازت ایسے (نیک) کام نہ کیا کرو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سر ظفر اللہ اور مرزا یوں کی عقیدت آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تو کچھ بھی نہیں ہاں مرزا قادری پر جان شار کرنے کے لئے تیار ہیں۔ ملاحظہ ہو روز نامہ امروز لا ہو ر ۱۹ جون ۱۹۵۲ء ص ۲۔

امریکہ کے کثیر الاشاعت ہفتہ وار رسائل نامم، نے اپنی ایک حالیہ اشاعت میں رسول کریم کی تصویر چھانپی تھی اور پاکستان کے گوشہ گوشے سے اس کی سخت نہیں کی گئی چونکہ اس سے پہلے بھی اس قسم کے واقعات پیش آچکے ہیں اور پاکستان ان پر سفارتی احتجاج کر رہا ہے اس لئے اس مرتبہ بھی واشنگٹن کے (پاکستانی) سفارت خانے نے فوراً ہی امریکی حکومت سے احتجاج کیا لیکن ہماری وزارت خارجہ (سر ظفر اللہ خاں وغیرہ) کا رو یہ چونکہ اب بدل چکا ہے اس لئے اسے جیسے ہی یہ پتہ چلا تو پاکستانی سفارت خانے کو فوراً ہی ایک سخت ہدایت نامہ بھیجا گیا کہ پاکستان اسلام کے وقار کا تھا محافظ نہیں ہے۔ آئندہ اس قسم کے احتجاج نہ کئے جاویں۔“

(۲۴) سر ظفر اللہ خاں (مرزای) کا پاکستان کے وزیر اعظم بن جانیکا کھٹکا (اخبار افضل)

سر ظفر اللہ خاں نے یہاں تک اپنے پنج گاڑ کئے ہیں کہ بہت سے حضرات کو یہ خطرہ ہے کہ کہیں یہ وزیر اعظم نہ ہو جاوے۔ ملاحظہ ہو مرزای اخبار افضل مورخ ۱۲۹ مئی ۱۹۵۲ء ص ۸ بحوالہ اخبار سکرام

جتناب چودھری ظفر اللہ خاں صاحب بہترین وزیر خارجہ ثابت ہوئے ہیں انہوں نے بیرونی ممالک میں بہت نام پیدا کیا ہے اور پاکستان کے اندر بھی انہیں بہت بڑی عزت حاصل ہے اس وجہ سے خود کا بینہ پاکستان کے بعض مقدار ممبروں کو بھی یہ کھلا لگ رہا ہے کہ میں الاقوامی شہرت اور قومی عزت کی وجہ سے جلد یا بذریعہ چودھری (ظفر اللہ خاں) صاحب پاکستان کے وزیر اعظم بن جائیں گے۔

(۲۵) اگر مجھے وزارت سے علیحدہ کیا گیا تو میں پاکستان میں نہ شہروں گا بلکہ کسی اور ملک میں چلا جاؤں گا۔ (ظفر اللہ خاں وزیر خارجہ)

ظفر اللہ خاں نے حال ہی میں ایک تقریر کرتے ہوئے صاف کر دیا ہے کہ اگر مجھے وزرات سے علیحدہ کیا گیا تو میں پاکستان میں نہ شہروں گا بلکہ کسی اور جگہ چلا جاؤں گا خدا معلوم وہ کونا ملک ہے جہاں چودھری صاحب جانے کے لئے تیار ہیں۔ اور جہاں سے چودھری صاحب کے دوست انہیں بارا ہے ہیں۔ تقریر ملاحظہ ہو، ”اگر یہ صورت (وزارت سے علیحدہ ہونے کی) پیش آئی تو میں فوراً وزارت خارجہ سے کنارہ کش ہو جاؤں گا۔ اور پھر یہاں (پاکستان) میں شہروں گا بھی نہیں میرے سایک دوست نے حال ہی میں مجھا یک خط لکھا ہے کہ تم۔۔۔ یہاں چلے آؤ۔“ (تقریر ظفر اللہ خاں اخبار زمیند ار ۱۳ اگست ۱۹۵۲ء) فرمائیے! گویا پاکستان میں چودھری ظفر اللہ خاں تبرہ سکتے ہیں اگر انہیں وزیر رکھا جائے۔ اور اگر مسلمان ظفر اللہ خاں کی نامہ کی وجہ سے اور اس کے غیر مسلم ہونے کے باعث وزارت سے ہٹائیں گے تو مسٹر منڈل کی طرح یہ بھی پاکستان کو چھوڑ دیں گے۔

(۲۶) خلیفہ قادریانی (سر ظفر اللہ خاں کے امام) کے تازہ خواب ہم قادیان (ہندوستان) میں جانے والے ہیں (افضل)

افضل ۷ اگست ۱۹۵۲ء میں خلیفہ بشیر الدین کے خواب چھپے ہیں۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ خلیفہ صاحب کو ہر وقت قادریان (ہندوستان) جانے کی فکر لگی ہوئی ہے اس لئے تو بار بار

اس قسم کے خواب دیکھتے رہتے ہیں ملاحظہ ہو (خواب نمبر ۱) دو چار دن کے بعد اس طرح دعا کر کے میں سویا تو میں نے دیکھا کہ گویا ہم قادیان ہیں اخ (خواب نمبر ۲) میں نے دیکھا کہ گویا ہم قادیان ہیں اور رات کا وقت ہے اخ (خواب نمبر ۳) آج رات میں نے رویا (خواب میں دیکھا کہ ہم کہنیں ربوہ سے باہر کی شہر میں ہیں) عزیزم چودہ ہری ظفر اللہ خان سلمہ اللہ تعالیٰ بھی وہاں (میرے ساتھ) ہیں۔
(فضل ۷۱ اگست ۱۹۵۲ء)

(۲۷) خواب کی تعبیر اب مرزا سیت کی خاطر بہت زیادہ قربانی کا وقت پہنچ گیا
(مرزا حمود) ہے

ملاحظہ ہوا فضل ۷۱ اگست ۱۹۵۲ء ص ۲ چہلی دو رویا سے معلوم ہوتا ہے کہ سلسہ (مرزا سیت) کیلئے بہت زیادہ قربانی کا وقت آگیا ہے۔

(۲۸) "سالار فدا ایمان (فونج) قادیان وربوہ کی طرف سے قتل کی دھمکی" مولانا اختر علیخان صاحب مرزاں ہو جاؤ ورنہ لیاقت علی خان کی طرح تم اور باقی مولوی فلی ہو جاؤ گئے"

فضل ۱۵ جولائی ۱۹۵۲ میں مرزاں کی طرف سے مشہور مسلمان علماء کا نام لیکر قتل کی دھمکی دی گئی تھی۔ کہ خونی ملاگاں کے آخری دن، "آن پہنچ ہیں۔ اور ان سب (علماء) سے خون کا بدلہ لیا جائے گا۔ اب ایک اور خط مولانا اختر علی خان کو سالار فدا ایمان قادیان وربوہ کی طرف سے موصول ہوا ہے جسمیں حضرت مولانا اختر علی خان اور مولانا ظفر علی خان کو صاف طور پر کہا گیا ہے کہ آپ مرزاں ہو جاویں ورنہ تمہارا اور باقی مولویوں کا حشر لیاقت علی خان مرحوم وزیر پاکستان کی طرح ہو گا۔ وہ خط ملاحظہ ہوا خبار زمیندار ۱۲ اگست ۱۹۵۲ء ص ۵ مولانا اختر علی و ظفر علی صاحب تم کو حکم دیا جاتا ہے کہ فوز اجماعت احمدیہ (مرزاں جماعت) میں شامل ہو کر مرزا غلام احمد کو بنی مانو ورنہ تمہارا اور ان تمام بڑے بڑے مولویوں کا حشر لیاقت علی جیسا ہو گا۔ تمام وزیریوں کو بھی اطلاع کر دی گئی ہے۔ سالانہ فدا ایمان قادیان والغاروں لا ہو روربوہ اب ہوشیار ہو جاؤ ۱۹۵۲ء ختم نہ ہو گا۔
(سالار فدا ایمان قادیان لا ہو روربوہ)

چار من سکرے اور ایک من کے اسیر بارو دیکھلے دنوں ربوہ

(مرزاں کا دار الخلیفہ) میں کیوں پہنچ گیا؟

ملاحظہ ہوا خبار زمیندار ۱۲ اگست ۱۹۵۲ء ص ۲

آخر میں آپ (شاہ صاحب) نے میاں متاز دو تانہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ

پچھلے دنوں ایک من سترہ سیر بارود کیوں گیا جب پولیس نے تحقیقات کی اسے مرزا شیر نے بتایا کہ ہمارے رضا کاروں نے تربیت حاصل کرنا تھی۔ میں پوچھتا ہوں کہ رضا کاروں کی اس تربیت کے کیا معنی ہیں۔۔۔ چار سوں سکے حال ہی میں چونیاں سے ربوہ لے جایا گیا آخر اس سکے کی ضرورت کیا تھی میں مطالبہ کرتا ہوں کہ اس کی تحقیقات کی جائے کہ ان تیاریوں کے پس پردہ کیا جذبہ اور کیا پروگرام کا فرماء ہے۔ تصوری کے نقاب کوڈرا تو سر کا یئے۔“
صرف ایک سوال، آخر یہ کیا ہو رہا ہے؟

ناظرین حضرات! اس مختصر سے ٹریکٹ میں تفصیل کیا تھہ مرزا یوں کی سیاسی چالیں اور جو وہ پاکستان کو نقصان دینے والی سازشیں کر رہے ہیں درج نہیں کی جاسکتیں لیکن پھر بھی ابھالی طور پر صفات گذشتہ میں مرزا یوں کے سیاسی عزائم کا جو خلاصہ درج کیا گیا اس کے پڑھنے سے دل میں طبعاً ایک سوال اٹھتا ہے کہ آخر یہ مرزا ای جماعت جو کہ اپنے آپ کو غریب جماعت کہلاتی ہے اس قسم کے عزم اور سیاسی خیالات کیوں رکھتی ہے؟ ربوہ میں سکہ اور بارود کیوں جمع کیا جا رہا ہے۔ ۵۲ میں کونے انقلاب برپا کرنے کا ارادہ ہے؟ یہ پاکستان کے تمام تر حکوموں پر قبضہ کس لئے؟ اور پھر پاکستان ہی میں ایک علیحدہ ٹکڑا اپنے لئے کیوں؟ یہ حکومت کے خواب کیسے؟ اور یہ مرزا ای بادشاہوں کی پیش گوئی کیسی؟ نیز باہر کے ملکوں سے سر ظفر اللہ خاں حکومت پاکستان کی بجائے مرزا محمود کو شکریے کے تاریکوں دلاتے ہیں؟ مسلمان کو مرعوب کر کے مرزا ای بنانے کے کیوں منصوبے ہو رہے ہیں۔ مسلمانوں کو مجرموں کی طرح اپنے سامنے پیش کرنے کا کیا معنی؟ اور پنڈت نہرو کی حکومت سے خیر خواہی کس قسم کی؟ سر ظفر اللہ وزارت کے بعد کسی ملک میں جانا چاہتے ہیں؟ یہ مرزا محمود قادریان کے کیوں خواب دیکھ رہے ہیں اور پھر خواب کی تبیر میں قربانی طلب کرنے کے کیا معنی؟ یہ اور اس قسم کے چند اور سوالات و شبہات ہیں جو مسلمانوں کے دلوں میں لا جاہلہ پیدا ہو رہے ہیں۔ جن کا ازالہ حکومت کی طرف سے اخذ ضروری ہے۔

ج تو یہ ہے کہ اگر اس فتنہ عظیمہ کو ابھی سے نہ روکا گیا تو بہت ممکن ہے کہ پاکستان کی سالمیت خطرے میں پڑ جائے۔

وماعلینا الابلاغ والله المستعان

وعاطلب:- الحق عبد الرحيم غفرلہ

پاکستان

تاریخ
حقیقت و بیویت
سینز 14

تحقیق دائرہ
مختصر کا لذت

- ☆ نقشہ پاکستان پر بھائی گئی بارودی سریں
- ☆ غداری کی آکاس بیلیں
- ☆ مذہب بے زاری کی سازشیں
- ☆ فرقہ واریت کی آندھیاں
- ☆ قومیت اور صوبائیت کی زہرناکیاں
- ☆ دہشت گردی کے گرداب
- ☆ ارمنادی طوفان

- ☆ توہین رسالت کی خوفناک تحریکیں
- ☆ بھارت اور اسرائیل کے لیے جاسوسی کے جال
- ☆ آئی امیاف اور ولڈنک کامعاشی شکجھے
- ☆ نوکری اور چھوکری سے نوجوانوں کا ایمانی شکار
- ☆ ممانعت جہاد کا پرچار
- ☆ پاکستان کے اسلامی شخص کا خاتمه
- ☆ افتخار پاکستان پر قبضے کے منصوبے
- ۔۔۔ قلب پاکستان میں گڑھے ہوئے قادیانی نجے کی اذیت سے
۔۔۔ نظر یہ پاکستان کا پیٹتا ہوا خون
۔۔۔ قرارداد پاکستان کی بچیاں
۔۔۔ پر چمپ پاکستان کی سکیاں
۔۔۔ بینار پاکستان کا گریہ اور ارض وطن کے خون کے آنسو

ہر اُنھیں کوپکار رہے ہیں دہائی دے رہے ہیں

جو اسلام، تینی بیگانے اسلام اور پاکستان سے محبت کا مردی ہے